تاریخ اودھ

حصۂ پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیر الدولہ فارس الملک مرزا محمد علی خان سپہدار جنگ بن نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے قبل ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین پیدا ہوے تھے
اِن کا بیاہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم دختر نواب حسین الدین خان کے ساتھ
ہوا تھا جو قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی ذریات سے[۱] تھے
اور اُس وقت مین سعادت علی خان مسند نشین ہو چکے تھے اِس لئے بہت دھوم دھام ہوئی
باپ کے سامنے اُنکا خطاب نصیر الدولہ فارس الملک مرزا محمد علی خان بہادر
سپہدار جنگ تھا جب کرنیل اور زیڈنٹ بادشاہ بیگم اور منا جان کا ہنگامہ

---

[۱] دیکھو نقش سلیمان ۱۲

فرو کرچکے اور مقتولون کی لاشین دریاے گومتی مین جو کوٹھی چھتر منزل کے تلے
جاری تھا پھکوا دی گئین توبارہ دری سنگین کو آراستہ اور صاف کرکے
نصیر الدین حیدر کے چچا مرزا محمد علی خان ابن نواب سعادت علی خان کو جو پہلے سے
پہونچکر کمرۂ فرح بخش مین موجود تھے بلا کر تخت سلطنت پر بٹھایا۔ ۴۔ ربیع الثانی
۱۲۵۳ ہجری مطابق ۸۔ جولائی ۱۸۳۷ء کو چھ گھڑی دن چڑھے یہ رسم ادا ہوئی
حاضرین موقع روشن الدولہ اور سبحان علی خان اور دوسرے ارکین سلطنت و ملازمان
شاہی نے نذرین گذرانین اب ابو الفتح معین الدین محمد علی شاہ کہلانے لگے۔
راجہ رتن سنگھ بہادر ہوشیار جنگ امیر الانشاء سرکار شاہی نے اُن کا سکّہ یون نظم کیا

بجود و کرم سکّہ زد در جہان — محمد علی پادشاہ زمان

بادشاہ نے بہت پسند کیا اور اُس کو روپون اور اشرفیون پر مسکوک کرایا۔

تاریخ جلوس محمد علی شاہ

مژدہ باد ارسید فصل بہار — ہمہ ہندوستان شدہ گلزار
خار بیداد رفت ازین گلشن — گل انصاف خندہ زن بہ چمن
عہد نوشیروان ثانی ہست — موقع عدل و حکمرانی ہست
کہ محمد علی شہنشہ است — دل او مہر روے او مہ است
ہمہ شاہان خراج و باج دہند — سر خدمت بپاے او بنہند
عرش فرسا سریر او بادا — رشک شاہان وزیر او بادا

سال جشن جلوس عین مراد
یارب این بادشہ شہنشہ باد
۱۲۵۳ھ

دیگر

بادشاه زمان معین الدین — آن محمد علی شہِ اعظم
شرفِ خاندانِ بُرہانی — مالک تخت و تاج و جاه و حشم
غازیِ دین نصیر دولت و ملک — معدن عدل و داد و بحر کرم
آنکه در فضل آصف ثانی ست — در شجاعت فزون تر از رستم
چون بمنصوری و سعادت و فتح — بر سر براو دھ نشسته چو جم
ہاتفے ناگہان ز ولیم بیل — جست تاریخ این دم خرم
سال اجلاس با حروف فتح — خلد الله ملکهٔ گفتم

دیگر

شاہی که ہست شاه محمد علیش نام — منقاد حکم او شده شاہان روم و شام
چون در اودھ نشست به تختِ شهنشہی — جستند سال ہجرتِ میمون خواص و عام
گفتم حروف سال یکی رحمتِ خداست — خواہی چو دومی طلب از بخششِ دوام
شاہا دعاے خیر و سنه عیسوی شنو — بادا سریر و تاج مبارک ترا مدام

دیگر بتعمیه

شاہی که رتبه اش ز سلیمان فزون ترست — نامش محمد علی بوالمظفر ست
فیاض و عادل ست و شجاع و سخی کریم — در زیر حکم او کے و جمشید و قیصر ست
بر تخت سلطنت چو نشست آن شہ زمن — نه چرخ چتر او شد و خور تاج انور ست

برسد اگر کسے ز تو تاریخ این جلوس
پاے عدو شکسته بگو بوالمظفر ست

دیگر

شہنشاہِ معین الدین ابو الفتح | کہ بادا عمر و اقبالش زیادہ
چو عونِ حق و تائید خدا داد | درِ اقبال بر رویش کشادہ
بتاریخِ چہارم یوم شنبہ | ربیع الثانی۔ شہرِ سعادہ
ضیا بخشید تختِ سلطنت را | کلاہِ خسروی بر سر نہادہ
جہان شد باغ باغ از جوشِ فرحت | گلِ عشرت نہالِ عیش زادہ
برایش تخت از تائید ایزد | بصدرِ عیش گستردہ و سادہ
بیک بار از صلائے فیضِ عامش | غنی شد ہر سوار و ہر پیادہ
بپائے رائتش پیوستہ نصرت | ہمیشہ دست بستہ ایستادہ
بفرقِ بدسگالش برقِ خاطف | مدام از قہرِ ربانی فتادہ
بتاریخِ جلوسش گفت واثق | سریرِ سلطنت را زیب دادہ

ایضاً

بادشاہِ عدل گستر دین پناہ | آنکہ بزمانش ظفر را واگرفت
از جلوسِ میمنت مانوس شاہ | تخت زیب و تاج زینت پا گرفت
گفت واثق سالِ تاریخِ جلوس | ایدل اکنون حق بمرکز جا گرفت

نصیر الدولہ کو ترقی کی منزلین طے کرنے مین اتنا عرصہ کھنچا کہ تختِ سلطنت قدمون کے تلے آتے آتے خود بڑھاپا آگیا بادشاہ ہوے تو سر سفید داڑھی بگلا مونھ پر جھریان آنکھین عینک کی محتاج ہاتھون مین رعشہ حکومت و فرمان روائی دولت و نعمت اور سامان امیری کا مزہ بھی جوانی ہی مین ہے۔ کہ وہ بھی بڑی دولت ہے امیری اور امیری کے لوازمات

اور اچھے اچھے لباس اچھی سواری اچھے مکانات جوان ہی کے لئے زیبا ہین جوانی ہوتو
اچھا کھانا بھی مزہ دیتا ہی اور انگ لگتا ہی بڈھے بیچارے کے لئے ہو بھی تو مزہ نہین۔
نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر المحتشم مین مذکور ہی کہ مسند نشینی کے وقت
محمد علی شاہ مرض تشنج مین پائون سے معذور تھے۔ اپنے بڑے بیٹے کو ثریا جاہ خطاب دیکر
اُنکی ولی عہدی کی منظوری لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل سے چاہی۔ چنانچہ اُسکی منظوری آگئی۔
۴۔ جمادی الاخری ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۸۳۷ء کو اُنکو خلعت ولی عہدی کا بخشا گیا
میر امام علی رفیق قدیم کو خطاب رفیق الدولہ اور عنایت مندیل سے سرفراز فرماکر جملہ
ملبوس گرما و سرما قبل از عہدِ سلطنت مرحمت کردیا۔ اور تعمیل فرمایشات شاہزادگان
عالی تبار اس کے متعلق رہی عتبات عالیات اور دوسری زیارت گاہ کا زر نذرانہ
اُسی کے ذریعہ سے تقسیم ہوتا رہا کارکنان امام باڑہ حسین آباد کا افسر یہی تھا بر وقت
ٹی پارٹی کرسی رفیق الدولہ کی برابر رکھی جاتی محمد علی شاہ کا ہاتھ ضعف پیری یا کسی
عارضے کی وجہ سے بے قابو تھا کھانا بھی اپنے ہاتھ سے یہی کھلاتا تھا اور شب کو داستان
سُناتا تھا غرضکہ بادشاہ اسکو بدرجۂ غایت عزیز رکھتے تھے اِس شخص کو یاوری
طالع سے بہت کچھ ثروت و دولت حاصل ہوئی مگر مثل چاہ بے آب اُسکی ذات
سے کوئی بہرہ ور نہوا اور ہر شخص ناراضامند رہا۔ بعد غدر ۱۸۵۷ء عیسوی اُس کو سفر
ناگزیر پیش آیا اُس کی اولاد سرمایۂ پدری سے سیر تھی ایام غدر ۱۸۵۷ء مین
باغیون نے لاکھ روپے ورثاے رفیق الدولہ سے طلب کیے امام باڑہ حسین آباد
کے نوٹ فروخت کرکے ادا کیے اِس علت سے حسین آباد اُسکی اولاد کے اہتمام سے
نکلکر نواب محسن الدولہ و ممتاز الدولہ کے سپرد ہوا۔

بادشاہ اور سرکار کمپنی کے درمیان عہدنامۂ جدید ہوکر منسوخ ہو جانا

بادشاہ اور سرکار کمپنی کے درمیان ۱۰ - جمادی الاخری ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۳۷ء کو ایک عہدنامہ قرار پایا اس عہدنامہ پر بادشاہ نے بمشکل رضامندی ظاہر کی تھی اس عہدنامے کی رو سے عہدنامۂ منعقدۂ ۱۰ - نومبر ۱۸۰۱ء کی کئی دفعات میں ترمیم کی گئی اور اب یہ قرار پایا کہ شاہ اودھ اپنی فوج میں سے کم سے کم دو رجمنٹیں سواروں کی اور پانچ پلٹنیں پیادوں کی اور دو کمپنیاں گولہ اندازوں کی آراستہ کرینگے اور اُن کی تنخواہ باقاعدہ تقسیم ہوا کریگی اور اس فوج ملکی کے خرچ کے لئے سوا لاکھ روپیہ مہینہ مقرر کرینگے اور یہ فوج ایسے امور میں مصروف ہوگی جس میں شاہ اودھ کی مرضی صاحب رزیڈنٹ کی اتفاق رائے کے ساتھ ہوگی مگر یہ فوج زرمالگذاری بلا وقت کی تحصیل میں مامور ہوا کریگی اور گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ وہ انتظام کی بہتری قائم رکھنے کے لئے انگریزی افسر دیگی جن کو شاہ اودھ نے اپنی سرکار میں نوکر رکھنے کا وعدہ کیا - اور اگر شاہ اودھ انتظام پولیس ور انتظام مالی اور ملکی کے نقائص کے علاج میں گورنمنٹ انگریزی اور اُسکے رزیڈنٹ کی صلاح و مشورت کے منظور کرنے میں پہلوتہی اور تساہل کرینگے اور اگر خدانخواستہ متواتر زیادتی و ظلم و ناپرسائی و بدانتظامی ملک اودھ میں کسی وقت میں ایسی ہوگی کہ امینت عامہ میں خلل واقع ہوگا تو گورنمنٹ انگریزی اختیار رکھتی ہے کہ ملک اودھ میں وہ اپنے اہلکار ایسے علاقے میں چھوٹا ہو یا بڑا جس میں بدانتظامی وغیرہ واقع ہوگی مقرر کریگی اُس وقت تک اہلکاران مذکور وہاں رہینگے جس وقت تک ضروری متصور ہوگا اور اس حال میں بعد اخراجات کے جو کچھ باقی روپیہ علاقے کا فاضل رہیگا وہ خزانۂ شاہی میں جمع

ہو گا مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اِس عہدنامے کو نامنظور کیا اور حکم دیا کہ جس طرح کا رابطہ ابتک اُس ملک کے ساتھ جاری رہا ہی وہی آیندہ بھی جاری رہے اِسپر بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ انگریزی کا ارادہ یہ ہی کہ جو جو امر عہدنامے مین بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہون اُن کی تعمیل نہ کرائی جائے گی۔ یعنی تقرری فوج لکی وغیرہ کے باب مین جو عہدنامۂ مذکور کی رو سے قرار پایا ہی اُسکی تعمیل نہوگی۔ اور جس قدر فوج بھرتی ہو چکی ہی اُسکا خرچ خزانۂ انگریزی سے دیا جائیگا مگر بادشاہ کو اطلاع منسوخی عہدنامۂ مذکور کی نہ دی گئی۔

انتظامِ سلطنت

اِس وقت محمد علی شاہ کی عمر تریسٹھ برس کی تھی چونکہ تجربہ کار تھے نہایت خوبی کے ساتھ سلطنت کی گو امراض کی قوت سے ہاتھ پانون کمزور تھے اور ہر عضو بدن ضعیف تھا مگر اُنکی بیدار مغزی نے انتظام سلطنت کو خواب غفلت سے جگا دیا طبیعت انصاف پسند تھی رعیت نے آرام پایا کاغذات ملکی کو باوجود ضعف کے ملاحظہ کرتے تھے۔ آمدنی ملک نے رونق پائی اصراف بیجا پر موقوفی کا قلم پھرا۔ سیر محتشم مین لکھا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی ذات سے بہت جزرس اور محاسب تھا جو سلاطین سابق کے مصارف وسامان فضول تھے سب یک قلم موقوف کردئے اور جو ابواب فیض وبخشش روئے خلائق پر مفتوح تھے تمام مسدود ہوگئے بوناً فیوناً رفاہیت خلق اللہ کو تنزل ہونے لگا۔ نواب روشن الدولہ کو اس شرط پر وزارت کے عہدے پر رکھنا منظور تھا کہ کنبوہ قوم کو اپنے پاس نہ رکھین اور صاحب رزیڈنٹ نے بھی اُنھین کتنا ہی سمجھایا مگر وہ ایسے اُنسے مانوس تھے کہ ہرگز قبول نہ کیا اِس لئے منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو فرخ آباد سے طلب کرکے ۲۷۔ جمادی الاُخریٰ ۱۲۵۳ ہجری کو وزارت کا خلعت عطا کیا اور منور الدولہ احمد علی خان کو جرنیلی کا عہدہ دیا۔

منتظم الدولہ نے کنبوہون کے ہاتھ سے بہت ایذائین پائی تھین اُسکا عوض اپنے عہد وزارت مین اُٹھا نہین رکھا۔ محمد علی شاہ کے عہد مین قاسم علی بن مرزا محمد نے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ بنائی ہی اُس مین لکھا ہی کہ روشن الدولہ اور سبحان علی خان کنبوہ اور دھنیا مہری عرف خانم وغیرہ مع اپنے تمام متعلقین کے لکھنؤ سے کانپور کو بادشاہ کے حکم سے چلے گئے اور لکھنؤ مین محمد علی شاہ کے متعلقین کا زمانہ جلوہ گر ہوا یہ تمام لوگ بڑے بڑے عہدون پر مقرر ہوے اور اگلے عہدے دارون کو معزول کیا گیا اور یہ کام رفتہ رفتہ ظہور مین آیا بلکہ اول عہد سلطنت مین اگلے عہدہ دارون کو ذرا نہ چھیڑا تھا۔ اِس لئے صورت انتظام مین کوئی تشویش پیدا نہوئی تھی جب بادشاہ اور وزیر کے قدم بخوبی جم گئے تو یہانتک اگلے انتظام مین تبدیلی کی کہ علاقہ گونڈہ و بہرائچ راجہ درشن سنگھ ناظم سے نکالکر وجیہ النسا بیگم زوجہ سیف الدولہ عرف میر ہادی بن زین العابدین خان کے تفویض ہوا اِس نظامت کا خلعت بائیس پارچے کا ہوتا تھا جسکے ساتھ ہاتھی۔ پالکی۔ سپر و شمشیر اور ڈنکہ وغیرہ بھی دیا جاتا تھا یہ علاقہ چودہ پندرہ برس برابر اس گھرانے مین رہا اور رسم ناظمہ ہونے کی اِس وقت سے شروع ہوئی منتظم الدولہ نے صاحبات محل اہل وثائق کی بدکرداری کی بھی بہت روک تھام کی چونکہ صاحبات محل رزیڈنٹ کی حمایت مین رہتی تھین اِس لیے ریاست کا دباؤ نہین مانتی تھین منتظم الدولہ نے جب اس کا حال گورنر جنرل کو لکھا تو وہان سے حکم قطعی آیا کہ صاحبات محل کی عدالت اور حفظ ناموس انسلاکی کے باب مین بادشاہ کو اختیار رہے۔ ایک بار نواب تاج محل نے اپنے بھائی کے قید ہونے کی شکایت جنرل کانفیلڈ صاحب رزیڈنٹ دربار لکھنؤ سے کی کہ ہم اہل وثیقہ ہین صاحب نے ناواقفیت سے بادشاہ کو

پرچۂ پیام لکھا۔ مولوی خلیل الدین خان نے تحریری حکم گورنر جنرل سے رزیڈنٹ کو معقول کیا صاحب نے بھی جب کتاب مین تحریر دیکھی خاموش ہورہے۔ حکیم صاحب کو اُمور سلطنت کی اصلاح منظور تھی اور خواہش اُن کی یہ تھی کہ جب کانپور جا کر گورنر جنرل کی ملاقات کرکے لوٹ آئین تو ایسا بندوبست کرین کہ کسی وقت مین نہوا ہو جو خرخشہ کہ بعضے سببون سے بادشاہ اور سرکار کمپنی کی سرکارون مین ہوجاتا ہو اُسے جڑ سے اکھیڑ دین مگر اجل نے مہلت ندی اور تپ محرقہ مین ایک ہفتہ تک علیل رہکر اِس دنیا سے سفر کیا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے مرنے پر بھی حکیم مرحوم کا پیچھا نہ چھوڑا اور تاریخ کہی کہ ع

شبِ ولادتِ عیسیٰ بمرد این دجال

اب ظہیر الدولہ کو جو عہدۂ سفارت پر مامور تھے وزارت نصیب ہوئی۔ موت خانۂ وزارت دیکھ ہی چکی تھی دو تین مہینے کے بعد یہ بھی رہگرائے ملک آخرت ہوے اسکے بعد منور الدولہ نے خانۂ وزارت کو روشن کیا اور شرف الدولہ مظفر الملک محمد ابراہیم خان بہادر مستقیم جنگ سفارت کا کام کرتے تھے اور عظیم اللہ خان کا دور تھا۔ مثل مشہور ہو کہ بادشاہ کی ناک کے بال تھے۔ رفیق الدولہ سید امام علی کا بھی دوردورہ تھا۔ اِن لوگون کی موشگافیون کی وجہ سے منور الدولہ نے کئی مہینے کے بعد استعفا دیکر اپنے لواحقون سمیت زیارت عتبات عالیات کے واسطے سفر اختیار کیا۔ بادشاہ نے شرف الدولہ کو عہدۂ وزارت پر مامور فرمایا۔ پھر بادشاہ نے ۲۲۔ نومبر ۱۸۳۹ء مطابق ۳۔ رمضان ۱۲۵۵ھ ہجری کو سترہ لاکھ روپے فی صدی چار روپے کے سود پر سرکار کمپنی مین جمع کرائے اور اپنے خاندان کے چند لواحقین کا وثیقہ دائمی مقرر کرایا

اور یہ بھی درخواست کی کہ جنکے نام یہ وظیفہ ہوگا اُنکی حفاظت کی ضامن زیادتی حاکمان آئندۂ اودھ سے گورنمنٹ انگریزی ہو۔ گورنمنٹ انگریزی مین قرضہ تو منظور ہوا مگر جیساکہ نصیرالدین حیدر سے سنہ۱۸۲۵ء مین وعدہ ہوا تھا ایسا ہی اب بھی وثیقہ دارون کی نسبت ہوا یعنی گورنمنٹ نے کہدیا کہ ضمانت نامہ نہین ہوتا مگر وعدہ کیا جاتا ہی کہ گورنمنٹ انگریزی اُنپر مہربانی رکھے گی کُل سود سالانہ اِس روپے کا اڑسٹھ ہزار روپیہ ہوتا ہی۔

محمد علی شاہ کی انتظامی خوبیان

ہت پرشاد تاریخ اودھ مین لکھتا ہی کہ مسند نشینی کے وقت انکی عمر ۶۳ برس کی تھی چونکہ زمانے کا نیک و بد دیکھ چکے تھے غریب غربا اور اپنے بیگانے سے اسطرح پیش آئے کہ ابتک اُن کا نیک نام چلا آتا ہی اور باوجود اسکے کہ بیماریون کے سبب سے سب قویٰ اُن کے تھک گئے تھے لیکن اپنی دانائی سے اوقات کو بہت اچھی طرح صرف کرتے تھے ہوشیاری اور انصاف اور قدردانی مین بہت نامور ہوے اور اپنے ایام سلطنت مین اچھے اچھے کام کئے لاکھون روپے حضرت عباس کے روضے کی ترمیم اور درستی نہر اور روضۂ حضرت حُر کی تیاری مین لگائے اور ہزارون روپے مہینا اُن ہندی لوگون کے واسطے مقرر کیا جو کربلا کی زیارت کے واسطے جاتے تھے اور باوجودیکہ بیماری کے باعث اپنی جگہہ سے ہلتے نہ تھے تو بھی ہر ایک بات کی درستی اور ہر کام کی اصلاح پر نظر تھی اور وہ خرابیان کہ اگلے بادشاہ کے وقت مین ہوئی تھین اُن کا دفع کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا اور ملک کی آمدنی بھی سب جانتے ہین مگر اُنھون نے بہت ہی سنبھالا۔ یہانتک کہ گورنر جنرل اور اُن کے کونسل

بادشاہ کے اِس نیک روپے سے بہت راضی تھے اُن کی ہر خواہش وہاں مقبول ہوتی تھی۔

تعمیرِ امام باڑہ حسین آباد وغیرہ

۱۲۵۳ھ ہجری میں بادشاہ نے جمنیا باغ میں ایک امام باڑے کی جو حسین آباد کے نام سے مشہور ہی بنیاد ڈالی لاکھوں روپے اُس میں صرف ہوے شرف الدولہ اور رفیق الدولہ اور عظیم اللہ خان کے اہتمام سے یہ عمارت تیار ہوئی۔

تاریخ تیاری امام باڑہ

جنابِ محمد علی بادشاہ — پسندیدۂ بارگاہ اِلٰہ
بصدق و صفا تعزیہ خانہ ساخت — بلند از سما تعزیہ خانہ ساخت
خرد سال جاے عزاے حسین — بگفتا مزارِ شہ مشرقین

ایضًا

امام باڑہ بنا کرد و مصرعِ تاریخ — امام باڑۂ گردون بناے سلطانی ست

ایضًا

گفت تاریخ بناے خسروی — پاک ماتم خانۂ آلِ نبیؐ

تاریخ دروازۂ امام باڑۂ مذکور

شاہنشہِ زمانہ و نوشیروانِ عصر — فرمان رواے عالمِ امکان بود مدام
بابِ امام باڑۂ والا بنا نمود — یا رب بود قبول امامِ فلک مقام

ہاتف بگفت مصرعِ سالِ بنائے آن　　باب امام بارۂ سلطانِ خاص وعام
۱۲۵۴ھ

تاریخ حمام وحوض حسین آباد

سلطانِ جہان خدیو باذل　　کسرائے زمانہ شاہِ عادل
حمام لطیف کرد تعمیر　　تاکید نمود بہر تطہیر
تاریخ سعید ہست ظاہر　　حمام لطیف حوضِ طاہر
۱۲۵۴ھ

تاریخ سڑک حسین آباد

خسروِ ہند ابوالفتح معین الدین ست　　رشک شاہان جہان پادشہ ہندوستان
چون سڑک ساخت بنا مصرعِ تاریخ بگفت　　ہست این نوع سڑک جادۂ راہِ ایمان
۱۲۵۴ھ

تاریخ ضریح

عرش بریں سے بھی بہت عالی مقام ہی　　یہ روضۂ حسین علیہ السلام ہی
تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی　　بولے ملک ضریح قبول امام ہی
۱۲۵۳ھ

۱۲۵۴ھ ہجری میں اس مقام پر ایک سبیل بھی تیار کرائی جسکی تاریخ یہ ہے۔

نوشیروانِ عصر ابوالفتح شاہِ ہند　　مقبول بارگاہ شہِ مشرقین ہے
رکھوائی ہے سبیل تو تاریخ یہ ہوئی　　آب سبیل نذر جنابِ حسین ہے
۱۲۵۴ھ

تاریخ چاہ حسین آباد

آب این چاہ ز شیرینی خود　　شربت قند و نباتِ پاک ست

راست تر مصرع تاریخ رسید — چشمۂ آبِ حیاتِ پاک ست

تاریخ رصد حسین آباد

چون محمد علی شہِ دوران — ساخت در لکھنؤ رصد تیار
کرد سالش رقم مہندس فکر — این رصد شہ بحکم شہ تیار

تاریخ سرائے حسین آباد

ابو الفتح منصور شاہِ زمانہ — محمد علی سایۂ حق تعالیٰ
رضا گفت تاریخ از حکم سلطان — سرائے ابو الفتح شاہِ معلّٰی

تالاب و نہ کھنڈ و مسجد حسین آباد

متصل حسین آباد کے محمد علی شاہ نے ایک بڑا تالاب تیار کیا تھا جو اب سرِ راہ ہو گیا ہی اور متصل امام باڑے کے تعمیر ایک مسجد کی شروع کی تھی جسکو اُنھون نے چاہا تھا کہ جامع مسجد سے بہتر بنے مگر اُنکی حیات نے وفا نہ کی اور قبل اُسکے ختم ہونے کے وہ خود ختم ہو گئے یہ مسجد ناتیار اب تک موجود ہی اور اُسوقت سے اب تک مرمت بھی نہین ہوئی ہی۔ اِس بادشاہ نے ایک اور تعمیر شروع کی تھی جسکو نہ کھنڈ کہتے ہین اور ارادہ تھا کہ اُسکو سات منزل کا بنوا کر اُسکے اوپر سے سیر تمام عمارات شاہی کی جو اُنھون نے میان شہر یا پل بنوائی تھین کیا کرین مگر یہ تعمیر بھی ناتمام رہگئی اور صرف چار منزلین اُسکی پوری ہوئین محاربۂ غدر مین اِسی طرح لکھا ہی۔ لیکن قیاس یہ چاہتا ہی کہ

کاتب کی غلطی سے نو کی جگہ سات کا لفظ لکھ گیا ہی۔

تاریخ مسجد

شاہ ہندوستان معین الدین — فخر کسرا و قیصر و فغفور
نام نامی حضرت اعلی — بمحمد علی شاہ مشہور
مسجدے بے نظیر کرد بنا — بخدا ہست رہبری منظور
ہر منارہ عماد گردون شد — پیش گنبد نماند رفعت طور
مہتمم گشت اعظم الدولہ — جان نثار حضور شہ مامور
برق موزون نمود تاریخش — مسجد جامع جدید حضور ۱۲۵۶

۲۳-نومبر ۱۸۳۹ء مطابق ۱۵-رمضان ۱۲۵۵ہجری کو بارہ لاکھ روپیہ سودی چار روپیہ فی صدی کا اور جمع کیا اور کاغذ امانت داری کے موافق گورنمنٹ انگریزی مین درخواست کی کہ اس کے سود اکتالیس ۴۱ ہزار سالانہ مین سے چھبیس ۲۶ ہزار روپیہ سالانہ تو مصارف حسین آباد کے لیے دیا جایا کرے اور چھ سو روپیہ سالانہ راستہ جدید کی مرمت کے لیئے اور باقی دوسرے اشخاص کے لیئے وثیقہ مقرر کیا اور رفیع الدولہ سید امام علی اور عظیم اللہ خان کو اور بعد اُنکے اُنکی اولاد کو پشت در پشت داروغہ اور مہتمم حسین آباد کا مقرر اور نامزد کیا اور اس امانت نامے مین بھی یہ قرار پایا کہ پنشنداروں کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی مہربانی سے پیش آئے اور اُنکی اعانت و امداد کرے اور جو کوئی پنشندار یا بعد اُسکے اُسکا کوئی وارث لاولد مر جائے تو اُسکی پنشن کا روپیہ حسین آباد کے مصارف کے لئے دیا جائے اگر متولی یا مہتمم مقبرہ کی کوئی اولاد باقی نرہے تو گورنمنٹ انگریزی

تین ربع پنشندارون کے اتفاق رائے سے ایک پنشندار کو شخص متولی کی جگہ جو مرگیا ہو مقرر کرے۔ اور یہ رقم اخراجات حسین آباد اور وثیقہ دارون کے لئے دوامی دی گئی اس امر کے واسطے پھر اور بھی ۲۴ لاکھ ۱۷ ہزار پانسو روپیہ بادشاہ نے جمع کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد دولاکھ ۲۳ ہزار روپیہ مہتمان سود نے سود کی آمدنی سے جو زیادہ ہوا جمع کرادیا تھا جس کی وجہ سے اُس امام باڑے مین آج تک روشنی ہوتی ہی۔ بلکہ لکھنؤ کی تعزیہ داری کو اسکی وجہ سے رونق ہی۔ ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق ۲۶ جنوری ۱۸۴۰ء کو بادشاہ نے تین لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو روپے گورنمنٹ انگریزی مین اور جمع کئے تفصیل اسکے سود کی اِس طرح پر ہی کہ دو لاکھ ستاسی ہزار کا سود فی صدی پانچ روپیہ اور ترپین ہزار آٹھ سو کا سود فی صدی چار روپیہ قرار پایا۔ یہ روپیہ شفاخانہ لکھنؤ کے لئے جمع کیا گیا تھا اور سود کی تمام آمدنی خریداری ادویہ اور غریب بیمارون کی خوراک مین صرف ہونا مقرر ہوا۔

سپاہ اور آمدنی ملک اور سلامی کی توپین

اِن کے عہد مین فوج مین ۳۲ ہزار پیادے اور تین ہزار سات سو سوار تھے۔ اور ملک کی آمدنی ڈیڑھ کروڑ روپیہ تھی۔ مدت سلطنت پانچ سال اور دو دن ہی۔ سرکار کمپنی کی طرف سے بادشاہ کی سلامی مین توپ کے ۱۲۔ فیر مقرر ہوئے تھے۔

محمد علی شاہ کا انتقال

محمد علی شاہ نے پانچ برس سلطنت کی آخرکار تپ محرقہ اور تخمے کے عارضے سے

اڑسٹھ برس کی عمر مین رات کے وقت ۵- ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری روز سہ شنبہ مطابق ۱۷- مئی ۱۸۴۲ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا امام باڑہ حسین آباد مین دفن ہوکر فردوس منزل لقب پایا- اس بادشاہ کے عہد مین عہدۂ رزیڈنٹی پر پہلے کرنیل جان لو تھے پھر جرنیل کالفیلڈ رمقرر ہوے اُنکے بعد دوبارہ کرنیل جان لو مقرر ہو کر آئے

تاریخ وفات یہ ہی ۵ رفتہ شاہِ اودھ بملکِ قدس ۱۲۵۸ھ

دیگر

جہان پناہ محمد علی بہشت مآب نزول آیۂ طبتم بجاست درشانش
بہ شنبہ چارم ماہِ ربیع ثانی ہم عطاے تخت شہی کردہ لطف یزدانش
ز اتفاق قضا پنجم و دوشنبۂ ماہ ز تخت تختۂ تابوت گشتہ ایوانش
بہ یمن و نصرت حق پنج سال و پاسے چند فروغ داد جہان را بلطف و احسانش
بہ عہد دولت خود کرد آن قدر حسنات کہ ملک ناموری گشت تخت فرمانش
ز حسن نیت شہ بعد ہم بہ فضلِ خدا شگفتہ گشت گل مقصدِ گلستانش
شہ مدینہ محمد علی ولیِ نجف شہید دشت بلا ہم شہ خراسانش
بوجہ حسن قبول نیاز و نذر اکنون نمودہ اند بفردوس ساز و سامانش
بنا نمودہ پئے تعزیہ حسین آباد جناب فاطمہ در مجلس ست مہمانش
نمود فکرت تاریخ خستہ دل واثق صدا رسید بگوش از زبان رضوانش
کہ گفت غیر سرا شتباہ این تاریخ حسن حسین محمد علی شفیعانش

خاص محل اور صاحب محل مین فرق

والیانِ لکھنؤ کی بیاہتا بیوی خاص محل کہلاتی تھی اور جو عورت شاہی خاندان سے

نہوتی بلکہ غیر کفو عورت کو وہ اپنی پسند سے بیگم بنا لیتے تھے وہ صاحب محل بولی جاتی تھی

محمد علی شاہ کی اولاد خاص محل سے

(۱)۔امجد علی شاہ۔
(۲)۔نواب سلطان عالیہ بیگم عرف بڑی شاہزادی اِن کی شادی نواب محسن الدولہ منتظم الملک محسن علی خان بہادر غضنفر جنگ نواسہ غازی الدین حیدر شاہ زمن کے ساتھ ہوئی انھوں نے قبل از انتزاع لکھنؤ انتقال کیا۔
(۳)۔سلطان روشن آرا عرف چھوٹی شاہزادی یہ نواب مشیر الدولہ مختار الملک ابوالحسن خان بہادر دلاور جنگ ابن مرزا ابو طالب خان سے منسوب و منعقد تھین بعد انتزاع لکھنؤ اُنکے شوہر کلکتے کو گئے وہان سے روانہ کربلائے معلّٰی ہوے وہین اُنتقال کیا۔مشیر الدولہ کی روانگی کے بعد نواب روشن آرا بیگم بھی اپنے شوہر کی اجازت سے عتبات عالیات کو گئین بعد شرف زیارت جب بمبئی واپس پہونچین تو یہان اُنتقال کیا اُنکی نعش روانہ عتبات ہوئی۔
یہ ساری اولاد نواب ملکۂ آفاق مخدرۂ عظمٰی ممتاز الزمانی نواب جہان آرا بیگم عرف کمیتو بیگم کے بطن سے تھی۔

محمد علی شاہ کی اولاد صاحبات محل سے

(۱)۔نواب ناصر الدولہ اصغر علی خان یہ بادشاہ خانم کے بطن سے تھے ان کی مان کو افضل التواریخ مین محل سوم لکھا ہی نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت مین

اہتمام الدولہ مظفر علی خان کی بڑی بیٹی کے ساتھ بہت تکلف سے انکی شادی ہوئی تھی یہ امجد علی شاہ سے بڑے تھے باپ کے انتقال سے کئی سال پیشتر مرگ ناگہانی سے انتقال کیا اس لئے سلطنت محمد امجد علی شاہ کو پہونچی بعد اس کے اُنکی بی بی نے بھی انتقال کیا۔ نواب ناصر الدولہ کے بیٹے نواب ممتاز الدولہ مبارز الملک مرزا حسین خان بہادر تہور جنگ کی شادی نصیر الدین حیدر نے اپنی منکوحہ ملکۂ زمانیہ کی بیٹی کے ساتھ کی تھی جو ملکۂ زمانیہ کے شوہر اول کے نطفے سے تھی جو قوم کا فیلبان تھا۔ مرزا حسین خان کی تین بہنین تھین۔

(الف) افضل بیگم جنکی شادی نواب شمس الدولہ بن رکن الدولہ محمد حسن خان کے ساتھ ہوئی۔

(ب) سردار بیگم یہ صاحبزادی امیر الدولہ بن رکن الدولہ محمد حسن کے ساتھ بیاہی گئی۔

(ج) ممتاز النسا بیگم عرف جینا بیگم ان کی شادی مظفر الدولہ ظفر جنگ محمد زکی علیخان بن نواب احمد علی خان کے ساتھ ہوئی جس سے ایک بیٹا اور دو بیٹیان پیدا ہوئین بیٹے کا نام رشید الدولہ ناصر الملک محمد جعفر علی خان بہادر رستم جنگ تھا یہ صاحب دلیر الدولہ عرف مرزا حیدر کی بیٹی کے ساتھ بیاہے گئے تھے اتفاقاً گھوڑے سے گر کر مر گئے۔ بیٹیون کے یہ نام ہین۔ نواب شوکت بہو۔ نواب حشمت بہو۔

(۲) مرزا خرم بخت بہادر نواب یحییٰ علی خان اسیر خانم سے۔ اِن کی مان کو افضل التواریخ مین چوتھا محل لکھا ہی۔

(۳) مرزا عظیم الشان بہادر نواب محمد تقی علی خان وزیر خانم سے افضل التواریخ مین اِن کی مان کو پانچوان محل بتایا ہی۔

(۴) مرزا رفیع الشان بہادر نواب محمد تقی علی خان امراؤ خانم سے۔

(۵)۔مرزا فرخندہ بخت بہادر نواب محمد علی خان حضور خانم سے۔شاید پیار سے باپ کا نام بیٹے کو دیا گیا۔

(۶)۔مرزا ہمایون بخت نواب احمد علی خان بہادر ملکۂ جہان فخر الزمان حمیدہ سلطان بیگم سے اور افضل التواریخ مین یون لکھا ہی ابو المظفر ہمایون بخت مرزا محمد علی خان بہادر از بطن ملکۂ جہان سلطان آرا بیگم فخر الزمانی نواب تاج النسا بیگم محل دوم انکی زوجہ ملکۂ دہر خاقان ہوتھین۔اور اس مین کچھ غلطی ہی کیونکہ دوسری کتابین پہلی بات پر متفق ہین اور ہمایون بخت احمد علی خان کا خطاب بتاتی ہین۔

(۷)۔امۃ الزہرا سلطان بیگم عرف چھندنا زوجۂ نواب محترم الدولہ رستم الملک باقر علی خان بہادر مہابت جنگ بن مرزا کمال الدین حیدر۔افضل التواریخ مین محترم الدولہ کی جگہ معظم الدولہ لکھا ہی۔

(۸)۔زیب النسا بیگم عرف حاجی بیگم بطن وزیر خانم صاحبہ سے اس شاہزادی کی شادی نواب اقتدار الدولہ محتشم الملک مہدی علی خان بہادر ضیغم جنگ عرف نواب دولہ بن مرزا امام الدین حیدر کے ساتھ ہوئی افضل التواریخ مین زیب النسا کی جگہ زینت النسا لکھا ہی اور ماں کو وزیر خانم محل ہفتم بتایا ہی۔

(۹)۔امۃ الصغرا فخر النسا بیگم عرف مغل صاحبہ زوجۂ نواب مجاہد الدولہ سیف الملک زین العابدین خان بہادر جلادت جنگ بن محمد رضا خان ابن مرزا کمال الدین حیدر۔

(۱۰)۔گوہر آرا بیگم عرف وزیر بیگم زوجۂ نواب غضنفر الدولہ منیر الملک سلطان مرزا خان بہادر سلامت جنگ۔

(۱۱)۔ زینت النسا بیگم عرف آمنہ بیگم زوجہ نواب جرار الدولہ ضیغم الملک ہادی علی خان بہادر قائم جنگ۔

(۱۲)۔ ایک شاہزادی حمیدہ سلطان بیگم سے بھی ہوئی تھی جو محمد علی شاہ کی مسند نشینی سے قبل حالت طفلی مین مرگئی، جمنیا باغ مین دفن ہوئی۔ سیر محتشم مین جو نواب غوث محمد خان والی جاورہ کا سفرنامہ ہی لکھا ہی کہ حسین آباد مین مجلسی بیگم بنت محمد علی شاہ کی قبر ہی جسنے ۱۲۵۲ھ بارہ سو باون ہجری مین انتقال کیا تھا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ قبر اُسی شاہزادی کی ہی جو حمیدہ سلطان بیگم کے بطن سے تھی۔

امجد علی شاہ ثریا جاہ خلف محمد علی شاہ کی اورنگ نشینی

اوائل ماہ رمضان ۱۲۱۶ھ ہجری مین کہ نواب سعادت علی خان بہادر کی حکومت و ریاست کا زمانہ تھا پیدا ہوے تھے۔ اور غازی الدین حیدر کے عہد حکومت مین نواب حسین الدین خان کی دختر سے جنکا نام تاج آرا بیگم تھا کتخدا ہوے یہ بیگم ولایتی بیگم دختر نواب سعادت علی خان کے بطن سے تھین۔ جیساکہ وزیرنامے مین لکھا ہی۔ افضل التواریخ مین ان کا خطاب ملکۂ کشور لکھا ہی اور امام الدین کی بیٹی بتایا ہی۔ ولیعہدی کے زمانے مین اِن کا خطاب نجم الدولہ ابو المظفر ثریا جاہ سپہر شکوہ صاحب عالم ولیعہد مرزا محمد امجد علی بہادر تھا۔ جب محمد علی شاہ نے انتقال کیا تو اُسوقت اُنکی عمر تینتالیس برس چھ مہینے بیس دن کی تھی سہ شنبہ کے دن صبح کے وقت ۵۔ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری کو تخت نشین ہوے۔

تاریخ مسند نشینی

شاہ فلک مرتبہ امجد علی مہر سماے شرف انجم سپاہ

داور دہِ عدل چو نوشیروان　　ثانیِ دارا و سکندر بجاہ
ناصرِ دین دافعِ کفر و ظلام　　داورِ سس عالم و ظلِ آلہ
پنجم از ماہ ربیعِ دوم　　ساعت فرخندہ بوقتِ پگاہ
ساختہ بر تختِ خلافت جلوس　　از مدد سبطِ رسالت پناہ
ساختہ آلفت پئے تاریخ فکر　　تا بودش بار وران بارگاہ
مصرعۂ برجستہ زہاتف شنید　　تاج و اورنگ مبارک بشاہ

دیگر

خوشا جشن جلوسِ شاہ آفاق　　فروغِ عشرتش تا مہ زماہی ست
نوشتہ کلک فائق سال تاریخ　　زہے جشنِ جلوسِ بادشاہی ست

دیگر

مبارک باد با امجد علی شاہ　　جلوس تخت رشکِ کیقبادی
ربیعِ ثانی و پنجم دوشنبہ　　درِ شادی بعالم بر کشادی
نشستی بر سریر بادشاہی　　نمازِ شکر حق را ایستادی
بفرقت ظلِ چتر فضل حق شد　　چو تاجِ خسروی بر سر نہادی
فروغ از سکلات خورشید و مہ یافت　　جہان شد شاد از کوسِ منادی
عدو پامال شد الحمد للہ　　دلِ احباب حاصل کرد شادی
زمانہ باغ باغ از جوش عیش ست　　زلطف افزاے بادِ بامرادی
بہ تختِ سلطنت پایندہ باشی　　جہان را باد اقبالِ تو ہادی
رقم سالِ جلوست کرد واثق　　سریر سلطنت را زیب دادی
۱۲[illegible]ھ

ان کے سکے پر یہ مضروب تھا

در جہان زد سکۂ شاہی بتائید اِلٰہ — ظلّ حق امجد علی شاہِ زمان عالم پناہ

تاریخ دیگر

ای جبینت آفتاب مطلع اقبال و جاہ — بار کاب تو دوان صبح و مساایں مہر و ماہ
بحر با لطف و نوال تو بسان قطرۂ — کوہ با شان معلای تو کم از برگ کاہ
بر سر گردون دوان عالم چرا بود بہ مجد — نام نامیت شدہ امجد علی عالم پناہ
چون تو سلطان صافی دل نادیدہ پیر آسمان — صبح صادق را درین معنی ہین آرم گواہ
چون بہر درویش بے قدر زبون عاجزی — بسکہ از جود و سخا و لطف در سازی نگاہ
مور را از پایۂ تمکین جم افزون بسے — حاصل از انعام والای تو جاہ و دستگاہ
دشمنان را بر ذل و رو بہ نسازی از چہ رو — روز و شب حامی بود حب علی شیر اِلٰہ
عینک نایاب مہر و مہ تو یک مدت سپہر — با سر حکمت پژوہی ہے نہد پیش نگاہ
لیک در شاہان سہیم تو ندیدہ ہیچ گہ — متقی و صالح و پرہیزگار و دین پناہ
ایکہ جملہ شاعران در عہد اقدس کامیاب — ساز ز الطاف و کرم بر بیتہای من نگاہ
ہیچ ہر مصراع دارد کوکب سال جلوس — تا ز جود تو بطاق آسمان سایم کلاہ
ملح والا آمد از تعداد حد بیرون نصیر — شو گہر سنج دعای شہ ز عز و لطف و جاہ
تازہ اجلاس شہ انجم فلک را جاہ و اوج — باشد از مین عطای ایزدی بے اشتباہ
از جلوس میمنت مانوس با صد شانہا — ثانی گردون مدام اورنگ بادا یا اِلٰہ

امجد علی شاہ کا مذہب امامیہ میں غلو

یہ بادشاہ بجان و دل سے فدائے قدوم آل اطہار و شہیدان کربلا کا جان نثار تھا

دینداری اِن کی مشہور عام ہی طبیعت نہایت مذہب دوست تھی۔ مذہب شیعہ نے خوب رونق پائی سنت و جماعت کا شمار و حساب ہنود مین تھا۔[1] سید العلما مجتہد العصر مولوی سید حسن بن سید دلدار علی کے بادشاہ مطیع رہے اس قدر تعظیم و تکریم جناب مولوی صاحب کی مدنظر رہی کہ جو فرمایا اُسکی تعمیل مین سر مو فرق نہوا نادر العصر مین لکھا ہی کہ مجتہد صاحب ہنود اور سنت و جماعت کے عروج پر حسد کرتے تھے کتنے ہندو و مسلمان اور کتنے سُنی شیعہ ہو گئے بازار اِس امر کا گرم رہا افضل التواریخ سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی اِس مین لکھا ہی کہ زر نانکار تنخواہی اکثر اہل سنت اور ہنود کا ضبط ہو کر مؤمنین اثنا عشریہ کے نام پر مقرر ہوا ایک حکم عام یہ جاری ہوا کہ کسی دفتر سرکاری مین کوئی ہندو یا اہل سُنت اسماے مبارک خالق کائنات و پنجتن پاک و ائمۂ اطہار اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اِس کام کے انصرام کے لئے ہر دفتر مین ہر سر رشتے پر مؤمنین اثنا عشریہ مقرر ہوے تا ایام معدودیہ سلسلہ جاری رہا اتفاقاً ایک دن آدھی رات کے وقت پرچۂ اخبار سے یہ خبر آئی کہ راجہ ہردت سنگھ تعلقہ دار بونڈی مقید نظامت بہرائچ فرار ہو گیا۔ امجد علی شاہ نے بلحاظ قرب بود و باش راجہ بالکرشن بہادر کو طلب کر کے شقّے لکھنے کو حکم فرمایا مہاراجہ مذکور تعمیل ارشاد مین مصروف ہوے اور کئی بار اسماے خدا و رسول حسب عرض مہاراجہ بہادر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیے جب ہر شقّے مین یہی نوبت پہونچی تو اُسی وقت حکم سابقہ منسوخ فرمایا اور ہر کچہری و دفتر مین علی الصباح احکام روانہ ہوے مؤمنین نو بھرتی کا سلسلۂ رزق جاتا رہا۔

(۲)۔ ایکبار مرزا حیدر شکوہ شاہزادۂ خاندان تیموریہ نے امجد علی شاہ سے عرض کیا کہ ایک رات میرے تعزیہ خانے مین شعاع آفتاب سے بھی تیز نور

[1] دیکھو طلسم ہند ۱۲

حضرت امام حسن کی ضریح پر ظاہر ہوا در و دیوار اور چھت روز روشن سے بھی زیادہ چمکنے لگی اور حضرت عباس کا علم جو ضریح کے پاس کھڑا تھا وہ ضریح پر جھک گیا بادشاہ نے یہ حکایت سُنکر ڈھائی ہزار روپے دیکر شاہزادے سے وہ ضریح و علم خرید کے اپنے تعزیہ خانے مین رکھوا لیے۔ اِسی طرح ایک دن میر ذکی مرثیہ خوان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرے مکان مین حضرت امام حسین علیہ السلام کا پنجہ موجود ہی بادشاہ نے وہ مانگ لیا اور انعام بخشا۔

مجتہد کی تحریک سے منہیات کا انسداد

بادشاہ کی مذہب دوستی اور مجتہد صاحب کی تحریک سے بہت سی بُری باتین جیسے مسکرات کی خرید و فروخت بند اور کسبیون اور مخنثون کی روک تمام ملک مین ہونے لگی۔ مجتہد صاحب نے ۲۷ شوال ۱۲۶۱ھ ہجری کو ایک معروضہ بادشاہ کے پاس ان چیزون کے متعلق بھیجا تھا اُسکی نقل یہان کرتا ہون تا کہ کوشش کا اندازہ معلوم ہو جائے

باسمہٖ و سُبحانہٗ

سپاس عہد عدالت مہد کہ تمام ممالک محروسہ ہندوستان رشک بلاد ایران گردیدہ و گلستانِ مذہب حق جعفری مانند سبزوار سرسبز و شاداب انہار احکام شرعیہ چارسو جاری و اشجار اوامر و نواہی بآبیاری عنایت شاہی درکمال خرمی و بارآوری می باشد فللّٰہ الحمد والشکر کما ہو اہلہ مصداق این حال و مصدق این مقال اہتمام بلیغ بندگان دارا دربان در تدبیر انسداد ابواب آبکاری و منع شدید از بیع و شرا ے

اُم الخبائث ست رجای واثق کہ بحسن عنایت سلطانی این شجر معصیت ثمر عنقریب از بیخ دبن برکندہ شود و بسبب قطع این شجرۂ ملعونہ قطع و یقین کلی حاصل کہ فروع خبیثۂ آن مثل بنگ وچرس وسایر مسکرات کہ علانیہ در دکاکین بازار و کوچہ و برزن دیار بمعرض استعمال می آید بتدبیر صائب احتساب خاقانی مستاصل و مقطوع گردد و باعث مزید اجر و ثواب و رضای حضرت رب الارباب گردد و موجب ارتفاع محامد ذکر و اشتہار آوازۂ دین پروری و عدالت گستری شود چہ در ہیچ عہد از عہد ہای سابق این ترویج دین مبین و این تائید شرع متین گاہی دیدہ و شنیدہ نہ شدہ و این استیصال ریشۂ فسق و فجور بعد مرور الاعصار والدہور مخصوص بعہد ہدایت مہد بندگان سکندر شان بودہ کہ احدے از حکام سابقین و سلاطین ماضیین را در عہدی بہرۂ و نصیبی ازان نبودہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ بمفاد النَّاسُ عَلٰى دِينِ مُلُوكِهِمْ اکثری از رعایا و برایا از کفار و مشرکین بدین حق اسلام گرویدہ و اکثر نواصب و خوارج بمذہب حق تشیع معتقد گرویدہ و زمرۂ فساق و فجار توبہ و انابت از فسق و فجور نمودہ حتی کہ بعض طوائف کسبیاز کسب حرام محترز گشتہ دست بدامن پاک دامنی زدہ و مقید بہ نکاح و متعہ گشتہ اند۔ انشاء اللہ ہمگی از مناصی الٰہی بمیامن انفاس توجہات شاہی مجتنب از مناہی و ملاہی محترز خواہند گردید اگر برہمین منوال سطوت سلطانیہ متوجہ احتساب طائفہ فاجرۂ مخنثین و زنانہ کہ بدترین طوائف اند شود یقین کہ بسبب رعب شاہی و وعید حبس و تعزیر بر چنین مناہی و وعدۂ عنایت و اعانت در صورت توبہ و انابت چنین اخابیث و مخانیث از فعل شنیع و خبیث تائب شوند و اجر بے شمار عائد روزگار فرخندہ آثار گردد۔ الٰہی این سلطنت دین پروری متصل بہ سلطنت قائم

آں اطہار علیہ الصلوۃ مادار فلک لدوار باد برب العباد والیہ المعاد ۲۷۔شوال ۱۲۶۱ھ ہجری
لکھنؤ مین شراب کی قطعی ممانعت تھی پانچ کوس تک سواد شہر مین دوا کے لئے بھی میسّر آتی محکمہ
آبکاری بھی اِس خیال سے مجتہد العصر کے متعلق رہا یہ شعر کسی ظریف کا زبان زد عوام ہوا

شراب جو نہ پیئے مومنو وہ ناری ہی
محبّ ساقیِ کوثر کو آبکاری ہی

اس شعر نے ایسی شہرت پائی کہ گوش زد بادشاہ و سلطان العلما ہوا لیکن ایسے تعنت
و حرف گیری بیجا سے انتظام کاروبار سلطنت مین کب تغیر و تبدل ہوتا ہی۔
مخنث یعنی ہجڑے مکارم نگر مین اور جہان جہان اِس شہر مین رہتے تھے اُنکے حکم سے نکالے گئے
بادشاہ کی طبیعت مجتہد العصر کے مشورے سے اِس طرف راغب ہوئی کہ مُومنین اِسلام کی دوکانین
ہر پیشے کے متعلق رکھائی جائین تاکہ خرید و فروخت اہلِ اسلام دوکانات ہنو دسے مسدود ہو جائے
کوشش کے بعد کچھ دوکانین جدید قائم ہوئین مگر جو امر منظور خاطر عاطر تھا وہ مترتب نہوا[ل۱]

عدالت کے تمام کامون پر مجتہد حاوی تھے

بادشاہ نے عدالت کے تمام کام سلطان العلما و سید العلما کو سونپ دیے تھے اُنھین کی
تحقیقات اور تجویز سے مقدمات فیصل ہوتے تھے اور منصف الدولہ بہادر فرزند مجتہد کو
داروغگی عدالت عالیہ پر سرفراز فرمایا اہلِ سنت کے عدالتی مقدمات کے تصفیے کے لیئے
مفتی بھی انکی راے سے مقرر ہوتے چنانچہ منصرم الدولہ نے یہ عرضداشت ۲۰۔رجب
۱۲۵۵ھ ہجری کو بادشاہ کے حضور مین پیش کی کہ مولوی محمد اصغر مفتی عدالت حنفیہ
درحالت بیماری دیاس از زندگانی مستعار قطعہ عرضداشت بدر خواست عہدہ افتاے
عدالت بنام پسر خود مسمّی مولوی محمد یوسف بتاریخ ہفتدہم این ماہ نزد این خانہ زاد

[ل۱] دیکھو افضل التواریخ ۱۲

فرستادہ بودند الخ۔ اسپر بادشاہ نے وزیر کو یہ حکم اپنے قلم سے لکھا نواب منور الدولہ بہادر
از مولوی ظہور اللہ و مجتہد العصر لیاقت علم محمد یوسف دریافتہ عرض دارند ۲۱۔ رجب ۱۲۵۵ھ ہجری۔
اس دستخط کے بموجب وزیر نے یہ حکم تحریر کیا مجتہد العصر لیاقت محمد یوسف در علوم ہرانچہ باشد
مفصل راست براست عرض دارند مرقوم ۲۲۔ رجب ۱۲۵۵ھ ہجری۔ مجتہد العصر نے یہ جواب دیا۔
توغل و تدرب مولوی محمد یوسف صاحب در علم فقہ حنفی و دیگر علوم متعارفہ از حین حیات
والد شان معلوم و اقتفاے آثار صاحبیہ در فتاوای فقہیہ از ترکیب اسم شان مفہوم و
فضل و کمال خاندان ایشان در غایت اشتہار و اباً عن جدٍ توسل باین سرکار دولتمدار
و بمفاد الولد سر لابیہ لیاقت و استعداد فتوای اہل سنت دارند فقط
مجتہد صاحب طرح طرح سے بادشاہ کو نیک کاموں پر توجہ کی ترغیب کرتے تھے اور وہ بھی
حتی الوسع اُس پر عمل پیرا ہوتے۔ چنانچہ مجتہد اپنے معروضۂ محررۂ سوم ماہ رمضان
۱۲۶۱ھ ہجری میں بادشاہ کو لکھتے ہیں برسیر کنندگان کتب سیر و تواریخ مخفی و محتجب
نتواند بود کہ در ممالک محروسہ ہندوستان گاہے بادشاہ دین پناہ عادل۔ عابد۔ صائم النہار۔
قائم اللیل متصف بعدل و انصاف مجتنب از جور و اعتساف مقید بصوم و صلوۃ و
ادائے خمس و زکوۃ موافق طریقۂ حقہ جعفریہ سوائے بندگان سکندر شان برسریر سلطنت
و شہریاری متمکن نگردیدہ واحدے در عہد بمواظبت تلاوت قرآن مجید و قرارت
فرقان حمید و مداومت اوراد و وظائف و ادعیۂ ماثورہ و اعمال مستحبۂ مندوبہ مشہورہ
غیر از شاہ دین پناہ ما موصوف نبودہ و للہ الحمد علیٰ ذلک و ذلک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔
رومی دروازے کے قریب ایک مسجد الماس علی خان کی بنائی ہوئی تھی

اُسکی درستی اور اُسکے اطراف سے طوائف کو خارج کرنے کے لئے مجتہد اپنے معروضہ ۲۳ شعبان سنہ ۱۲۶۱ ہجری مین بادشاہ کو لکھتے ہین دو مسجد متعلق سرکار فلک اقتدار حضرت اقدس واعلیٰ خلد اللہ ملکہ وسلطانہٗ تعمیر الماس علی خان متوفی واقع قریب رومی دروازہ کہ ازان سمت مرور اکثر مومنین وسادات می شود بسبب عدم فرش حصیر و بوریا و دیگر مصارف ضروریہ معطل می باشد و غالباً اہل خلاف دران نماز مے گذارند و چون تعمیر مساجد و آبادی آن اہم و ثوابش اتم ست چنانچہ در حدیث وارد شدہ کہ سہ چیز در روز قیامت شکایت خواہند نمود از ان جملہ مسجدے کہ کسے از اہل حق دران نماز نگذارد و بسبب عدم ضروریات معطل باشد و تعمیر و آبادی بصرف قلیل کہ دران درستی فرش بوریا کہ بوسے ریا ندارد و ملکہ بے ریاست ممکن۔ علاوہ بران دکاکین متعلقۂ آن غالباً در تحت طائفہ کسبیہ و قرب چنین طوائف بمساجد و معابد قبیح و چون آن دکاکین از جملۂ اوقاف متعلقۂ مسجد می باشد اگرچہ قلیلے از کرایۂ آن صرف ضروریات مسجد شود و از تصرف کسبیہ حوالی مسجد پاک شود و باہتمام شیعیان و موالیان صورت اقامت صلوات و جماعات جماعت مومنین جلوہ شہود گیرد اقرب بصواب و اجلب للثواب خواہد بود از انجا کہ ہمت والا نہمت بندگان سکندر شان سلطان عادل و خاقان جواد و باذل بسوے عبادات و عدالت و دین پروری و انصاف گستری مصروف میباشد واجب العرض انگاشتہ عرض نمودہ تا ثواب بے حساب الی یوم الحساب عائد روزگار فرخندہ آثار بندگان دارا دربان گردد فقط نیر اکبر سلطنت و شاہنشاہی از افق عنایات جناب اقدس الٰہی ہموارہ طالع و لامع باد بالنبی و آلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ الی یوم التناد؛

بادشاہ نے اپنے خاص ہاتھ سے حیدر حسین خان بہادر کو یہ حکم لکھا "ازانجا کہ در نواحی

مقامات طاعت الٰہی وقوع فجور ومناہی مذموم ست لہذا حکم اشرف واعلیٰ عز نفاذ مے یابد کہ از دکاکین مسجد بنا کردہ محمد الماس علی خان متوفی واقع رومی دروازہ نوحش واوباش را خارج نمودہ دکانداران اہلِ حرفہ سوائے مسکرات آباد سازد و بدرستی فرش حصیر وسفیدی درمسجد مذکورہ پردازد وتعداد کرایہ دکاکین بعرض رساند تاکید داند مرقوم بست وسوم شعبان ۱۲۶۱ہجری

زکوٰۃ کا لاکھون روپیہ ہر سال مجتہد العصر کے خزانے مین پہونچتا تھا کہ وہ اپنی تجویز اور خواہش سے صرف کرتے تھے اور مدرسے بھی مجتہد العصر کی تجویز سے تیار ہوے۔

متفرق کارنامے

(۱)۔۲۵۔جمادی الاخریٰ ۱۲۶۱ہجری مطابق ۲۰۔جون ۱۸۴۵ء کو امین الدولہ بادشاہ کی طرف اُن اڑھائی سو توپون کے ملاحظے کے لئے کانپور کو گئے جو سکھون کی لڑائی مین لاہور کے مقام پر انگریزی فوج کے ہاتھ آئی تھین ان کے ساتھ قائم مقام رزیڈنٹ بھی تھا گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے وزیر کی سلامی مین گیارہ فیر سر کیے گئے اور صبح کا کھانا انگریزون کی طرف سے ہوا وزیر کے خیمون مین جو دریاے گنگا کے کنارے استادہ تھے انگریزون کو ٹی پارٹی دی گئی اور گوٹے کے ہار پہنائے گئے۔

(۲)۔ان کے عہد مین مدرسۂ شاہی کی بنیاد ہوئی اور صدر خانہ بھی اسی عہد مبارک عہد مین درست ہوا اور آہنی پل دریاے گومتی پر بنایہ پل غازی الدین حیدر کے حکم سے انگلستان سے طلب ہوا تھا مگر قبل آنے پل مذکورہ کے وہ آپ

لہ یہ پل راج گھاٹ مین بنایا گیا۔ جیسا کہ ذاکر کے قطع تاریخ سے واضح ہے یہ قطعۂ تاریخ خم خانۂ جاوید کی تیسری جلد مین مرقوم ہے ۱۲

قشناور بحر بقا ہوے اور اُنکے بیٹے نصیر الدین حیدر نے بعد تخت نشینی کے سگلر صاحب کو جو اُن کا ملازم تھا اُسکی درستی کا ٹھیکہ دیا صاحب مذکور نے کچھ کوٹھیاں اُسکے کھڑا کرانے کے لئے کوٹھی رزیڈنٹی کے سامنے جہان ایک چھوٹا سا گھاٹ اور شوالہ دریا کے اِس جانب واقع ہی گلائین اور یہ کوٹھیاں ابتک نمودار ہین مگر اُسکے پل کی درستی نہو سکی یہانتک کہ امجد علی شاہ کا زمانۂ حکومت آیا اِس بادشاہ کی توجہ سے یہ پل تیار ہو گیا۔

تاریخ پل آہنی از منشی مظفر علی اسیر

آن پادشاہِ عادل کز حکم محکم او | گردید آہنی پل بر گومتی نمودار
فرمود حکم سُلطان تاریخ نظم کردم | چون حکم شاہِ محکم چون عدل شاہ ہموار

دیگر

مصلح دینِ نبی خسروِ خاقان زمن | بحر زخّار عطا قلزم مواج سخا
بر سرِ گومتی از دست جواہر افشان | کرد قائم پل آہن ہمہ زیب و ضیا
وہ چہ جسرے کہ بود نادرۂ صنع فرنگ | وہ چہ جسرے کہ بود مظہر آثار خدا
غوطہ زن گشت چو رابط بمحیطِ فکرت | از پئے گوہر تاریخ بسے بیش بہا
خضر با آب بقا کردہ طہارت فرمود | استوی العرش علی الماء بود سال بنا

(۲) جگناتھ قوم اگروال مستاجری پیشہ امجد علی شاہ کے عہد مین بوجہ عدم ادا ے باقیات ذمگی خود دائرۂ اِسلام مین آگیا بادشاہ نے اُسکو خطاب شرف الدولہ غلام رضا خان بہادر عطا کیا اُسکے سپرد بہت سے کام تھے مثلاً تعمیر عمارات۔ کوٹھی جات خاص تحانہ اور حضور تحصیل وغیرہ یہ کارخانے واجد علی شاہ کے عہد تک اِس سے متعلق رہے

روضہ کاظمین جو منصورنگر مین ہی اسکا تیار کیا ہوا ہی - یہ نقل ہی مقبرۂ امام موسی کاظم کی

تاریخ کاظمین

مشہدِ اقدس بنا چون شرف الدولہ کرد — سایہ بفرقش شدہ فضل شہِ خافقین
از شرفِ شمسہ اس گشتہ منور زمین — گنبد گردون زان یافتہ صد زیب و زین
واہ چہ شرف النسا کرد عنایت دران — ہر دو شرف یافتند از قدم اشرفین
را بسکون داشتم در شرف از بہر شعر — صحتِ لفظی مگر آمدہ از فتحتین
فکر بہ شمشیر شد چون پے تاریخ سال — گفت سروش فلک گو حرم کاظمین
۱۲۶۹

ایک قابل یادگار دعوت

نادر العصر مین لکھا ہی کہ ۱۲۶۲ھ ہجری مین فرخ آباد کے نواب صمصام الدولہ لکھنؤ مین بادشاہ ممدوح کی ملاقات کو آئے حسن باغ مین جو باغ پُر فضا اور عمدہ عمارت ہی اُتارے گئے دوسرے دن بادشاہ کی ملاقات کو گئے اور بطریق تحفے کے سنگ یشب کا مرصع کار ایک تھالی جوڑ مع آبخورے کے جو بہت عمدہ اور بہتر تھالے گئے اور اپنے نزدیک اُنکو نایاب زمانہ جانتے تھے یہ چیزین بادشاہ کو دین اُنھون نے اُن کے پاس خاطر سے بہت خوش اور محظوظ ہوکر قبول کین اور زبانِ مبارک سے بہت سی تعریف کی یہان کا دستور تھا کہ جس رئیس سے بادشاہ ملاقات کرتے تھے پہلے دن باہم تحفہ و تحائف کی رسم ادا ہوتی تھی عطردان اور کشتی وغیرہ موافق رسم کے دئے جاتے تھے دوسرے روز دعوت کا سامان ہوتا تھا اس مین خواہ انگریز ہون خواہ ہندوستانی چنانچہ نواب

صمصام الدولہ کی تین دعوتین قرار پائین اور دوسرے ہی دن سے مقرر ہوئین
اور یہان شان و شوکت اور انداز دعوت یا ٹی پارٹی کا یہ تھا کہ ایک عالی شان مکان
مین کہ وہ سب طرح سے شیشہ و آلات وغیرہ سے آراستہ ہوتا تھا تیس گز کی لمبی اور
بارہ گز کی چوڑی میز بچھتی تھی اور اُسکے گرد ایک سو پندرہ کرسیان بچھتی تھین اُسپر
بادشاہ اور اعزۂ بادشاہ اور بڑے بڑے کار پرداز اور رزیڈنٹ اور دوسرے انگریز
جلوہ افروز ہوتے تھے قصّہ کوتاہ اُسی میز پر مرصع کار مطلا جواہر نگار چنگیر و گلدان و
حوض و فوارہ سب سنگ یشب کے چنے اور کھانون کا کیا وصف بیان ہو کہ بادشاہی
خاصہ تھا۔ نواب صمصام الدولہ اور سب حکام عالیشان یہ سامان دیکھکر متحیر ہوے
دوسرے دن دوسرے مکان مین ضیافت کا سامان مہیّا ہوا اُسمین بھی اُسی قدر میز پر جملہ
برتن اُسی انداز سے جواہر نگار سنگ یشب کی صورت مین اور طرح کے لگائے گئے
تیسرے دن بھی اِسی قدر سامان اتنی ہی بڑی میز سب برتن اور روز ون سے
نہایت تحفہ عمدہ خوبصورت باریک کار جواہر نگار سنگ یشب کے مہیّا تھے نواب
صمصام الدولہ یہ سامان دیکھکر اپنے دل مین سخت محجوب اور شرمندہ ہوتے تھے جب
نواب صمصام الدولہ دعوت سے فارغ ہوکر رخصت ہوگئے تو امجد علی شاہ مجد الدولہ بہادر مہتمم
خزانہ و کوٹھیات سے بوجہ اِس حسن انتظام کے نہایت خوش اور محظوظ ہوے اور
زبان مبارک سے بہت تعریف کی خلعت گران بہا سے مخلع فرمایا اُسوقت مجد الدولہ نے
ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ غلام اقبال بادشاہ سے تیس دن تک کا اقرار کرتا ہے کہ اگر
حکم ہو تو اسی طرح کے ہر روز سنگ یشب کے برتن طرح طرح کے صورت مین نئے لگایا
کرے اس عرض و پیام پر دوسرا خلعت اُنکے رتبے سے کہین زیادہ جلدو سے دیانت

وامانت مین عنایت ہوا۔ یہ فضول فیاضی ہمیشہ سے اس سرکار مین رہی اور عوام نے اسکو قدردانی بتایا اور واہ واہ کے نقرے سے گھر لوٹ کھایا۔

وزارت اور دوسرے بڑے بڑے عہدون مین تغیر و تبدل

دربار شاہی بعد طلوع نیر اعظم ہر روز منعقد ہوتا کاغذ حسابی و عرائض مستغیثان معائنہ ہوتین احکام روزانہ اجرا ہوتے۔ مجرائیان دربار ہر روز حاضر رہتے۔ بعد چندے تغیر و تبدلِ انتظام پدری پر توجہ عالی مصروف ہوئی عزل و نصب کا بازار گرم ہوا۔ نواب شرف الدولہ محمد ابراہیم خان چونکہ مذہب سنت و جماعت رکھتے تھے اور بادشاہ کو تشیع مین غلو تھا اس لیئے ایام ولی عہدی سے اُنکی طرف سے کدورت تھی۔ اور وہ نظرون سے گرے ہوے تھے یہ ۲۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۶ہجری عہد محمد علی شاہ سے عہدۂ وزارت پر ممتاز تھے اُنکو تین ماہ کے بعد عہدۂ وزارت سے ۹۔ رجب ۱۲۵۸ہجری کو موقوف کر کے نواب امداد حسین خان اتالیق عہد ولی عہدی کو امین الدولہ کا خطاب دیکر عہدۂ وزارت عطا کیا اُنھون نے اپنی پیش دستی مین اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو مقرر کیا اور بادشاہ نے عطا حسین خان برادر حقیقی امداد حسین خان کو بلقب اعتبار الدولہ داروغہ دیوان عام و افسر آتش خانہ بنایا۔ اور دیوانی کا عہدہ فخر الدولہ راجہ رتن سنگھ سے نکالکر مہیشر الدولہ مہاراجہ بالکرشن کے تفویض کیا حالانکہ یہ شخص عہد محمد علی شاہ سے دو متصدیان دفتر معلی دیوانی کی سازش سے اوراق سیاہہ بہی کے بدل لینے کے جرم مین نظر بند تھا اب اِسکے خلعت کے ساتھ لفظ ادھراج خطاب مین زیادہ کیا اور وزارت کی پیر منشی گری فخر الدولہ راجہ رتن سنگھ کے انکار کرنے پر

راجہ کندن لال کو دی اور خطاب راجگی بخشا۔ اور سفارت کا خلعت مصلح الدولہ میر حسین علی خان بہادر کو ملا اور سکندر حشمت کو فوج کا جرنیل کیا اور شہر لکھنؤ کی کوتوالی علی رضا بیگ کے پاس تھی اور معین الدولہ سید علی خان جو بادشاہ کے ماموں مشہور تھے مہمات سلطنت مین مشیر بنے۔ ۴۔ رمضان ۱۲۵۸ہجری کو فذکی الدولہ پیشگاہ جناب بادشاہ مین حاضر ہوے اور ۱۲۶۹ہجری مین بحصول خطاب وخلعت شملۂ جھالردار و شمشیر ولائتی سرفراز ہوے اور فذکی الدولہ کے فرزند کو ہزارہ پیادونکی افسری ملی جب اکبر علی خان نے انتقال کیا تو کچھ روز ون قطب الدین حسین خان وزارت کی پیشدستی پر مقرر رہے اُن کے بعد یہ عہدہ معین الدولہ کے سپرد ہوا چند روز گذرے تھے کہ معین الدولہ اور نواب امین الدولہ مین باہم صحبت مین تفرقہ پڑا۔ رفتہ رفتہ کچھ وہ صورتین ظہور مین آئین کہ لوگون نے بادشاہ کا دل امین الدولہ کی طرف سے باتون مین پھیر دیا اسلیئے ۱۷ محرم ۱۲۶۰ہجری کو امین الدولہ نے مستعفی ہوکر خانہ نشینی اختیار کی اور معین الدولہ نے بھی عہدۂ وزارت قبول نہ کیا بادشاہ نے منورالدولہ احمد علی خان کو کانپور سے بلاکر مکرر عہدۂ وزارت دیا مگر معین الدولہ اُسی طرح سب کام انجام دیتے تھے۔ چار عورتین بادشاہ کی مصاحبت مین تھین اُنھون نے معین الدولہ کی صحبت بھی برہم کردی یہ بھی بادشاہ کی نظرون سے گرے دل مین میل آیا گھر بیٹھے اب منورالدولہ کو بلاشرکت غیرے سلطنت کے کامون پر اختیار حاصل ہوگیا چونکہ انکا مزاج ابتدا سے مشقت و دقت پسند نہ تھا تمام کامون کا حل وعقد ماتحتون کی راے پر تھا جو انتظام سلطنت محمد علی شاہ کے عہد مین درست ہوا تھا سب برہم ہوکر کوئی صورت انصرام کی ظہور مین نہ آئی پھر اُنھین چارون

عورتون نے اپنے فائدے کے واسطے منور الدولہ کی طرف سے بادشاہ کے مزاج کو ناخوش کردیا بادشاہ نے مجتہد العصر اور اُن عورتون کی سفارش سے امین الدولہ کو اُن کے گھر سے طلب کرکے وزارت پر منصوب کیا اور منور الدولہ کو معزول کردیا یہ صورت دیودس صاحب رزیڈنٹ کی مرضی کے خلاف تھی مگر اُنھون نے کوئی مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا پھر بعض حریفون نے اعتماد الدولہ کے داماد سید حامد علی کو عہدۂ پیش دستی وزارت پر مقرر کرایا۔ پھر سعید الدولہ علی محمد خان بن میر بندہ علی خان پر پیشدستی کا عہدہ قرار پایا اور اُنھون نے بہت کچھ عقل و فراست کے ساتھ کارگذاری مین عرقریزیان کین سعید الدولہ عجب مرد چالاک تھا ایک دن جلسۂ دربار مین جملہ وکلاے تعلقہ داران و زمینداران کو طلب کرکے بہت دلجوئی اور استمالت کی اور کہا کہ جس جس کو ضرورت روپے کی بصیغۂ تقاوی وغیرہ پیش آئے وہ معروضے اپنے مہری و دستخطی اور محلکے لکھدین اُن مفت خورون کا کیا تھا حسب لیاقت اپنے اکثرون نے درخواستین لکھکر حوالہ کین اِس شخص کی کارسازی دیکھنی چاہیے کہ وہ سب کاغذ سرکار شاہی مین پیش کرکے کثرت سے روپیہ حاصل کیا اور اپنے تصرف مین لایا۔ سب اُس سے محروم رہے اپنی انھین چالاکیون سے اِس عہدے پر جمنے نہ پایا معزول ہوا

بادشاہ کا گورنمنٹ انگریزی سے سودی نوٹ خریدنا

بادشاہ نے اپنے متوسلان قدیم اور بیگمات کے بلئے مختلف اوقات مین گورنمنٹ انگریزی مین روپیہ جمع کرکے نوٹ خریدکیے مگر یہ روپیہ کسی شرط یا عہدنامے کے ساتھ جمع نہین ہوا صرف بطور قرضہ سودی کے جمع ہوا مگر بعض بعض معاملون مین اس قدر

فرق ہوا ہے کہ کاغذات نوٹ خزانۂ گورنمنٹ مقام لکھنؤ مین کر لیے گئے اور اُنکا سود ماہوار بجاے سہ ماہی کے ملتا ہی چنانچہ ماہ فروری ۱۸۴۴ء مین چودہ لاکھ روپے جمع کیے اور شرط یہ قرار پائی کہ اِس روپے مین سے بارہ لاکھ کا سود ماہ بماہ ملا کریگا اور ماہ جولائی ۱۸۴۶ء مین بیس لاکھ روپے جمع کئے اور اسمین سے آٹھ لاکھ کا سود ماہ بماہ دینے کا وعدہ ہوا اور ماہ ستمبر ۱۸۴۶ء مین بارہ لاکھ روپے اور اِسی شرط پر جمع کیے گئے۔

امجد علی شاہ کی جُزرسی اور ملکی انتظام

نادر العصر مین لکھا ہی کہ تجمّل اِس بادشاہ کا یادگار رہا اور افضل التواریخ مین بیان کیا ہی کہ مشہور ہی کہ یوم ایفاے قسط کے روز بادشاہ وزیر سے حساب فہمی کرتے تھے اور جب تک زر قسط تمام وکمال ادا نہوتا نخاصہ تناول نکرتے تھے۔

سلطان الاخبار مین لکھا ہی کہ اُن کے وقت مین انتظام کا یہ حال تھا کہ صبح سے دوپہر تک کاغذات مالی وملکی اور دادخواہون کی عرضیان سُنتے اور خود بھی ملاحظہ کرتے سہ پہر کے وقت اور رات کو پرچہاے اخبار اور مستغیثون کی عرضیان جوالا پرشاد منشی سے سنتے اور اُنپر حکم لکھواتے لیکن اِن کے باپ کے وقت کے بعض قوانین وضوابط درہم برہم ہوگئے اُن مین سے ایک یہ ہی کہ ملازمون کی تنخواہ کا قاعدہ بدل گیا علاقے کے حکام نقد روپیہ دینے کی جگہہ اپنے اپنے ضلعون کی فوج کی تنخواہ مین گانون اور پرگنے لگا دیتے اور افسران سپاہ سے رسید لیکر نقدی کی جگہ خزانۂ شاہی مین وہ کاغذات بھیجدیتے اور اِس طرح اپنے آپ کو بیباق کر لیتے آخر کار زمینداروں اور تعلقہ دارون سے روپے کا وصول ہونا افسرون کی

سعی پر موقوف ہوگیا آخر سال تک وہ وصول ہوتا دوسری طرف رعایا کو افسرون کی تنگ گیری ورزیادہ ستانی سے بہت کچھ نقصان بہونچنے لگا کیونکہ وہ لوگ معمول سے زائد لینے لگے ابواب رسید اور قبضانہ کے نام سے بہت سا روپیہ علاوہ تنخواہ مقررہ کے باندھ لیا اور کمال بے رحمی سے رعایا سے وصول کرنے لگے ٹامس ریڈ ڈیوڈسن صاحب قائم مقام رزیڈنٹ نے بادشاہ کو اِس قاعدے کے بند کرنے کے لئے متواتر کہا لیکن بند نہو سکا کیونکہ بادشاہ خود بھی سخت گیر تھے ہر ماہ کی ۱۴۔ تاریخ کو زر اقساط کا داخل ہونا چاہتے تھے اور اہلکارون کی کاہلی کے روادار نہوتے اِسلئے کوئی اہلکار اِس کام کو اپنے ذمے لینا چاہتا نہ تھا اور افسران سپاہ کا تسلّط اور غبن ظاہر نکرتا تھا۔

امجد علی شاہ کا اپنے بیٹے کے ساتھ سلوک

محمد علی شاہ جب تخت نشین سلطنت اودھ ہوے اور امجد علی شاہ منصب ولی عہدی پر سرفراز ہوے تو محمد علی شاہ کی توجہ خاطر اپنے پوتے مرزا مصطفےٰ علی حیدر پر مبذول رہی کاروبار سلطنت مین بھی اُن کا دخل ہونے لگا جب دادا کے مزاج مین رسوخ زیادہ پیدا ہوا تو اپنے باپ امجد علی شاہ کے حالات نیک و بد بادشاہ کے کانون تک پہونچانے لگے بادشاہ کا مزاج بیٹے کی جانب سے کشیدہ ہوتا گیا۔ ایک مرتبہ امجد علی شاہ ولی عہد نے اپنی ماتحت ایک پلٹن کی تنخواہ مکرر تقسیم کرائی محمد علی شاہ نے اِسکا مواخذہ مہاراجہ بالکرشن سے کیا مرزا مصطفےٰ علی حیدر بھی رازدار اور خبررسان اس معاملے کے تھے اِس واقعے سے امجد علی شاہ کی طبیعت فرزند اکبر سے نہایت ناراض و برگشتہ ہوگئی جب تخت ریاست پر بیٹھے تو فرزند اکبر کو جو مستحق ریاست تھا منصب ولی عہدی سے محروم کیا

اور معین الدولہ میر عنایت علی اپنے ماموں کی حراست و نگرانی مین سپرد کیا معین الدولہ نے حسب منشاے بادشاہ چھاؤنی امام الدین خان عقب سعادت گنج مین اپنے مکان کے متصل مع عیال واطفال قیام کرایا اور نہایت حراست رکھی اور زر ماہانہ جو نہایت قلیل تھا خزانۂ شاہی سے بہراہ معین الدولہ کی معرفت اُنکو ملا کرتا تھا گذر اوقات بعسرت ہوتی تھی سوار ہونے کی اجازت نہ تھی لیکن محلات محمد علی شاہ وامجد علی شاہ سے بوجہ ہمدردی وجوش محبت مادری امداد ان کی اکثر ہوا کرتی تھی اکثر محلات سے پوشاک وخاصہ بھی آجاتا تھا جب امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور واجد علی شاہ نے علم شہریاری بلند کیا اوائل سلطنت مین بعض بدطینتون کی غمازی کی وجہ سے بادشاہ کا مزاج برادر کلان سے برگشتہ رہا یہانتک نوبت پہونچی کہ تجویز دگرگون فرمانے کا ارادہ کیا اور بڑے بھائی کے مکان مین آنے کا ارادہ کیا پھر رزیڈنٹ نے صفائی کرادی اور زر تنخواہ مین بھی کچھ ترقی ہوئی تشدد پہرہ وحراست بھی کم ہو گیا بہ نسبت عہد پدری کے زمانۂ حکومت برادر مین کسی قدر آسائش رہی۔ ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جب سرکار انگریزی نے ملک اودھ پر اپنا قبضہ کیا تو مرزا مصطفے علی حیدر بھی مطلق العنان ہوے اور حراست نہ رہی تنخواہ مقرر ہوگئی اور آزادی کے ساتھ بسر کرنے لگے اتفاقات وقت سے ۱۸۵۷ء مین غدر ہوا انگریزون نے حراست اور نگرانی خاندان شاہ اودھ کی بغاوت کے اندیشے سے مناسب سمجھی مرزا مصطفے علی حیدر کو بھی دوسرے شاہزادون کے ساتھ مقام بیلی گارد مین زیر حراست رکھا جب بیلی گارد خالی ہو گیا تو مصطفے علی حیدر کو اپنے ہمراہ لے گئے ۱۸۵۸ء مین جب بالکل بغاوت فرو ہوگئی تو حکام نے مرزا صاحب کو بھی اُنکے گھر پہونچایا عزت وآبرو کی تنخواہ ماہانہ مین اضافہ کر دیا۔

ہر روز بطور تفریح سوار ہونے لگے سلامت روی مزاج مین اس قدر تھی کہ ہر اعلیٰ وادنیٰ کے سلام کا جواب اپنے ہاتھ سے دیتے۔ جوان خوش رو و وجیہ تھے ایام حراست مین کبھی تاج زیب سر نہ کیا برہنہ سری مین شکر و سپاس جناب باری ادا کیا کیے جب سے بار حراست کی گرانباری دور ہوئی تاج پوشی اختیار کی صاحب اولاد تھے ۱۱۔ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ ہجری مطابق ۱۸۷۷ء کورہ پیماے جادۂ ملک بقا ہوے جس کا تاریخی شعر درج ذیل ہی۔

تمنّا سال ہجری بھی یہی ہے　　یہ جانِ پاک رضوان کو گئی ہے
۱۲۹۴ھ

عہد امجد علی شاہ کا اندھیر

رسالۂ صبح صادق مین قاضی محمد صادق اختر عہد امجد علی شاہ کا حال اس طرح لکھتے ہین کہ عمال نہایت بدسیرت ہین اپنے مطالب کے حصول کو آقا کے مطالب پر مقدم اور مرجح رکھتے ہین اور خرابی ملک و پامالی رعایا مین کوشان ہین اور کام یہان تک پہونچا دیا ہو کہ سیکڑون خون ناحق ہوتے ہین اور مکان ویران ہو رہے ہین اور یہ لوگ خزانۂ سرکاری کے خالی کرنے کی فکر مین ہین اور اپنا مکان بھرنے کے لئے کمر باندھ رکھی ہے اور اگر کسی طرح کا فتنہ و فساد پیدا ہو تو کوئی ایسی تدبیر نہین کرتے جس سے اصلاح حال ہوا ور حکم شیطان کو حکم سلطان پر ترجیح دی ہو اور اہلکار کچہریون کے اور مفتی اور حاکم ایسی رشوت ستانی مین مصروف ہین کہ اُن کو کسی کے حق سے کام نہین اور نہایت دروغگوئی اور حق پوشی مین مصروف ہین۔

سپاہ اور آمدنی ملک

امجد علی شاہ کے عہد مین فوج مین تین ہزار سوار اور اٹھائیس ہزار پیادے تھے آمدنی ملک ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ تھی۔

امجد علی شاہ کی وفات

یکم فروری ۱۸۴۷ء کو بادشاہ کی پشت پر دانہ نکل آیا دو تین دن اودیہ محللہ لگائین فائدہ نہوا آخر کار فصد لی گئی اور معلوم ہوا کہ وہ سرطان ہی بہت سے نسخے استعمال مین آئے مسہل لیے گئے مگر مرض ترقی پکڑتا گیا کئی روز علیل رہکر ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳-فروری ۱۸۴۷ء کو سنیچر کے دن اڑتالیش برس پانچ مہینہ بارہ دن کی عمر مین تخت سلطنت سے قدم اٹھایا اور جنت مکان کہلائے یمینڈو خان رسالدار کی چھاؤنی مین دفن ہوے دس لاکھ روپے تیاری مقبرہ اور امام باڑے کے لئے تجویز ہوے یہ عمارت واجد علی شاہ کے عہد مین تیار ہوئی حضرت گنج کے قریب موجود ہی۔ نام اسکا سبطین آباد ہی اور انھون نے یہان اپنا مقبرہ بنانے کے لئے وصیت کردی تھی یہ امام باڑہ چھوٹی شاہزادی صاحبہ کی ملکیت مین رہا دوکانات گرداگرد سے کرایہ آتا ہی داروغہ و دیوان خانہ و چند سپاہی و قرآن خوان مقرر ہین حسب زمانہ تعزیہ داری بھی ہوتی ہی مرمت و سفیدی کا بھی انتظام ہی۔ محاربۂ غدر تالیف میڈی لال مین مذکور ہی کہ سبطین آباد یعنی مقبرۂ امجد علی شاہ مین اب گرجا گھر قرار پایا ہے اور جسکو عوام غلطی سے چھوٹا امام باڑہ بھی کہتے ہین۔

اسکا مادۂ تاریخ آرام گاہ ظل اللہ ہے (۱۲۶۴)

تاریخ وفات امجد علی شاہ

روز شنبہ بست و ششم از صفر نزدیک شام — رشک مہ امجد علی سلطان ز سرطان شد بد

از وفور اشتیاق قصر اعلای بہشت — تختۂ تابوت را بر تخت شاہی برگزید

بہتر از قصر سلیمان یافت در جنت مکان — بہر خدمت حور و باغ از نخلۂ طلع بصید

چون ثریا جاہ از بے مہریِ ماہ صفر — ماہ وش رخت سفر در منزل سرطان کشید

خاک بر سر شد زمین و آسمان بارید خون — ماتمی شد شام و صبح از غم گریبان را درید

حق شنو حق کوش و حق گو حق شناس و حق پرست — حق نظیرش الحق اندر خلق بس کم آفرید

عابد و زاہد کریم و عادل و پرہیزگار — صرف اوقاتش بذکر و شغل قرآن مجید

روزہ دار و ہم نمازی حامی اسلام بود — خمس بخشید و زکوۃ و فطرہا در یوم عید

چار سال و یازدہ مہ حکمران در خلق ماند — در ثنا خوانیش تا حالست نزدیک و بعید

مصطفا و مرتضا و فاطمہ ابنا ہما — شافعش در محشر و حامی بود رب مجید

مصرعۂ از آسمان اختر شنید اندر غمش — مہر جاہ نامداری شد بسرطان ناپدید

ایضًا

زسال جنت مکانیِ شہ سوال و آتش نمود از دل — ندا رسیدش ز سوی رضوان بقصر جنت مکان دادش ۱۲۶۳

از مولوی سید احمد علی

عظّم اللہ مضجعہ (۱۲۶۳)

از سیّد حیدر علی

آہ چون امجد علی شاہِ زمان　　از تنِ عالم روان شد مثلِ جان
بہر سال رحلتش از روے دین　　گفت ہاتف یافت درجنت مکان
۱۲۶۳

دیگر

امجد علی شاہ زمان ماہ کرامت　　داخل جو ہوا برج فنا مین شہِ والا
پایا شرفِ قرب علیؑ اور محمدؐ　　چھبیسوین [۲۶] تاریخ تھی اور ماہ صفر تھا
انجم ہوے روپوش ہوا مصرعِ تاریخ　　سرطان سے وہ مہرِ جہان تاب نہ نکلا
۱۲۶۳ھ

دیگر از پناہ علی واثق

دریغ بست و ششم یکشنبہ سفر بماہ صفر نمودہ　　محمد امجد علی شہنشہ خدا بجنت مکان دادش
بہ زہد و تقوی و دین پرستی بحفظ صوم و صلوٰۃ خمسہ　　بہ ہدی خمس و زکوٰۃ بخشی نہ ماد در دہر مثل زادش
رحیم و خوش دل کریم و عادل حلیم و کامل سلیم و باذل　　باین صفاتِ حمیدہ مثلش جہان ندارد دگر بیادش
رواج شرع و عقائد دین بملک در عہد او چنان شد　　کہ مثل اسلام رغبت حق بہر غوی شد از اعتضادش
چنین جہان آن نیک طینت نہ گوش چشمی شنید و دیدہ　　معرف آمد تمام عالم بحسن تقوی و اعتقادش
باین شکوہ و جلال شاہی بفقر شرعی دلش مباہی　　بہ حفظ اعزاز اسوۂ دین بحال و دل بود اجتہادش
مہ جلالش ز اوج سرطان چو آمد اندر حضیض مغرب　　گلِ ہمیشہ بہار رحمت ملک برو بحد نہادش
درین سپنجی سرا فانی چنانکہ بودہ بقصر شوکت　　دہد بجنت مکان صدر و بخیر سازد خدا معادش
ز سال جنت مکانی شہ سوال واثقؔ نمود از دل　　ندا رسیدش ز سوے رضوان بقصر جنت مکان دادش
۱۲۶۳ھ

دیگر

شاہ عادل نیک خصلت نیک سیرت نیک خو ترک دنیا کرد در دلہاے مایان شد قلق
از سروشِ غیب پرسیدم چو تاریخ وفات گفت شاہ امجد علی جنّت مکان واصل بحق

امجد علی شاہ کے جانشین سے اُن کی تجہیز وتکفین کے مصارف کی اجازت کن الفاظ سے لی گئی

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ امجد علی شاہ کی لاش ابھی بے گور وکفن رکھی ہوئی تھی کہ اُن کے بیٹے واجد علی شاہ کی مسند نشینی کی خوشیان ہونے لگین۔ مسند نشینی کے جلسے کے وقت داروغۂ دیوان عام نے اُن کے والد کی تجہیز وتکفین کے لئے اِن الفاظ سے عرضداشت پیش کی کہ "ایک مسافر ملک ابد کا چند روز سے مقیم سرا ے فانی تھا اب عازم وطن اصلی ہے زاد راہ کی ضرورت ہے جو امداد ہو" ایک لاکھ روپیے عطا ہوے اور زر دستخط شدہ خزانۂ شاہی سے مرحمت ہوا۔

امجد علی شاہ کی اولاد خاص محل سے

خاتون معظمہ بادشاہ بہو نواب ملکۂ کشور فخر الزمانی نواب تاج آرا بیگم خاص محل بنت نواب امام الدین خان بن حسین الدین خان سے تین اولادین ہوئی تھین جنکی تفصیل آگے معلوم ہوگی نقش سلیمان مین ان بیگم کے باپ کا نام امام الدین خان ہی بتایا ہے اور دوسری تاریخون سے حسین الدین خان کی بیٹی ہونا پایا جاتا ہے اور وہ امام الدین خان کے بیٹے ہین۔ ان بیگم کا انتقال ۱۸۵۸ء مین شہر پیرس دار السلطنت فرانس مین ہوا۔

پیرس کے ایک مشہور قبرستان کا نام پیری لاچیز ہے یہان فرانس کے تین پریسیڈنٹ یعنی مسٹر پیر اور تھیرس اور فار دفن کیے گئے ہین اِس قبرستان کے شمالی ومشرقی جانب مسلمانون کا مقبرہ ہی اور یہین یہ بیگم بھی مدفون ہین۔ اِن کے بطن سے جو اولادین ہوئین اُن کے نام یہ ہین۔

(۱)۔ خورشید حشمت مرزا محمد واجد علی بہادر المخاطب ابوالمنصور سکندر جاہ سلیمان حشم صاحب عالم۔

(۲)۔ مرزا محمد جواد علی جرنیل سکندر حشمت دارا مرتبت اِن کی شادی نواب منیر الدولہ کی بیٹی سے ہوئی تھی یہ اپنی مان کے ساتھ پیرس گئے تھے اِن کے انتقال اور تجہیز و تکفین کے بعد فی الفور انگلستان کو مراجعت کی اور یہان آکر علیل ہوگئے اور مان کے انتقال سے ایک ماہ کے بعد مرگئے ہمراہی جنازہ پیرس کو لے گئے اور مان کے پہلو مین دفن کردیا۔

(۳)۔ اشرف النسا بیگم المخاطب بہ افسر بہو زوجۂ نواب سرفراز الدولہ ابن نواب منیر الدولہ افضل التواریخ مین انکا نام حسینی بیگم اور عرف چھوٹی شاہزادی لکھا ہی۔

اولاد صاحبات محل کے بطنون سے

(۱)۔ مرزا محمد رضا علی بہادر دارا سطوت اِن کی شادی انجمن آرا بیگم بنت نواب معظم الدولہ سے ہوئی۔ انھون نے ۱۳۰۸ھ ہجری مطابق ۱۸۹۱ء مین انتقال کیا میر خدا بخش کی کربلا مین مدفون ہوئے۔ یہ نواب خسرو بیگم ملکۂ گیتی کے بطن سے تھے۔

(۲)۔ مرزا محمد حسین علی بہادر سکندر قدر ان کی شادی افضل بیگم کے ساتھ ہوئی جو نواب ممتاز الدولہ کی بھانجی تھین انھون نے عارضۂ صرع سے انتقال کیا یہ بھی ملکہ گیتی کے بطن سے تھے۔

(۳)۔ سلیمان قدر مرزا محمد حسن علی بہادر ان کی شادی مرزا رفیع الشان کی بیٹی سے ہوئی یہ نواب ملکۂ عہد تاج مخدرات فغفور محل کے بطن سے تھے۔

(۴)۔ کسریٰ شکوہ مرزا محمد عباس بہادر یہ ۴۲۔ شوال ۱۲۵۹ھ ہجری کو پیدا ہوکر ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ ہجری کو فوت ہوے یہ بھی فغفور محل کے بطن سے تھے۔

(۵)۔ بہرام صولت مرزا مصطفیٰ علی خان بہادر یا مصطفیٰ علی حیدر خان بہادر ایک اور محل سے۔

(۶ و ۷)۔ افضل التواریخ مین صاحبات محل سے دو بیٹیان بھی لکھی ہین ان مین سے ایک حسام الدولہ کی زوجیت مین تھی اور دوسری امتیاز الدولہ کی۔

تتمہ۔ ۲۲۔ شعبان ۱۲۶۲ھ ہجری مطابق ۱۶۔ اگست ۱۸۴۶ء کو ایک کنجڑی بادشاہ کی منظور نظر ہوکر محل سلطانی مین داخل ہوئی اور نواب امتیاز النسا بیگم خطاب پایا۔

سلطان عالم واجد علی شاہ ابن امجد علی شاہ

پہلا باب بادشاہ کی حُسن پرستی اور عیش و عشرت کے جلسون اور شباب کی کیفیت مین

واجد علی شاہ ۱۰- ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۸ ہجری یوم سہ شنبہ کو پہر دن چڑھے شبستان عدم سے انجمن وجود مین آئے تھے۔

تاریخ تولد از راے جھبّن لال متخلص بمعجز

آسمان جاہ و ثریا منزلت — میرزا امجد علی فرّخ نژاد
دید در مشکوے دولت روی ماہ — غیرت برجیس و مہر بامداد
شمع بام جان چراغ زندگی — جلوہ گر شد در شبستانِ مراد
گفت جھبّن لال معجز از طرب — قرۃ العینِ پدرِ عالی نژاد ۱۲۳۸

انکی تربیت علمی امداد حسین خان اتالیق موروثی سے ہوئی۔
محمد علی شاہ کی سلطنت کے وقت اُنکا خطاب ناظم الدولہ محمد واجد علی خان بہادر تھا پھر خورشید حشمت مرزا محمد واجد علی خان بہادر خطاب ہوا۔ ابتداے شباب مین کہ سبزہ آغاز ہوا تھا ولیعہد ہو کر ابو المنصور سکندر جاہ سلیمان حشم صاحب عالم ولیعہد مرزا محمد واجد علی بہادر خطاب ملا۔

واجد علی شاہ کے مردم دیدہ کو چھٹپن سے نظارہ پری رخسارونکا بھاتا تھا

بادشاہ نے اپنے شباب کی کیفیت ایک مثنوی مین موزون کی ہے اُسکا اقتباس یہ مؤلف آویزۂ گوش مشتاقان تاریخ کرتا ہے۔ اور کہین کہین اُس کے شعر بھی بعینہ بر محل نقل کرے گا۔ بادشاہ کا تخلص اختر ہے۔ بہت سے حالات اُن کے بباعث شدت بے اعتدالی کے قلم انداز کرنے پڑے جو کچھ کہ لکھتا ہون مین یہ بھی لائق تحریر نہین سمجھتا لیکن اس نظر سے بیجا نہین کہ جو لوگ خار ہزل سے گلُ عبرت چُنتے ہین اُنھین اس مین سے ایک مشہور بادشاہ کے حالات دیکھکر نصیحت حاصل ہوگی۔

اُس سلیمان مرتبہ بادشاہ کی طبیعت نہایت عشرت پسند اور اختراع دوست تھی جب عمر کی پانچوین سالگرہ پڑی تو رحیمن نام ایک چہل سالہ پر گوشت فربہ بدن عورت کے گہوارۂ آغوش مین راحت وآرام کے پینگ بڑھے۔

تلذذ تھا اور کچھ نہ تھا زینہار　　فقط اُس سے تھا لطف بوس وکنار

خوشی عیش وآرام آٹھون پہر　　نشاط اور عشرت تھی شام وسحر

جب عمر نو برس سے متجاوز ہوئی اور دسوان برس شروع ہوا مردم دیدہ کو نظارہ پری رخسارون کا پسند آنے لگا اور نقد دل خرید متاع محبت کی طرف ہاتھون ہاتھ جانے لگا ناگاہ ایک عورت امیرن نام چالیس برس کا سن مفلس اصیل واجد علی شاہ کی والدہ کی نوکر تھی کم تنخواہ مگر بہت چالاک رنگین پوشاک تھی طائر دل کچھ دنون اُس کے دام گیسوے محبت مین پھنسا

اور ایسا اُلجھا کہ جب گیارھوین برس نے کسی قدر آمد شباب کا رنگ جمایا تو طبیعت مین اور اُمنگ بڑھی۔

طبیعت نے پیدا کیے اور رنگ
پسند آئے دل کو حسینونکے ڈھنگ

حسب اتفاق ایک پری تمثال نبو صاحب نام شیدی سلطان کی بیٹی سی سالہ صاحب شوہر سے آنکھین دوچار ہو گئین۔

فقط مادر اسکی تھی ہندی نژاد
اسی سے ملاحسن اُسکو زیاد

یہ عورت واجد علی شاہ کی والدہ کے پاس مغلانیون مین نوکر تھی سیاہ قد خوش اندام گھونگروالے بال تھے۔

عجب دست و پا اُنگلیان نرم نرم
کہین پنجۂ مہر تابان سے گرم

وہ لب جس سے لعلِ بدخشان خجل
وہ دندان کہ گوہر ہوے منفعل

قیامت وہ ابروے پیوستہ تھی
کہ قیدِ دو عالم سے وارستہ تھی

غضب آنکھ شوخی مین تھی بے مثال
جہان چوکڑی بھول جائے غزال

پڑھی تھی وہ کچھ کچھ کلامِ الٰہ
عبارت مین ہندی کی تھی دستگاہ

فن دوخت مین چست وہ خوش صفات
مگر قطع کرتی تھی رختِ حیات

تماشش آشنا گنجفہ باز تھی
وزیرون مین فردون مین ممتاز تھی

غرض اُس کی اُلفت اثر کر گئی
محبت مرے دل مین گھر کر گئی

بڑھا ہمدگر ظاہری اختلاط
اِسی طرح برسون رہا ارتباط

الگ ہم سے وہ ماہ پیکر رہی
رہی ہمرہی پر نہ کہکر رہی

اِسکے بعد بنو صاحبہ کی چھوٹی بہن حاجی خانم پر دل مائل ہوا اِس عورت کی

عمر بائیس ۲۲ سال کی تھی اور گود مین ایک بچہ بھی تھا۔

بہت شوخ تھی گرم تھی شنگ تھی	سرِ دست چندے وہ خوشرنگ تھی
عجب پیچ در پیچ تھے موے سر	کہ تھا رشک سے سنبلہ چرخ پر
عجب خوشنما تھا وہ قدِ دراز	ادا بھول جائے جہان سروِ ناز
وہ زیبندہ تھی ابروون کی کجی	جہان ماہِ نو حسن کا ملتجی
بلا خیز چشمِ سیہ فام تھی	کہ گردش مین وہ دورِ ایام تھی
نظر مین نہ آتا تھا موے کمر	کہین میرے مضمون سے باریک تر
جو دانتون کو دیکھا یہ شبہہ ہوا	کہ خالق نے مونھ موتیون سے بھرا
لبون پر مسی یون نمایان ہوئی	کہ اظہارِ شامِ غریبان ہوئی
وہ سرمہ کہ تھا صاف شامِ امید	سیہ روز جس سے ہوا روسفید
غرضکہ پڑی جبکہ پہلی نظر	نشانہ ہوا تیرِ غم کا جگر
پلک کام کرنے لگے تیر کا	کیا کاٹ ابرو نے شمشیر کا

اِس شعلہ رخسار کا دل پروانہ بنا مگر عزیز و اقارب کے خوف نے ہاتھ کو جوشِ وحشت مین گریبان تک پہونچنے ندیا آتشِ محبت دامنِ دل مین پوشیدہ رہی کہ اِس کشاکش امید و بیم مین ایک عورت **امانی خانم** نام کے توسط سے حاجی خانم سے کلام محبت ہونے لگے امانی خانم کی عمر چالیس برس کی تھی اور رنگت بھی سیاہ تھی مگر اُس کو خود اپنے حُسن پر غرور تھا اور یہ منظور تھا کہ حاجی خانم کو بالاے طاق رکھے اور خود عشق بازی کرے غرضکہ یہ ہنگامۂ عشق نہایت گرما گرمی پر تھا کہ اِس درمیان مین بتو صاحبہ کی ایک کنیز سے رنگِ محبت جما اُسکی عمر کوئی چودہ سال کی تھی

الٰہی خانم نام تھا فیض آباد کی رہنے والی تھی جب وہ غریب الوطن اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو ہاتھی دانت کی ایک کنگھی اور ایک انگوٹھی اُس کو واجد علی شاہ نے نشانی کے لیے دی۔

واجد علی شاہ کا بیاہ

جب پندرہ برس کی عمر ہوئی تو واجد علی شاہ کی شادی کی فکر ہوئی پہلے پھوپھی کی بیٹی سے نسبت کی بات چیت ہوئی مگر اس لڑکی کے ساتھ واجد علی شاہ کے بھائی سکندر حشمت منعقد ہوگئے پھر دوسری بار سیف الدولہ میر ہادی چکلہ دار گونڈہ و بہرائچ فرزند سید زین العابدین کی بیٹی کے ساتھ تجویز ہوئی مگر صورت ظہور جلوہ آرا نہوئی۔ پھر تیسری مرتبہ میر کلن کی بیٹی کے ساتھ جو کہ خواہر نسبتی امجد علی شاہ کے بطن سے تھی نسبت کی گفتگو ہوئی چونکہ یہ لڑکی برص کے عارضے مین مبتلا تھی اس وجہ سے اسکے ساتھ نسبت نہ ٹھہری آخرکار چوتھی بار نواب علی خان بہادر ابن اشرف الدولہ احمد علی خان بہادر خلف وکیل السلطنت مدار المہام نواب مدار الدولہ مختار الملک سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۵۳ھ ہجری مین منگنی قرار پائی اور مانجھے کی رسم وقوع مین آئی اس مانجھے نے رشتہ داری طرفین کو وہ کاٹ دکھایا کہ انھین دنون مین اُدھر سلطان بیگم اور ادھر واجد علی شاہ کے چچا ناصر الدولہ کا انتقال ہو گیا دو مہینے کے بعد رسم عقد و جشن شادی کے بعد زہرہ و مشتری برج مواصلت مین مشرف ہوئے اور چھے مہینے بے ششش و پنج عیش و عشرت مین گذرے اعظم بہو ان دولھن کا خطاب ہوا۔ ابتک نصیر الدین حیدر سلطنت اودھ پر فرمانروا تھے

کہ ۴۔ربیع ۱۲۵۳ہجری کی شب کو اُنکا انتقال ہو گیا اور واجد علی شاہ کے دادا نصیر الدولہ مسند نشین ہو کر معین الدین محمد علی شاہ کے لقب کے ساتھ ملقب ہوے واجد علی شاہ کی تنخواہ پانسو روپے ماہوار قرار پائی اور چار سو روپے محل کے مصارف کے لئے مقرر ہوے چونکہ واجد علی شاہ کی طبیعت حُسن پسند تھی پرستاران محل پر نظر خواہش پڑنے لگی دیدۂ و دانستہ یہ معاملہ اعظم بہو کی آنکھون مین صورت خار کھٹکا اِس بدگمانی کی وجہ سے چند گلبدن عورتین جو شوخ و طرحدار تھین گلشن محل سے خار و خس کی طرح نکالی گئین مگر واجد علی شاہ کا بلبل چشم پردے مین حسن کی نظارہ بازی سے باز نہ آیا۔شادی کو جب ایک سال مُنقضی ہوا تو اعظم بہو کا نخل بطن بارور ہوا یعنی نونہال نے گلشن ہستی مین قدم رکھا محمد علی شاہ کے حکم سے شادمانی کی نوبتین سر ہوئین اور واجد علی شاہ کو حسب معمول خلعت اور خورشید حشمت خطاب عنایت ہوا اور اُس فرزند کا نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر نام رکھا پھر دوبارہ ۱۲۵۵ہجری مین اعظم بہو کے بیٹا پیدا ہوا تو اُس فرزند کا فلک قدر خطاب ہوا۔

موتی خانم پر عاشق ہونا

واجد علی شاہ کا عالم شباب جوش پر تھا اور اُنکی عمر سترہ برس کی ہوئی اُسوقت مین موتی خانم ایک حسین عورت چھریرہ بدن سبزہ رنگ چیچک کے داغ آنکھون پر کہ نصیر الدین حیدر کی پرستارون مین تھی واجد علی شاہ کے پاس نوکر ہوئی۔

بظاہر تھی وہ صرف خدمت گذار | باخفا ملاطفت بوس و کنار

اعظم بہو کو جب یہ خبر پہونچی تو وہ عورت قریب سے دور کی گئی۔اِس قصے نے یہانتک

طول کیا کہ واجد علی شاہ کے باپ امجد علی شاہ کا جو ابھی ولی عہد تھے عتاب نازل ہوا اور اُنھون نے فرزند کا سلام و مجرا بند کردیا۔ اُدھر دریاے جوش محبت سر سے گذرا اور رنج بڑھنے لگا۔ آب و طعام چھوٹا طاقت گھٹی آخرش محبّت پدری نے جوش مارا وہ معشوقہ باپ کے حکم سے واجد علی شاہ کی شمع خانہ بنی مگر کچھ دنون کے بعد اِس خیال سے کہ والد کے مزاج کی رنجیدگی اچھی نہین اُسکو گھر سے نکالدیا مگر اُسکی مفارقت نے دل مین وہ درد پیدا کیا کہ طبیعت مضطرب ہوگئی۔ اِسی عالم دیوانگی مین رنگ شاعری چمکا اور دیوان عاشقانہ مضمون کا موزون ہوا رفتہ رفتہ اِس فرط وحشت مین طبیعت اعظم بہو کی طرف سے پھر گئی۔

رُکاوٹ کے سامان نمودار تھے غبار و کدورت کے انبار تھے

اِس کیفیت سے اعظم بہو کو اطلاع ہوئی صاحب شعور تھی دل مین سوچی۔

مداواے سوزِ جگر چاہیے لگی آگ گھر مین خبر چاہیے

چونکہ اُنکو خاطر شکنی واجد علی شاہ کی گوارا نہ تھی۔ دل مضطرب کو ہاتھ مین تھانبا اور پاؤن کو راہِ اطاعت سے باہر نہین رکھا۔ اعظم بہو کی عمر کا ابھی بارھوان سال پورا نہوا کہ پھر تیسری بار۔

ھوا بارور نخل اعظم بہو یہ لایا ثمر نخل اعظم بہو

جب یہ خبر محمد علی شاہ کو پہونچی تو شادمانی کی نوبتین سرکرائین اور اُس نونہال کو کیوان قدر خطاب دیا۔

صاحب خانم پر عاشق ہونا

واجد علی شاہ کے باپ امجد علی شاہ کی نوکر ایک نہایت حسین عورت تھی جس کا نام

صاحب خانم تھا اُسی زمانے مین کہ اعظم بہو سے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تھا واجد علی شاہ کا رنگ محبت اُس سے جما اور نظر خواہش اُسپر جا پڑی اِس کا سن دسال کوئی بیس برس کا تھا چونکہ یہ محبوبہ گنجفہ بازی مین سر برآوردہ تھی چند روز مین اُس سے رابطۂ محبت بڑھا۔ محبت کے اظہار ہونے لگے۔

لگا کر کبھی پان لاتی وہ محبت کا بیڑہ اُٹھاتی تھی وہ

اِس معاملے سے اعظم بہو کو اطلاع تھی کیونکہ یہ چرچے محل مین پھیلے ہوئے تھے مگر اُس بیوی کے تیور میلے ہوئے وہ معشوقۂ شعلۂ رخسار واجد علی شاہ کی آتش محبت مین اِس قدر سوختہ دل تھی کہ ایک روز گرمجوشی محبت سے عالم بیقراری مین ستار کی سندری آگ مین لال کی اور اپنی اُلٹی ران پر دھر لی۔ اِنھین دنون مین بطن اعظم بہو سے ایک دختر پیدا ہوئی مرتضی بیگم اس کا نام رکھا مگر چالیس دِن زندہ رہکر مرگئی اِنھین ایام مین کہ ۱۲۵۸ھ ہجری تھے محمد علی شاہ کا جام ہستی لبریز ہوگیا۔ اور واجد علی شاہ ولیعہد بنے۔

واجد علی شاہ کی عمدہ بیگم سے ملاقات ہونا

ابھی صاحب خانم کی ملاقات کا بازار گرم تھا کہ ایک زن حسین خوش وضع عمدہ بیگم نام سے رنگ صحبت جما صاحب خانم نے خار کھانا شروع کیا۔ عمدہ بیگم کے سبب سے صاحب خانم سے ملاقات ترک ہوئی اور بڑی وجہ ترک ملاقات کی یہ تھی کہ اُس نے شوہر اول سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔

ننھی بیگم بنت انشاء اللہ خان شاعر سے عشق بازی۔ عمدہ بیگم کو زوجہ بنانا اور ننھی بیگم کو بھی گھر مین ڈال لینا۔

انشاء اللہ خان خلف میر ماشاء اللہ خان جو نواب سعادت علی خان کے عہد مین ایک نامی شاعر گذرے ہین اُنکی تین بیٹیان امجد علی شاہ کے محل مین نوکر تھین تینون خوش گلو شیرین ادا تھین مرثیے سوز مین پڑھتی تھین۔ بڑی بیٹی کا نام حیدری بیگم منجھلی کا محمدی بیگم چھوٹی کا ننھی بیگم تھا ننھی بیگم اور واجد علی شاہ سے بازار محبت گرم ہوا اور صورت ملاقات اس وجہ سے ظہور مین نہ آئی کہ پیشتر اس سے ایک کسبی سحر طراز و نام صاحب جمال جو گانے بجانے مین مشتاق تھی موضع باڑی کی رہنے والی مستاجری پیشہ دیہاتی کسبیون مین ممتاز حسب اتفاق واجد علی شاہ کے چھوٹے بھائی سکندر حشمت کی محفل شادی مین موجود تھی عمر اُسکی سترہ برس کی تھی جوانی کا جوبن صورت آفتاب چمکا ہوا تھا واجد علی شاہ کی آنکھین جب اُس سے دوچار ہوئین تو اُسکے عشق کا تیر ان کے سینے مین پار ہو گیا مگر باپ دادا کے خوف و خطر سے آرزوے مواصلت دل ہی دلمین رہگئی وصل حاصل نہوا اس کسبی کے ولولۂ جوش مین ننھی بیگم کے بادۂ الفت سے مدہوش ہو گئے۔

اسی وجہ سے گرم صحبت ہوئی ملاقات اُنسے غنیمت ہوئی

مگر نقش خواہش نہ جما اور واجد علی شاہ کے دل مین یہ بات جم گئی کہ عمدہ بیگم کو ایک محل بنا لیا جائے عمدہ بیگم سے اس قدر ربط بڑھا ہوا تھا کہ آٹھون پہر مین فرقت ایک دم بھی گوارا نہ تھی اور یہ اشعار اُنکی زبان مبارک سے ہین۔

کسی کام کا دھیان آتا تھا　　سلام پدر کو بھی جاتا نہ تھا
یہ مانوس اُن سے دل زار تھا　　فقط چار ساعت کا دربار تھا
یہانتک وہ دل و جانسے مفتون تھا یہ　　کہ لیلیٰ تھی وہ اور مجنون تھا یہ

تیر آرزو نشانے پر پہونچا کہ وہ محل مین داخل ہوئی اور تمام سامان عشرت جواہرات اور پشمینہ وسیم وزر اُسکے لئے مہیا ہوا اور **خرد محل** مشہور ہوا ننھی بیگم کو یہ معاملہ بڑا شاق گذرا اور خاص محل یعنی اعظم بہو کو بھی عمدہ بیگم کے اس اختصاص نے آتش رشک سے جلایا مگر اُنھون نے اس آتش سوزان کو شعلہ زن نہونے دیا ضبط کیا۔

جلا دل نہ لیکن زبان سے کہا　　اگر کچھ کہا آسمان سے کہا

اِس کیفیت کو ڈیڑھ مہینہ گذرا اور ننھی بیگم کی آتش رشک تیز ہوئی اور طبیعت ہاتھ سے جاتی رہی مکان چھتر منزل کے سر برج چاہا کہ فرش زمین پر گر کر جان دین واجد علی شاہ نے دوڑ کر ہاتھون ہاتھ تھام لیا اُس دن سے اُنکا بہت پاس کرنے لگے اور محل کرنیکا اُنسے وعدہ کیا کہ انھین دنون ننھی بیگم کی ایک دختر سہ سالہ احمدی نام جو شوہر اول سے تھی نہنگ اجل کا نوالہ ہوئی القصہ ننھی بیگم کو بھی رشتۂ محل مین منسلک کیا زر وسیم اور پشمینہ تمام اسباب عشرت اُنکو بھی دیا پندرہ روز تک اُن کی بھی گرم بازاری رہی۔

واجد علی شاہ کا وزیرن طوائف پر عاشق ہونا اور فراق مین از خود رفتگی کے قریب پہونچ جانا۔ اور واجد علی شاہ کا دو ناچنے والی عورتونکو موُنھ بولی بہن بنانا

ایک دن محفل رقص و نشاط مین واجد علی شاہ کے بھائی سکندر حشمت آئے برسات کا موسم تھا اُنھون نے ولی عہد بہادر سے عرض کیا کہ مین نے ایک نہایت حسین عورت

طلب کی ہی کہ آپ اسکو دیکھکر نہایت محظوظ ہون گے یہ سُنکر واجد علی شاہ ہزار دل سے مشتاق نظارہ ہوے تمام رات اختر شماری مین کٹی دوسرے دن جب جلسۂ رقص وسرود کی صحبت آراستہ ہوئی اور سکندر حشمت بہادر بھی آئے تو ناگاہ ایک عورت پری چہرہ نہایت چست وچالاک دل آویز اداؤن کے ساتھ سرخ پشواز مصلح دار اور زرد اطلس کا پاجامہ پہنے ہوئے کمی سفرد ائی ہمراہ عشوۂ وناز کرتی حاضر ہوئی اٹھارہ برس کا سن تھا وزیرن اُس کا نام تھا اُسکی ماں کو بی جان کہا کرتے تھے قصاب کے پُل کے قریب اُس کا گھر تھا چونکہ واجد علی شاہ کی طبیعت حُسن پرست تھی تیر جگر دوز محبت سینے پر بیٹھا اور ہاتھ سر ہوش وعقل سے اُٹھا۔ مگر عزیز واقارب معزز وممتاز اُس بزم مین شریک تھے ہاتھون ہاتھ دل مضطر تھام کر رہ گئے ضبط کیا دم تک نہ مارا

جنون نے گریبان کی درخواست کی ‍‍ وہ صحبت اُسیوقت برخاست کی

پھر دوسرے روز بھی صحبت رقص وسرود کی آراستہ ہوئی وزیرن کے جوش محبت نے واجد علی شاہ کے دل مین ایک درخت جمایا اور حضرت جنون نے دامن وگریبان پر دست درازیان کین اور رنگ سرخ زعفرانی ہوا نجم النسا نام بیگم خطاب پینتالیس برس کا سن وسال علی نقی خان ابن محمد علی خان کی نسبتی بہن (سالی) محل مین داروغہ تھی یہ عورت نہایت عقیل وفہیم تھی اُسپر قلبی اُلفت کی کھُل گئی۔ یہ پروانے کے مانند واجد علی شاہ پر نثار تھی اور اٹھارہ چوسر والیان اُسی کے ذریعہ سے نوکر تھین ایک دن واجد علی شاہ نے تخلیے مین ساری کیفیت اُس سے بیان کی۔ نجم النسا ہزار دل سے جان فشانی مین مصروف ہوئی۔ امین الدولہ جو امجد علی شاہ کے وزیر تھے واجد علی شاہ کے اُستاد تھے اُنکی سفارش سے ایک

سیّد میر مہدی نام واجد علی شاہ کی سرکار مین پہلے عہدۂ داروغگی سے سرفراز تھا پھر
امین الدولہ کی سعی سے کسی قدر اور ترقّی کر گیا جب میر مہدی پر واجد علی شاہ کی وحشت
طبیعت کا رنگ کھلا اُسکو بہت افسوس ہوا- دو ناچنے والی عورتین امن یہ امامن
دیہاتنین کہ پیشتر رئیس فرخ آباد کی سرکار مین ملازم تھین اور روزگار نے اُن کے
کارخانے پر جو خاک ڈالی وہ صحبت برہم ہو کر لکھنؤ مین تباہی کی ماری ہوئی ہو تچین
اور ولی عہد بہادر یعنی واجد علی شاہ کی سرکار مین نوکر ہو گئین دونون آپس مین حقیقی
بہنین تھین ان کی مان کا نام مجو طوائف تھا انکے باپ کو نتھو کہا کرتے تھے
اور اُس کا غلام علی نام تھا غلام رضا اُن کے بھائی کا اور گھمن بہنوئی کا نام
تھا اور حقیقی چچا غلام نبی کہلاتا تھا اور غلام حیدر ان ماہ پیکرون کے مامون کا
نام تھا- یہ دونون رو کش مہر و ماہ نجم النسا کے ہمراہ تھین اور شب و روز خدمت گذاری مین
حاضر رہتی تھین یہانتک کہ واجد علی شاہ کو ان سے اُنس و محبت بڑھی اور اُن کو
مونھ بولی بہن بنایا- غرض واجد علی شاہ نے وزیرن کے اس عالم درد و فراق مین
بہت سی ٹھمریان سوز و گداز کی بھری ہوئی جو مضامین حسرت آمیز سے خالی
نہ تھین موزون کین ناچار نجم النسا اور امن و امامن اور میر مہدی یہ چار ون
شخص جنپر واجد علی شاہ کی طبیعت موزون کا رنگ کھلا تھا وزیرن کے
لانے کی کوشش کرنے لگے اور نجم النسا ایک دن بی بی جان کے گھر تک پہونچی
حسب اتفاق وزیرن کی طبیعت واجد علی شاہ کی محبت کی طرف مائل پائی-

عجب سانحہ یہ خداداد تھا | کہ خود صید تھا وہ جو صیاد تھا
جو بی جان کی ان تھی پری کی دلبر | وہ غرّان ہوئی صورت ماده شیر

پھرین دم بخود ہو کے نجم النسا — کہ موقع سخن کا نپایا ذرا
مجھے آ کے دیکھا تو یہ حال تھا — کہ بالکل پریشان احوال تھا

القصہ امن وامامن اور نجم النسا تینون وزیرن کے مکان سے لوٹین اور واجد علی شاہ کو تسلی دینے لگین اور کہنے لگین ایسا نہو کہ یہ کثرت وحشت تمھاری کوئی فسانہ اُٹھائے اور پرچہ اخبار بادشاہ (امجد علی شاہ) تک پہونچائے۔ بعد اسکے تین شخص ایک غلام علی نام بہارالدولہ خطاب بھرمار پلٹن کے سالار دوسرے میر اکبر علی نام اکبرالدولہ خطاب کارپرداز دیوان عام تیسرے میر مہدی مخاطب بہ امیرالدولہ اس کام پر مستعد ہوے کہ وزیرن سے ملاقات کی کوئی سبیل نکالین مگر اُس پری رخسار کی مان سدراہ تھی اسلیے ناوک تیر نشانے پر پہونچا نہ تھا پھر دوسری بار نجم النسا اُسکے گھر گئین مگر بی جان نے صورت مواصلت نہ نکلنے دی بلکہ اُسنے یہ صاف کہدیا کہ میرے گھر آپ کبھی نہ آئیے گا۔ ناچار نجم النسا مایوس پھری اور ساری کیفیت واجد علی شاہ سے ظاہر کی واجد علی شاہ نے میر مہدی کو بلا کر ساری کیفیت سے مطلع کیا اور کہا کہ جب تک وزیرن نہ آئیگی ہین نے ترک آب وطعام کیا مگر اُنھون نے بھی اس بات مین کسی قدر تامل کیا اور کہا کہ حضرت ایسا نہو کہ بادشاہ پر یہ کیفیت کھل جائے اور تازہ آتش فساد سر اُٹھائے غرض اسی قیل وقال مین ایک مہینہ گذرا اور ناتوانی نے زیادہ ہاتھ پانون نکالے اور تدبیرین کارگر نہوئین۔ غم مفارقت سے جان زار پر آبنی تو واجد علی شاہ مکان بادشاہ منزل مین پہونچے اور گلزار منزل نام جو اُس مکان مین کمرہ تھا اُسکی تمام کھڑکیان بند کین۔

ہوئی کثرت حسرت و آرزو — یہ چاہا کہ تجھسے ہون سرخرو

زمین خون ناحق سے گلزار ہو کہ گلزار منزل بھی گلزار ہو

پریخانے کا آراستہ ہونا اور پریوں کی مختصر کیفیت

جب حور و پری رخسار عورتین جمع ہوئین جنکی صحبت زنانہ مزاجی اور بے ہمتی اور بزدلی پیدا ہونے کی محرک تھی تو واجد علی شاہ نے ایک مکان جسکا خطاب **پری خانہ** تھا آراستہ کیا۔ اُس مین ایک حوض سنگ مرمر کا تیار ہوا۔ لب حوض چینی کے گلدستے اور گرد اس کے تختون کا فرش اور اُس فرش پر ایک پلنگ مرصع کار بچھا ہوا عجب بہار دیتا تھا اُس پری خانے مین قیمتی اسباب سجایا گیا۔ پری خانے کے دروازے پر ترک سوارنیان پہرے کے واسطے مقرر ہوئین مجال نہ تھی کہ کوئی اُسکے اندر بے حکم قدم رکھ سکے مگر داروغہ نجم النسا اور راسن وغیرہ اور حور نژاد پریان اور غلام رضا اور گھمن اور چھجو اور ثابت علی وغیرہ تعلیم دینے والے تجلی افروز پری خانہ ہوتے تھے اعظم ہو اسباب پری خانہ کی مہتمم تھین کئی لاکھ روپے سالیانے کا خرچ تھا اب بعض پریون کا نام بھی سنو۔

(۱) یاسمن پری یہ ایک عورت پردہ نشین تھی۔ میر اکبر علی کے ذریعہ سے محل مین آکر کھل کھیلی اور **یاسمن پری** خطاب پایا۔

(۲) **سلیمان پری** سے خانۂ عشرت رو کش قاف بنا۔

(۳) نجم النسا کے ذریعہ سے **عزت پری** کا ستارہ صحبت مین چمکا۔

مگر یہ تینون پریان گانے بجانے سے بے بہرہ تھین اس وجہ سے واجد علی شاہ کا دست خواہش انپر دراز نہین ہوا۔

(۴) دلربا کسبی جو دلربا بائی مین مشہور تھی اور حیدری نام تھا اُسنے اپنی چھوٹی بہن کو بڑی چالاکی سے حاضر حضور کیا بوجہ کم سنی کے علم رقص و سرود سے محض ناواقف تھی لیکن بوجہ خوبصورتی کے **سلطان پری** خطاب دیا تھا۔

(۵) محبوب جان طوائف مرزا مہدی داروغۂ چکلہ[1] کے ذریعہ سے عہد ولی عہدی مین حاضر بزم عشرت ہوئی چونکہ ولی عہد بہادر کی طبیعت عالم شباب مین حسن پسند تھی جلسے مین داخل ہوگئی **ماہ رخ پری** اُسکا نام قرار پایا ایکدن واجد علی شاہ عالم ولیعہدی مین بادشاہ کی طرف سے خدمت قلمدان سے سرفراز ہوے بگھی پر سوار اپنے باپ امجد علی شاہ کی خدمت مین جاتے تھے محبوب جان کی مان مستغیث ہوئی اور گھوڑون کے روبرو لوٹ گئی اور محبوب جان کی طالب ہوئی یہان طبیعت آئی ہوئی تھی پانسو روپے اُسکو دیکر رضامند کیا

سلطانی پری خانے سے پریون کے نکلنے کی ممانعت ہوجانا کیونکہ وہ اپنے گھرون کو جاکر وہان یارون سے مزے اُڑایا کرتی تھین

دو خواجہ سراے حبشی امجد علی شاہ نے ولی عہد بہادر کو عنایت کیے تھے اُن مین سے ایک کا نام فیروز تھا اُسکی عمر چالیس برس کی تھی وہ نمک خوار بنکر نعمت خانے کا داروغہ ہوا۔ دوسرے کا نام بشیر تھا عمر اُسکی پچاس سال کی تھی امجد علی شاہ نے اُسکو خلعت نظارت عنایت کیا یہ خواجہ سرا نصیر الدین حیدر کا غلام اور ناظر محل تھا پھر محمد علی شاہ کے رشتۂ ملازمت مین گرہ بند ہوا پہلے کسبی محلون کی نظارت سپرد ہوئی پھر گھنڈی والون کی پلٹن اُسکے حوالے کی گئی یہ بشیر نہایت چالاک تھا

[1] دیکھو علم جہان — بزبان انگریزی ۱۲۱۱

میر مہدی اور نجم النسا سے درپردہ نفاق رکھتا تھا اُسنے پریونکا اکھاڑہ جنپر واجد علی شاہ کی بے حد عنایت تھی درہم برہم کردیا تفصیل اسکی یہ ہی کہ ایک دن بزم رقص و سرود منعقد تھی کہ ایک گلرخسار حیدری خانم نے واجد علی شاہ سے گھر جانے کی اجازت چاہی بشیر نے عرض کیا کہ یہ ارباب دغا پیشہ دشمن وفا گھرون مین جاکر بازاری مزے اڑاتی ہین اور زر و جواہر جو حضور سے دستیاب ہوتا ہی وہ یارون کے صرف مین آتا ہی نجم النسا مال سرکار مفت برباد کرتی ہے گو واجد علی شاہ اِن شمشیر ابروُون کا دم محبت بھرتے تھے لیکن جب یہ جوہر ذاتی اُنکے کھُلے حکم دیا کہ کوئی پری رخسار سلطانی پری خانے سے باہر جانے نہ پائے یہ حکم سُنتے ہی وہ پری وشین مضطر ہوئین اور قیام دائمی سے گریز کیا۔ آخرکار رازِ نہان دہان زخم کی صورت کھل گیا۔ تیر ممانعت کی نشانہ ہوئین۔

نکلنا محل سے اُنھین تھا محال ہوا جلسۂ عیش مین یون ملال

وزیرن کسبی سے عشقبازی۔ شب کو خفیہ عظیم الدولہ کے مکانپر وزیرن کی ملاقات کے لئے واجد علی شاہ کا جانا۔

وزیرن نام لکھنؤ کی ایک کسبی واجد علی شاہ سے رسم نامۂ پیام جاری رکھتی تھی اُس سے بھی حضرت کو محبت اور دلی تعلق تھا ایک دن بزم رقص مین یہ کسبی ناچ رہی تھی اور سکندر حشمت واجد علی شاہ کے بھائی اُنکے پاس بیٹھے تھے اتفاقاً باتون باتون مین اُن کی زبان سے یہ تازہ مضمون کھلا کہ مجھ سے بھی یہ کسبی رسم نامہ پیام رکھتی تھی مشہور ہے فرقۂ کسبی ناآشنائے محض ہے اُس سے دریافت کیا گیا تو انکار

کردیا کہنے لگی مین خواب مین بھی سکندر حشمت بہادر سے خبر نہین گو سکندر حشمت کی منظور نظر تھی مگر صاف چشم محبت پھر گئی اور نجاب کی وجہ سے اُسکے چہرہ کا رنگ زرد ہوگیا خار کھا کر اُس جلسے سے اُٹھ گئی بزم رقص برہم ہوئی مگر واجد علی شاہ کا دِل اُس محبوب جان کی زلفون مین دربردہ مبتلا ہوا اُسکا مکان گولہ گنج مین تھا حضرت نے اُس سے اقرار کیا کہ مین عظیم اللہ کمیدان کے گھر مین جو تمھارے مکان کے قریب واقع ہے رات کو کسی دن آؤنگا اور وہان بیٹھکر تم سے ملاقات کرون گا یہان جگہ موقع کی نہین وعدہ مضبوط تھا ایک روز شب کو پوشیدہ پالکی مین سوار ہوکر نجم النسا کے ساتھ کمیدان کے مکان پر گئے سید علی نقی خان سے پہلے ملاقات اِسی مکان مین ہوئی تھی۔ وزیرن کے انتظار مین واجد علی شاہ کی آنکھین نرگس کی طرح وا تھین مگر دربردہ مشغلہ ستار سے تھا کہ وزیرن بھی حاضر ہوگئی اور نصف شب سے زیادہ بڑے عیش و عشرت مین گذری کہ یکایک کالی گھٹا پیدا ہوئی۔ بارش کے خوف سے واجد علی شاہ وہان سے اُٹھ آئے۔ کئی دن اسی طرح صحبت ملاقات رہی۔

بزم عشرت آراستہ ہونا۔ پری پیکرون اور ڈھاریون کا رقص و سرود کے واسطے جمع ہونا

امن و امان کا باپ نتھو اور اُن کا چچا غلام نبی اور اُن کا بہنوئی گھمن اور اُن کا ماموں غلام حیدر یہ چارون رقص و سرود کی تعلیم دینے مین اُستاد کامل تھے حاضر حضور ہوے اور اپنی نغمہ پردازیون کا حُسن خوش الحانی کے ساتھ آشکار کیا۔ نتھو اور گھمن نوکر ہو گئے اور چند ڈھاری بھی نوکر رکھے گئے۔ ثابت علی

اور چھجو نام دونوں حقیقی بھائی بھی آکر نوکر ہوے غرض اب شب و روز جلسۂ رقص و سرود گرم تھا۔

کتاب غنا وقت تقسیم تھی نیا مدرسہ طرفہ تعلیم تھی

رفتہ رفتہ نتھو کا رنگ بخوبی جما اور اُستاد بنا اُسنے علم موسیقی کو رونق دیکر الحان داؤدی اُڑایا اسی زمانے مین ایک شخص ۳۶ برس کا سن نہایت قوی جوان آکر نوکر ہوا کوتاہ قد فربہ بدن خوش مزاج لطیف ظریف تھا۔ ایک دن آہو کے سینگ کو ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس کو ہر وقت حکم حضوری حاصل تھا اِس کا نام غلام رضا تھا۔

عالم ولی عہدی مین مُنّا سے ملاقات کی تجویز

واجد علی شاہ کو ایام ولی عہدی مین یہی مشغلہ تھا کہ جس قدر عورتین پری رخسار نازک اندام خوش گلو گانے بجانے والی آئین جمع ہون اور اصطلاحی نام اُن کا معروضۂ اتحاد قرار پایا تھا۔ ایک دن نجم النسا اور راماں دامن سنے آکر عرض کیا کہ حضور مبارک ہو ایک معروضہ سراپا حسین نہایت طرحدار تیار ہے اُسکی عجب چاندسی شکل ہے سترہ سال کی عمر ہے گانے بجانے مین طاق ہے مُنّا نام ہے واجد علی شاہ کا عالم شباب بہار پر تھا کیفیت حُسن سُنکر ہزار جان سے عاشق نثار بن گئے مگر وزیرن آتش حسد مین سپند کی طرح جلنے لگی اُسنے تازہ آتش فتنہ مشتعل کی کہ جسکی وجہ سے وہ شعلۂ رخسار کچہری صدر مین گرفتار ہوئی اور میر مہدی کی معرفت اُسنے قید سے رہائی پائی اور پھر صحبت کا رنگ جما اور برج عشرت مین داخل ہوئی اور وزیرن پر برق مفارقت ٹوٹی کبھی تھی ہی پہلے علی بخش

اور نواب وزیر سے ربط پیدا کیا جب اُن سے صحبت برآر نہ ہوئی سید احمد نام مردہ جو
پچپن برس کا تھا اُس کے گھر مین جا پڑی۔

منّا کا اپنے گھر کو فریب سے جانا اور چھوٹے خان طبلہ نواز کی گرم بازاری

جب منّا مذکور شبستانِ عشرت کی شمع بنی امتیاز پری خطاب ہوا۔

وہ نظرون مین حضرت کی ممتاز تھی وہ عیّار و شوخ و دغا باز تھی

ایک طبلہ نواز چھوٹے خان نام اپنے فن مین بڑا ہوشیار تھا سُرخ و سفید قوی
پینتیس برس کا سن و سال شہر دہلی کا رہنے والا غلام علی کی معرفت آکر نوکر ہوا
اور یہان تک رسائی پیدا کی کہ غلام رضا کے رتبے کو پہونچ گیا۔ منّا کو اُس سے درپردہ
ساز تھا ایک دن رخصت لیکر اپنے گھر کو گئی جب دو دن وعدے کے زیادہ گذرے
نجم النسا اُسکے گھر گئی دیکھا کہ طبیعت اُسکی ہوا کے مانند پھری ہوئی ہے۔ پری خانے
مین آنے سے انکار کیا آخر یہ معاملہ واجد علی شاہ پر آشکار ہوا طبیعت بیمار کی صورت ہاتھ
سے جاتی رہی محمد حسین خواجہ سرا ے حبشی جسکی عمر پچیس سال کی تھی اور جو وجیہ النسا بیگم
زوجہ میر ہادی سیف الدولہ ناظم گونڈہ و بہرائچ کے پاس تھا اور فیروز خواجہ سرا کی
معرفت آکر نوکر ہوا تھا وہ حسب الحکم مُنّا کے گھر گیا اور اُسکو سبز باغ دکھا کر پریخانے
مین لایا لیکن وہ یہان آکر خوش نہوئی یہ صحبت اُسکے پہلو مین کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی تھی
ہردم آنکھون سے اشکون کی جھڑی لگی رہتی تھی آخر کار مجبور ہوکر دو چار دن کے بعد
واجد علی شاہ نے اُسکو اجازت گھر جانے کی دی اور ایک بے بہا انگوٹھی لماس سمیت ہاتھ آئی اور
ایک سال کے بعد وہ مدقوق ہوکر جہان سے گذری یہ شعر واجد علی شاہ کی زبان سے اُسکی نسبت ہے

دلم در غم او فرحناک شد | بگفتم کہ خس کم جہان پاک شد

چینی نام ایک کسبی کا پری خانے مین داخل ہونا

ایک دن پری خانے مین رقص و سرود کا جلسہ تھا کہ اُس گرماگرمی مین ایک کسبی گندمی رنگ تیس برس کا سن و سال نہایت ملیح شوخ طرحدار ناچ گانے مین یکتا پر بجانے مین آئی اُس کا نام چینی تھا۔ اور فیضو کسبی چونے والی اُسکی ماں کا نام تھا حضرت کی طبیعت اُسپر آگئی اور اُسکی طبیعت حضرت پر آگئی اُسنے اپنی ماں سے کہا کہ اب مین یہین رہونگی میری اور تمھاری اب علحدگی ہی دو توڑے زر نقد کے دیکر اُسکو رضامند کیا مگر یہ پرچہ امجد علی شاہ تک آگیا آتش غضب سلطانی مشتعل ہوئی اس شعلہ وش کو طلب فرمایا۔ عالم مجبوری تھا وہ معروضہ میر ہادی کے ساتھ بادشاہ تک پہونچا اُس نے صاف صاف بادشاہ سے ان ابیات کا مضمون عرض کیا۔

خوشی سے کیا مین نے ترکِ حرام | خدا شاد راضی رسول و امام
خوشی سے ولی عہد کے گھر پڑی | ستارہ شرف مین تھا قسمت لڑی

اسکے بعد اپنی ماں کا راضی نامہ حضور مین پیش کیا آتش قہر سلطانی اُس تقریر سے سرد ہوئی اور ولی عہد کی صحبت گرم ہوئی۔

حضرت عباس کی درگاہ کو پریونکا جانا

حضرت عباس کی درگاہ کو جو شہر لکھنؤ مین مشہور عام ہی روشنی مین نوچندی کی سیر کے لیے یہ سب پریان جو تماشا دوست تھین حسب اجازت آرائش کے ساتھ گئین

اور زیارت سے مشرف ہوئین۔ نجم النسا اور میر مہدی اہتمام کے لیے ساتھ تھے
پنجشاخون کی روشنی اس کثرت سے تھی کہ تماشائیون کو در پردہ لطف نظارہ بازی
حاصل تھا۔ کبھی آنکھیں لڑتی تھیں اور کبھی دل زلفون مین الجھتا تھا۔ غرض پہر رات گئے
وہ سواریان پھر کر محل مین داخل ہوئین۔ ان مین سے سلیمان پری کا رتبہ بڑھا زیور
مرصع کار اور زر نقد و جواہرات ہاتھ آیا سلیمان محل خطاب پایا اور مردم چشم کی طرح پردہ نشین ہوئی۔

سلیمان پری نتھی بیگم۔ نواب خاص محل صاحبہ معروف بہ اعظم بہو اور فرخندہ بخش سے واجد علی شاہ کے اولاد پیدا ہونا

سلیمان پری جسکو حمل رہنے کی وجہ سے سلیمان محل خطاب دیکر واجد علی شاہ نے
اپنا محل بنایا تھا اُسکے ایام موعود تمام ہوے تو لڑکی پیدا ہوئی اور نتھی بیگم جو بڑی
ممتاز اور صاحب جمال تھی اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب یہ اخبار فرحت آثار
امجد علی شاہ کے گوش گذار ہوے اُنھون نے نتھی بیگم پر بڑی شفقت فرمائی ایک
نتھ اُسکو مرحمت کی اور فرزند کو سپہر قدر کا خطاب دیا اور لڑکی کا خطاب سپہر آرا
مقرر کیا مگر نتھی بیگم کا لڑکا بہت قریب مر گیا اور اُس دختر کو امجد علی شاہ نے اپنی
بیٹی اشرف النسا بیگم المخاطب بہ افسر بہو زوجہ نواب سرفراز الدولہ کی آغوش راحت
مین ڈالا تاکہ اولاد کا داغ دل سے دور ہو یہ افسر بہو واجد علی شاہ کی حقیقی بہن تھین۔
اعظم بہو بھی حمل سے تھین جنکے فرزند پیدا ہوا۔ بزم جشن تولد فرزند ناچ رنگ سے
رونق پذیر ہوئی اور اس تہنیت مین توپین چلین۔ امجد علی شاہ نے اِس لڑکے کا
خطاب مرزا بیدار بخت مقرر کیا اِسکے بعد فرخندہ بخش کے حمل رہا وہ بھی نظرون مین

معزز اور صاحب عصمت ہوئی جب حمل کے دن پورے ہوئے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ امجد علی شاہ نے اُسکو شمس آرا بیگم خطاب دیا دو مہینے کے بعد اُس کا انتقال ہو کر آغوش لحد مین سوئی اِس سبب سے فرخندہ بخش خواص کی خواص رہی۔

پیاری عمدہ اور پیاری صاحب اور ایک خانگی عورت اور بندی جان اور حسینی کا داخل پری خانہ ہونا

حسین علی اور فیروز نے ایک حسین عورت جس کو پیاری عمدہ کہتے تھے پیش کی وہ پری خانے مین داخل کی گئی اور علم رقص و سرود کی تعلیم پانے لگی **شہنشہ محل** خطاب ہوا۔ پھر ایک حسین عورت پیاری صاحب خیالی ڈومنی کی بیٹی محمد حسین کے ذریعہ سے پری خانے مین داخل ہوئی خوش اداتھی تعلیم پاکر گانے مین یکتا ہوئی **معشوق محل صاحبہ** خطاب پایا۔ واجد علی شاہ کی طبیعت عہد ولی عہدی مین کہ عالم شباب تھا نہایت حسن پرست اور عورت دوست تھی ایک خوبصورت خانگی امن و امان کی بدولت اُنکی دولت ملازمت سے مالامال ہوئی وہی پریخانہ تھا اور وہی تعلیم رقص و سرود اسنے **پری پیکر حضرت محل صاحبہ** خطاب پایا[۱] پھر ایک گل اندام بندی جان نام حسین علی کی معرفت پریخانے مین آئی گانا بجانا سب کچھ آیا **دلدار محل** خطاب پایا یہ عورت نہایت خوش گلو تھی۔ پھر ایک عورت **حسینی** نام نجم النسا کی معرفت آکر حاضر محل ہوئی۔

---

[۱] دیکھو طلسم ہند ۱۲۔

اچھی صاحب نام ایک کسبی پر اثنائے رقص و سرود مین واجد علی شاہ کا عاشق ہو جانا اور اُس کا محل مین پڑ جانا اور پھر اُس سے ترک ملاقات ہونا

جب نُنھی بیگم کے بیٹا پیدا ہوا تھا تو جشن شادی کا بڑا سامان ہوا تھا بہت سی رنڈیان ناچ کے لئے بلائی گئی تھین۔ گلزار منزل مین ناچ رنگ کا جلسہ تھا پری رخسار رنڈیون کے طائفے جمع تھے اور ناچ ہو رہا تھا کہ ایک کسبی اچھی صاحب نام بیبا طوائف کی بیٹی سے واجد علی شاہ کی آنکھ لڑ گئی میر اکبر علی نے اُسکی مان کو زرِ نقد دیکر رضا مند کیا آخر محل مین پڑی معشوقۂ خاص بنی لیکن کچھ دنون کے بعد شب وصل کی صبح ہو گئی وجہ اسکی یہ ہی کہ واجد علی شاہ کا دل سرفراز بیگم پر جس کا خطاب سرفراز پری تھا زیادہ تر مائل تھا تیغ ابرو کا گھائل تھا اچھی صاحب آتش رشک مین جلنے لگی چونکہ اُس سے دل ہٹ گیا تھا آخر ترک ملاقات ہوئی۔

بعض مصاحبون کا تقرر

غلام رضا گویے کے باپ غلام علی عرف نتھو کی سفارش سے دو شخص ایک غلام نبی خان جو غلام رضا کا چچا تھا اور دوسرا غلام حیدر کہ غلام رضا کا مامون تھا ولی عہد بہادر کی سرکار مین آکر ملازم ہوئے اور چھوٹے خان طبلہ نواز کی سفارش سے گھسیٹا نام اُسکا بھائی اور غلام حسین کی معرفت محمد حسن جو اُسکا نسبتی بھائی (سالا) تھا نوکر ہوئے اور چھجو خان ڈھاری کے دو بھائی نثار علی اور ثابت علی اور حیدر علی خان کا بھائی خواج بخش سررشتۂ ملازمت مین داخل ہوئے اور ہر ایک کو مصاحب خطاب ملا۔

معشوق پری اور عزت محل سے واجد علی شاہ کے اولاد پیدا ہونا۔

نجم النسا کی وفات کے بعد امراؤ بیگم کا پریخانے کی داروغگی پر مامور ہونا

معشوق پری نے جو پریخانے مین رہتی تھی صاحب حمل ہونے کی وجہ سے محل عصمت مین جگہ پائی اور اُس سے بیٹا پیدا ہوا امجد علی شاہ نے اُسکا خطاب فریدون قدر مقرر کیا۔ پھر **عزت محل** سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور جعفر آرا بیگم بادشاہ کی طرف سے خطاب ہوا یہ دونون بچے دو ایک دن چھوٹے بڑے تھے۔ پھر اسی زمانے مین داروغہ نجم النسا جو دمساز و محرم راز تھی راہی ملک آخرت ہوئی یہ شعر حضرت کی زبان سے ہے

جُدائی کا مجھکو بڑا غم ہوا　　چراغ لحد داغ ماتم ہوا

نجم النسا کی وفات کے بعد کاروبار محل مین خلل واقع ہوے اسلئے میر مہدی کی معرفت وفا بیگ خان کی بہن امراؤ بیگم عہدۂ داروغگی پر مامور ہوئی یہ عورت قدسیہ محل زوجۂ نصیر الدین حیدر کے رشتہ دارون مین تھی ۳۵ برس کا سن فربہ بدن سرخ و سفید کلان چہرہ دراز قامت مگر حاجی شریف کی وجہ سے اُسکی داروغگی نے رونق نہ پائی

دو عورتون کا پریخانے مین داخل ہونا

نھی بیگم کی معرفت ایک کسبی کرم بخش والی نے پریخانے مین آکر امیر پری خطاب پایا اور فیروز نامی ایک کسبی اعظم ہو کے ذریعے سے آکر وزیر پری بنی۔

امراؤ نامی ایک کسبی پر عاشق ہونا اور اُس سے برجیس قدر نامی بیٹا پیدا ہونا

جب ماہ شعبان تمام ہوا تو ۱۳ رمضان کو مولود شاہ مردان شیر یزدان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دن قصر خاقان مین مجلس عشرت آراستہ ہوئی کثرت روشنی و آلات شیشہ سے وہ مکان سراپا نور کا گھر تھا لذیذ کھانے دستر خوان پر چنے ہوے رکھے ہوے تھے واجد علی شاہ بھی کہ ابھی ولی عہد تھے ہمہ تن لباس زرنگار اور زیورات مرصع کار سے آراستہ بیٹھے تھے جب رقص و سرود کی گرما گرمی ہوئی تو ایک کسبی امرائو نامی جسکی نائکہ کو عمدہ خانم کہتے تھے سامنے آئی وہ حضرت کی نظرون مین مردم دیدہ کی طرح سما گئی اور حضرت عشق نے آنکھین دکھائین چنانچہ وہ داخل محل ہوئی حضرت محل خطاب پایا اور حمل رہکر اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا امجد علی شاہ نے اس لڑکے کا خطاب برجیس قدر مقرر کیا اور بہت کچھ خوشی کی شلک تہنیت سرہوئی سنہ ۵۷ء کے غدر مین اِس برجیس قدر کو بلوائیون نے تخت سلطنت لکھنؤ پر بٹھایا جب سرکار انگریزی نے لکھنؤ کو فتح کرلیا تو برجیس قدر مع اپنی ماں کے نیپال کی طرف بھاگ گیا

فضہ حبشن اور یاسمن پری اور سرفراز پری کے حمل رہنے کا تذکرہ

فضہ نام حبشن جو خدمت شریف مین ممتاز تھی جب اُس کے آثار حمل ظاہر ہوے تو اُسکو پردے مین رکھا گیا حور محل خطاب ہوا بعد انقضائے ایام حمل جہان آرا بیگم لڑکی پیدا ہوئی اور یاسمن پری اور سرفراز پری جو پری خانے مین رہتی تھین اُنپر بھی حمل کا شبہہ ہوا اور وہ بھی پردہ نشین کی گئین مگر چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب خیالی باتین تھین اصلیت اُسکی کچھ نہ تھی اسلیئے وہ پردے سے باہر آنے لگین اور بدستور گانے بجانے لگین اور حور پری کے بطن سے ساتوین مہینے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن واجد علی شاہ کے نطفے سے نہ تھا۔ یہ لڑکا چالیس

دن کے اندر مر گیا - اِس پری کو رسم تعزیت مین ایک خلعت عطا ہوا اور اُس سے قید خلوت برطرف ہو کر پردے سے نکلنے کی اجازت ہو گئی -

کئی پریون وغیرہ کی زناکاری کی تحقیقات اور سزائین

مَمّن اور حیدری دو خواصین نجم النسا کے پاس رہا کرتی تھین واجد علی شاہ نے غلام حیدر چیلے کے ساتھ ممن کا نکاح کرا دیا اور حیدری سرکاری خواصون مین شامل رہی جب اسکے کچھ آثار حمل آشکارا ہوے تو واجد علی شاہ کو کمال حیرت ہوئی کوڑے کے زور سے اُس سے دریافت کیا کہ واقع مین یہ حمل کس کا ہی مثل مشہور ہی کہ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہی اُسنے مختلف باتین بنانا شروع کین جب زیادہ زجر و توبیخ کی شدت ہوئی تو بے محابا یہ مضمون اُسکی زبان پر آگیا -

کہا حمل ثابت علی خان کا ہی — خطا کی خطا کام انسان کا ہی

نہین مین فقط ایک تقصیر وار — کہ اِس دام مین اور بھی ہین شکار

چنانچہ حور پری ثابت علی خان سے گرفتار تھی آخر کار بوقت تحقیقات جب یہ خطاے فاحش ثابت ہوئی حیدری کے سر پر گذری محل سے اخراج ہوا اور حیدر فراش نجم النسا کے لیپالک پر بھی اِسکے ساتھ عتاب ہوا - پھر ایک ترک سوارنی عورت ہمراہی حاجی شریف نے ایک نیا مضمون پیدا کیا کہ ایک خط شوقیہ کسی عاشق زار کا لا کر حور پری کو دیا اِسکی عبارت نے وہ زہر بویا کہ حضرت تک خبر پہونچی جب ہنگامۂ تحقیقات گرم ہوا تو یہ بات کھلی کہ ایک حمامی کی طرف سے اُسنے یہ آتش فساد روشن کی ہے اِس جرم پر اُسکے سر کے بال منڈوا کر برطرفی کے ساتھ رسالے سے باہر کیا -

جب یہ اخبار مشوش واجد علی شاہ تک پہونچے تو وہ بہت ناراض ہوے۔ حاجی شریف کو قید کر دیا۔

بلقیس پری کا چوری کی علت مین نکالا جانا

واجد علی شاہ کی طبیعت کو مشغلۂ عورتون کا تھا ہی کہ ایک اور وضعدار عورت اعظم بہو کی معرفت داخل پری خانہ ہوئی بلقیس پری خطاب ہوا مگر خاصیت طبیعت سے نہ گئی اُسنے چند تعویذ طلائی فلک قدر کے گلے سے کاٹ لئے اِس جرم مین محل سے نکالی گئی۔

واجد علی شاہ کا سرفراز پری کے عشق مین مبتلا ہونا۔ اور بعض پریون کی بدکاری کی تحقیقات واجد علی شاہ کا پریون کی بدکاری کی وجہ سے غم و غصّہ مین بیمار پڑ جانا۔ اور سوزاک کا بھی عارضہ پیدا ہونا۔ واجد علی شاہ کا سرفراز پری کے عشق مین اپنی ران پر مُہنال[1] سے داغ لگانا۔

ایک کسبی مخاطب بہ سرفراز پری جو سر سے پانون تک سراپا حسن تھی حضرت اُسکے عشق مین اسقدر محو تھے کہ آبرو کا پاس جاتا رہا اور ایک تازہ گل کھلا تفصیل اسکی یہ ہی کہ میر احمد اور گوہر علی دو مرثیہ خوان نہایت خوش گلو تھے اِس پردے مین اُنکی ملازمت کا ٹھاٹھ جما اور گوہر علی کی صحبت نے وہ اثر پیدا کیا کہ واجد علی شاہ کو اسکی دُھن لگی۔

[1] مصحفی کا شعر ہی ۔ قلیان ہوا ہی جب سے لب یار کا ندیم ٭ مشتاق بوسہ کھتے ہین مُہنال بر نظر ٭

رات دن ہین ایک دم کی جدائی شاق تھی۔ یہانتک نوبت آئی کہ واجد علی شاہ نے اِس فن مین اُسکو اپنا شاگرد کیا اور خلوت تک پہونچنے لگا۔ ایک دن اُس مرثیہ خوان نے ایک عریضہ جس مین پریون کی شیطانی حرکتین حرف بحرف مذکور تھین پیش کیا اُس مین تحریر تھا کہ **شیشہ پری** نثار علی پر نثار ہی۔ اور **سرفراز پری** ثابت علی پر جان دیتی ہی اور **دلربا پری** کی غلام حسین سے آشنائی ہی اور **حور پری** کی بھی کسی سے لگاوٹ ہی۔

تامل کرین کچھ دنون گر حضور   دکھادون مین آنکھونسے یہ سب فتور

یہ مضمون وحشت انگیز سُنکر واجد علی شاہ کو بڑی پریشانی پیدا ہوئی تاب نہ آئی پریون کو اُن مصاحبون سمیت جنپر دیوانہ تھین بُلاکر جمع کیا کہ پردہ رُخ راز نہان سے اُٹھے لیکن گوہر علی خان اپنے عریضے کا ثبوت نہ دے سکا مُنھ کی کھائی۔ آبرو پر پانی پھرا۔ عزل نصیب ہوا۔ دربار سے اخراج ہوا مگر آتش غضب نے دربردہ واجد علی شاہ کا تن بدن پھونک دیا اور فرط غم و رنج نے صورت تپ ولرزہ پیدا کی۔ پریون سے آئینۂ دل پر کدورت تھی اور مصاحبون کی صورت سے نفرت تھی دفعۃً عارضۂ تپ پیدا ہوگیا چلنے پھرنے سے متعذر ہوے اُسپر سوزاک نے اور تازہ آگ لگا دی چھ مہینے کے بعد صحت حاصل ہوئی۔ مگر سرفراز پری کی الفت دل سے دور نہ ہوئی آخرکار **معشوقۂ خاص** کو تاب نہ رہی اُسنے واجد علی شاہ سے دلسوزی کی اور دل کے اضطراب و طبیعت کے پیچ و تاب کا حال دریافت کیا عالم مجبوری تھا ساری کیفیت سرفراز پری کی جو گوہر علی کی زبان سے سُنی تھی بیان کی معشوقۂ خاص پر بھی پریون کی ساری کیفیت قلعی کے مانند کھُلی تھی اُسنے بھی نمک تازہ کہنہ زخمونپر چھڑکا اور ایسی باتین بیان کین جنکے سننے سے پریون سے حضرت کا دل اُٹھ گیا مگر سرفراز پری کی آتش محبت رگ دل مین

ایسی یہ سمائی تھی کہ وہ معشوقۂ خاص کی آبیاری تقریر سے سرد ہوتی گو کدورت آئینۂ دل پر چھا گئی تھی مگر محبت بلا ہی سرفراز پری کا خیال دل سے نہین جاتا تھا یہ چند اشعار حضرت کی زبان سے اِس مقام پر موزون ہین -

ملی آخر اک روز تنہا وہ شوخ | کہ ہین تھا فقط اُس جگہ یا وہ شوخ
کیا مضطرب ہوکے ہین نے بیان | کہ اے بے وفا یار نامہربان
نظر تیری ناآشنا کب تلک | مرا دل اسیر بلا کب تلک
وہی تو پری ہی ہین دیوانہ ہون | وہی شمع تو ہے ہین پروانہ ہون

یہ مضمون گرما گرم سُنکر اُسنے قسمین کھانا شروع کین اور ہاتھ پنجۂ علم بردار کی طرف اُٹھایا - عالم شباب بھی حسن پرستون کے واسطے ایک بلا ہے سخت ہی واجد علی شاہ کا دل اُسکے عشق ہین مبتلا تھا اُسکی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لی اور منظور یہ تھا کہ اُسکو گرم کرکے جسم پر گل تازہ کھائین جب دن نکلنے لگا تو واجد علی شاہ اُٹھے چوکی پر رفع حاجت کے لئے جا کر پھر آئے حقہ طلب فرمایا چونکہ دل ہین آتش عشق کی لو لگی تھی چاہا کہ اُس شعلہ رو کی انگوٹھی چلم کی آگ پر گرم کرین مگر جوش اُلفت نے زبان حال سے سمجھایا کہ معشوقہ کی انگوٹھی آگ ہین رکھنا یہ تازہ داغ اپنے دل مجروح کو دینا ہی لیکن شعلۂ محبت کب دم لینے دیتا تھا اُسکے عوض حقے کی مہنال نکالکر چلم کی آگ ہین لال کی اور بائین ران پر داغ کھائے یہ سب رنگ حضرت عشق نے جمایا مگر اُس گل اندام ہین بوے اُلفت نام کو نہ تھی ایک دن اُس گلبدن نے بھی اپنی ران پر جا بجا داغ واجد علی شاہ کو دکھائے یہ رنگ دیکھکر اُنکی آنکھون ہین جوش محبت کی وجہ سے آنسو بھر آئے کچھ دنون کے بعد پریون نے یہ عرض کیا کہ سرفراز پری ہین

مطلق آپ کی اُلفت کی بو نہین۔ یہ سُنتے ہی کاوش خار غم دل مین پیدا ہوئی اور بیتابی نے ہاتھ پاؤن نکالے۔ پھر سر فراز پری کا ثابت الدولہ کے ساتھ مبتلا ہونا مسموع ہوا اور داروغۂ مکانات سے وزیر پری کی لگاوٹ سُنی گئی۔ پھر دلربا پری کی غلام حسین خان سے کیفیت آشنائی کی گوش زد ہوئی۔ لیکن وقت استفسار ہر ایک نے قسمین کھا کھا کر انکار کیا۔ آخر کار کوئی علاج اس درد سخت کا سوائے خاموشی کے نہ تھا۔ لیکن دلربا پری سے کچھ نگاہ پھر گئی۔ اور بازار محبت معشوقۂ خاص کا گرم ہوا اب سرفراز پری آتش رشک مین جلنے لگی۔ معشوقۂ خاص اور سرفراز پری مین یہان تک رنجش بڑھی کہ دونون مین دبابی تکرار ہوئی اور راز سربستہ کھُلنے لگے۔ معشوقۂ خاص عالم غصہ و غضب مین یہ کہکر۔

کیا مجھکو بے آبرو اسقدر ۔ نہ سجدہ کرون ہو جو کعبہ اُدھر

سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی پھر سلطان پری بھی اس عارضے مین مبتلا ہوئی لیکن داغ کندہ مہر کے ساق پا مین دکھا کر خط صفائی دستیاب کیا۔ اِدھر تو یہ کیفیت تھی اُدھر ایک حسین کسبی مراد بخش نام اَمّن کی معرفت آکر صحبت عشرت مین سرفراز ہوئی جب دو تین مہینے کے بعد آثار حمل ظاہر ہوے تو پردے مین جگہ پائی۔

پریخانے مین دیو نفاق کا گھُس جانا پریون کی آرایش مین خلل اندازی کی وجہ سے پریخانے کے مہتمم کی تبدیلی

بادشہ بخش اور دلربا پریان جو مبتلاے اتہام ہوئی تھین زیارت کربلاے معلی کے واسطے خواستگار رخصت ہوئین مگر حاصل نہوئی۔ ایسی ایسی باتین پریون کے

نفاق دلی کی وجہ سے ظہور مین آتی تھین ۔ واجد علی شاہ انپر از حد عنایت فرماتے اور طبیعت عالی اُنکی صحبت سے مالوف تھی پریون کی یہ باتین سنتے مگر اُنکی جدائی گوارا نہ تھی ۔ آخر کار پھر اُس پریخانے مین دیو رشک وحسد نے گھر کیا یعنی نواب خاص محل الملخاطب بہ اعظم بہو جو مہتمم پریخانہ تھین وہ آتش رشک مین جلنے لگین پریون کی آرایش مین خلل اندازیان شروع کین اور بے محل باتین درمیان مین آئین ناچار وہ اہتمام محمد حسین کے سپرد ہوا اور معتمد خطاب ملا ۔ اس معتمد محمد حسین خواجہ سرا کی معرفت دو خواجہ سرا جو سیف الدولہ میرہادی ناظم گونڈہ و بہرائچ کے زرخرید تھے آکر ملازم ہوے ایک کا نام ریحان تھا اُسکی عمر بائیس برس کی تھی دوسرے کو حاجی شریف کہتے تھے ۔ اسکی عمر پینتالیس سال کی تھی پہلے ریحان علی خان بنا اور دوسرا حاجی محمد شریف علی خان

واجد علی شاہ کا فارسی زبان مین قواعد ایجاد کرکے پہرہ دارنیونکو سکھانا

خواجہ سرا حاجی شریف اپنی چالاکی اور خوش فکری کے باعث منظور نظر ہوا اور اُسکو اُن تیس عورتون کی افسری مرحمت ہوئی جو چوکی پہرے کے واسطے نوکر رکھی گئی تھین اور وہ نہایت چست و چالاک تھین اُن کو فارسی زبان مین قواعد واجد علی شاہ کی ایجاد کی ہوئی سکھائی گئی ۔ کرنیل اور جان باز یہ دو لفظ حاجی شریف کے خطاب مین زیادہ ہوے ۔

بعض پریون کا پریخانے سے نکلکر نوجوان پرستی کرنے کے لئے کربلا جانے کا بہانہ کرکے رخصت چاہنا

بشیر اور فیروز کے سوا ایک خواجہ سرا بلال نام امجد علی شاہ نے عنایت کیا تھا

اُسنے ایک معروضے کے ذریعہ سے رخصت زیارت کربلاے معلی کی حاصل کی اُسکو دوہزار روپے زادراہ کے لئے عنایت ہوے وہ خواجہ سرا آمادہ سفر تھا دوسرے دن معلوم ہوا کہ سرفراز پری اور یاسمن پری اور ماہ رخ پری بھی مشتاق زیارت کربلاے معلی ہین مگر درپردہ ثابت ہوا کہ زیارت کے حیلے سے نوجوان پرستی کے لئے پرنچانے سے نکلنا چاہتی ہین اُن کو رخصت نہ ملی بلال کربلا کی طرف روانہ ہوا فضل خدا شامل حال تھا ایک سال کے بعد وہ دولت زیارت سے مشرف ہوکر واپس آیا اور پھر دوبارہ چھ مہینے کے بعد حاجی بلال نے وہی سوال زیارت موصوف کیا واجد علی شاہ نے پھر دوہزار روپے مرحمت فرمائے اور اِس خیال سے کہ ایسے نیک سفر سے روکنا خلاف مذہب ہی سرفراز پری اور یاسمن پری اور ماہ رُخ پری کو بھی چار چار ہزار روپے دیکر جانے کی اجازت دی اُنھون نے بھی سامان سفر تیار کیا اور روانگی کو آمادہ ہوئین پھر عذر مصنوعی زبانون پر لائین یہان کے سے مزے سفر دریا مین کہان تھے اُس عزم سے باز آئین مگر نامتاز رہین۔ حاجی بلال راسخ الاعتقاد تھا چلکر منزل مقصود پر پہونچا۔

ایک کسبی کا واجد علی شاہ کے محل مین شرعی حیلے سے بُلایا جانا

ایک کسبی پر واجد علی شاہ کا دل آگیا اور وہ بھی اُنپر فدا ہوگئی مگر ولی عہد بہادر بادشاہ کے خوف سے اُس کسبی کو اُسکے گھر سے نہین نکال سکتے تھے کیونکہ اُسکی نائکہ روکتی تھی میر مہدی نے یہ راہ نکالی کہ سید ابراہیم اور وہ کسبی دونون مجتہد کے پاس گئے اور بحکم شرع رشتۂ عقد مین پابند ہوے خوف نائکہ دل سے نکلا پھر سید ابراہیم نے آتے ہی اُس کو

طلاق دی جُدائی شاق تھی واجد علی شاہ کے محل مین اس فریب سے آپڑی سکندر بیگم خطاب پایا اُسکی نائکہ عمدہ خانم یہ سنکر اپنے جامے سے باہر ہوئی اُسنے امجد علی شاہ کے حضور مین استغاثہ پیش کیا کہ اس عہد معدلت مہد مین ولی عہد بہادر نے مجھپر یہ جبر کیا کیفیت استغاثہ سے مطلع ہوکر بادشاہ نے سکندر بیگم کو اپنے حضور مین بلایا چونکہ اُسکو حرام سے انکار تھا استغاثہ نامسموع ہوا۔

مجتہد صاحب نے جو ۲ شوال ۱۲۶۱ھ ہجری کو ایک معروضہ مین امجد علی شاہ بادشاہ کو لکھا تھا حتیٰ کہ بعض طوائف کسبیہ از کسب حرام محترز گشتہ دست بدامن پاک دامنی زدہ ومقید بر نکاح ومتاع گشتہ اند یہ اسی قسم کی کارگذاریون کے جوش وولولہ کا اظہار ہے واجد علی شاہ نے ایک باغ تعمیر کرکے سکندر بیگم کو عطا کیا تھا جو اُسی کے نام کی نسبت سے سکندر باغ مشہور ہوا

واجد علی شاہ کی ایک مونھ بولی بہن کی وفات

امامن نے جو امن کی بہن اور پریخانے کی مہتمم تھی انتقال کیا اس سانحہ سے حضرت کو بہت رنج ہوا۔ امامن

محمدی کہاری پر واجد علی شاہ اتنے فریفتہ ہوے کہ صبح کو اُٹھکر اول مُنھ اُسکا دیکھتے تھے

محمدی نام ایک کہاری جو پیشتر نصیر الدین حیدر کی نوکر تھی اب اس سرکار مین آکر نوکر ہوئی۔کہاری تھی سواری دی۔مگر علم عدولی کی کہ گھر مین پڑنا قبول نہ کیا۔ اس کی نرگس چشم اس قدر منظور نظر تھی کہ واجد علی شاہ صبح کو اُٹھکر اُسکا مُنھ دیکھتے تھے

اور خاصہ وہی کھلایا کرتی تھی مہری خطاب ملا۔

بعض نئی عورتون کا پریخانے مین داخل ہونا

بعض عورتون پر واجد علی شاہ کی خفگی

دو عورتین کم سن اعظم بہو کی معرفت آکر خواصون مین داخل ہوئین ایک نے شاہ بخش اور دوسری نے الطاف بخش خطاب پایا یہ بھی منظور نظر تھین مگر روبرو بیٹھنے کا حکم نہ تھا خلوت نشین تھین۔

محمد حسین خواجہ سرا کی معرفت ایک نمکین حبشن نے شیرین خطاب پایا پھر اِس شیرین کی وجہ سے دو حبشنین اور خواصون مین داخل ہوئین۔ اسی زمانہ مین چھوٹونڈیان جا مجد علی شاہ کی تھین واجد علی شاہ کی محبت کی نظرون سے گرین اُنکی طرف سے چند روز حضرت کی طبیعت پھری رہی آخر کار خاص محل کی سفارش سے پھر اُن کی صفائی ہوئی مگر جلگیری کدورت نہ گئی گو ظاہر مین عنایت رہی مگر باطن مین نفرت رہی۔

ایک عورت کا پریخانے مین پہونچکر نور افشان پری خطاب پانا

اس زمانے مین ایک عورت پریخانے مین داخل ہوئی اور نور افشان پری خطاب حاصل کیا اور تھوڑے دنون کے بعد زیارت کربلاے معلی کی طرف روانہ ہوئی۔

واجد علی شاہ کا اپنے سنت وجاعت مصاحبونکو شیعہ کرنا

عہد ولی عہدی مین واجد علی شاہ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ یہ سب مصاحب جو مذہب

سنت وجاعت رکھتے ہین شیعہ ہون آپ نے اُن سے کہا تو اُنھون سخت انکار کیا اس سائے کے نیچے کسی طرح نہین آتے تھے آخر بہت کچھ فہمائش کے بعد سب نے شیعہ بننا قبول کیا اور سید محمد کے گھر پر جاکر جو اُس زمانے مین مجتہد العصر تھے یہ مذہب اختیار کیا خطابون سے اس طرح مشرف ہوے۔ قطب علی خان کا نام غلام ید اللہ خان ہوا اور نتھو خان غلام علی خان بنے اور گھمن غلام حسین خان ہوے۔

ایک بھروپیئے سے مقابلے کے لئے آمادہ ہونے کے صلے مین واجد علی شاہ کا اپنے مصاحبون کو انعام اور جنگی سامان دینا

صحن باغ مین ایک بنگلہ فلک سیر نام نہایت آراستہ تھا اُس مین ایک دن واجد علی شاہ بیٹھے ہوے تھے ولی عہدی کا زمانہ تھا ابھی گھڑی دن باقی تھا کہ بارش شروع ہوگئی چند مصاحب ثابت علی خان غلام رضا خان۔ چھجو خان۔ اور قطب علی خان وغیرہ پاس موجود تھے اور رنگین رنگین حکایات کہہ رہے تھے کہ ناگاہ واجد علی شاہ کے اشارے سے ایک بھروپیا زخمی صورت خون ٹپکتا ہوا شمشیر بکف آیا اور اُسنے واجد علی شاہ پر حملہ کیا۔ اُنھون نے بھی تجاہل عارفانہ کرکے بیقراری اور اضطراب شروع کیا۔ غلام رضا خان اور چھجو خان اُٹھکر دست وگریبان ہوے قریب تھا کہ اُسکی تلوار جو لہو سے بھری ہوئی تھی چھین کر اُسکا کام تمام کرین مگر واجد علی شاہ سینہ سپر ہوے اُس بہروپ کی قلعی کھل گئی مگر کمر مین اُسکی ضرب آگئی لیکن قوت انعام نے تندرست کردیا اور اُسکو واجد علی شاہ نے نوکر رکھ لیا اور اُن خاص مصاحبون نے اس جان فشانی کی وجہ سے دل مین جگہ پائی۔

پان پانسو روپیہ ایک ایک کو عنایت ہوا اور تلواریں اور پنجون کی جوڑیاں اور ڈھالیں اور ولائتی بندوقیں مرحمت ہوئیں اور خاص مکان خوابگاہ مین پلنگ پر چوکی پہرا جان بازون کا مقرر ہوا

مہنک پری سے بیٹا پیدا ہونا

مہنک پری کو حمل رہگیا ابھی تک بے پردہ تھی باسکو پردے مین داخل کیا **افتخار النسا** خطاب ملا نو مہینے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن دو چار ہی دن زندہ رہا کہ آغوش دایہ لحد مین سویا۔

ایام بادشاہت مین ایک بیٹے کی پیدائش کی تقریب پر بادشاہ کا دفاتر مین رقص و سرود کے لئے حکم دینا اور مجتہد کا اُسکے بند کرنے کے لئے التماس کرانا

یہ بات دلچسپی سے سننے کے قابل ہے کہ ایکبار اُنکے کسی بیگم سے بیٹا ہوا یہ بادشاہی کا زمانہ تھا اُنھون نے اپنے ہاتھ سے مصلح السلطان کو یہ حکم لکھا:۔

مُصلح السلطان بہادر باہل دفاتر ابلاغ حکم نمایند کہ از روز یکشنبہ تعطیل تبقریب تہنیت تولد شاہزادۂ نونہال ریاض سلطنت و اقبال محفل نشاط رقص و سرود منعقد سازند شرف الدولہ لوازم طعام وغیرہ مایحتاج سرانجام نمودہ دہد بست و ہفتم شوال ۱۲۶۶ ہجری اسپر مجتہد العصر لکھتے ہین۔

باسمہٖ و سُبحانہٗ

مصلح السلطان بہادر احکام شاہی بارتکاب قصور مناہی در محکمہ جات رسیدہ الحال حکم

واجب اللا نقیاد جناب اقدس آلی با جتناب از رقص و غنا و ملاہی بارگاہ شاہی از جانب داعی بنا بر دولت خواہی باید رسانند و دستخط فقیر را بملاحظۂ معلّٰی بگذرانند و در امر حق اندیشہ نمایند و ما علی الرسول الا البلاغ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ ۲۸ شوال ۱۲۶۷ ہجری

باغ اور مکانات کا تعمیر ہونا

حضرت کو ولی عہدی کے وقت مین ایک باغ کی تعمیر و آرائش منظور تھی اُس کا اہتمام علی نقی خان کے تفویض ہوا اُنھون نے مسعود خان کو داروغہ کراکر اُس کام پر مامور کیا۔ وہ باغ نہایت تکلف سے آراستہ و تعمیر ہوا اُس مین ایک حوض بنایا گیا جسکا طول چالیس گز تھا اور عرض پندرہ بیس گز تھا اُس مین فوّارے لگائے گئے اُس باغ کو حضور باغ خطاب دیا۔ اور شہنشاہ منزل ایک مختصر سا مکان فصل سرما مین رہنے کے قابل اور اُسکے درمیان مین ایک چھوٹا سا حوض اور ایک مکان اُس کے مقابل فصل گرما کی آسایش کے لئے تیّار ہوا اِس دوسرے مکان مین ہر طرف سنگ مرمر کا فرش لگایا گیا اور مکان خاص اُس کا خطاب مقرر ہوا اور ایک مکان برسات کے موسم کے واسطے بنوایا اُسکے صحن مین بنگلہ طرحدار آراستہ کرایا اِس مکان کا نام فلک سیر رکھا اِسی کے اہتمام کی وجہ سے علی نقی خان نے وہ سرسبزی پائی کہ جزو کل کا مون مین اختیار کامل حاصل ہوا اُن کی امارت کی نوبت پہونچی مگر میر مہدی کو یہ رنگ خوش نہ آیا دل مین حسد پیدا ہوا کاوشین کرنے لگے۔

قیصر باغ

قیصر باغ ایک عمدہ تعمیر عہد واجد علی شاہ کی ہے یہ تعمیر ۱۲۶۴ھ مین شروع ہوئی تھی

اور سنہ ۱۸۵۰ء مین ختم ہوئی اور مع اسباب وسامان آرائش کے ۸۰ اسّی لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا وجہ تسمیہ اس نام کی بعض کتب تواریخ مین یون لکھی ہی کہ بادشاہانِ اودھ اپنی مُہر وغیرہ مین لفظ قیصر لکھا کرتے تھے کیونکہ قیصر خطاب بادشاہ روم کا ہی اور شاہ روم مسلمانون مین بڑا نامی بادشاہ ہی۔

اِس تعمیر کے بیان کرنے مین لازم ہی کہ ایک جانب سے بیان شروع ہو اور بہتر یہ ہی کہ دروازۂ شمالی وشرقی سے شروع ہو جو دروازہ روبرو اُس میدان کے واقع ہی جو سامنے تاراوالی کوٹھی کے تعمیر کیا گیا ہی اس دروازے کے آگے جاکر ایک صحن وسیع روبرو دروازۂ جلوخانہ کے ہے اس صحن مین سواری اور جلوس شاہی تیار ہوکر آراستہ ہوا کرتے تھے یہان سے آگے جاکر ایک دروازہ ہے اِسپر پردہ پڑا رہتا تھا اُس سے گذر کر چینی باغ ہے اس کا نام چینی باغ اِس واسطے تھا کہ اُس مین اسباب چینی کا باغ کی آرائش کے لئے تھا وہان سے آگے جاکر اور ایک دروازے سے گذر کر حضرت باغ ہے اس باغ کی جانب راست چاندی والی بارہ دری ہے اِس بارہ دری مین فرش نقرہ یعنی چاندی کا تھا اور اسی جانب خاص مقام بادشاہ منزل ہے جس مین بادشاہ بہ نفس نفیس رہا کرتے تھے اِس بادشاہ منزل کو نواب سعادت علیخان نے تعمیر کیا تھا اب واجد علی شاہ نے اُسکو اپنے نقشۂ قیصر باغ مین شامل کرلیا تھا اُس دروازے پر جس سے گذر کر قیصر باغ کو آتے ہین نواب علی نقی خان وزیر اس مراد سے رہتے تھے کہ ہمیشہ بادشاہ کے قریب رہین اور ہر وقت بادشاہ کی حرکات کی خبر رکھین جانب چپ اس مکان کے جو تعمیرات ہین یہ عظیم اللہ خان حجام شاہی نے بنوائی تھین اور بادشاہ کے ہاتھ چار لاکھ روپے کو بیچ ڈالی تھین اِن تعمیرات مین خاص محلات

شاہی اور خاص محل صاحبہ رہتی تھیں اور برجیس قدر کی ماں بھی اسکے ایک حصے میں رہتی تھی۔ یہان سے آگے چلکر ایک درخت ہے جسکے نیچے سنگ مرمر کا فرش کیا گیا ہے۔ اِس درخت کے تلے واجد علی شاہ جوگیا کپڑے فقیرون کی طرح پہنکر میلے کے دنون مین بیٹھا کرتے تھے یہان سے آگے بڑھکر لکھی دروازہ ہی جسکی تعمیر مین لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا اور اُسکے آگے چوک خاص قیصر باغ کا ہے جسکے گرد جسقدر مکانات ہین سب مین حرم شاہی رہا کرتی تھیں ماہ اگست مین یہان ایک بڑا میلہ ہوا کرتا تھا اور اُس مین سب شہر والے بغیر مزاحمت کے جانے پاتے تھے اِس سے آگے پتھر والی بارہ دری ہے جس مین اب تماشا گاہ مقرر ہوئی ہے اور لکھی دروازے کے غرب کی طرف قیصر پسند ہی جسکے گرد نصف دائرہ ملمع طلا کار بنا ہوا ہے اِسکو روشن الدولہ وزیر نصیر الدین حیدر نے تعمیر کیا تھا اور واجد علی شاہ نے ضبط کرکے معشوق السلطان اور محل خاص کو عطا کیا تھا اِس کا دروازہ بھی لکھی دروازے کی طرح ہے اِس مکان کے جانب راست ایک اور جلوخانہ اُسی قسم کا ہے جیسا کہ مشرق کی طرف بیان کیا گیا ہی انہین سے محلات مین گذر کر اور اُسکے پیچھے کی جانب چلکر باہر حدود قیصر باغ کے جو روبرو شیر دروازے کے ہے آتے ہین۔

تاریخ از شمشیر شاعر

چو قیصر باغ را تعمیر فرمود ۔۔۔ دلِ رضوان بہ حسنش گفت بارک

بصد جوشِ بہارش کلک شمشیر ۔۔۔ نوشتہ سال آن باغِ مبارک

۱۲۶۶

تاریخ نہر سنگین قیصر باغ جسکا خطاب چشمۂ حسن ماہ ہے

حضرتِ سلطانِ عالم ابر جود و بحر عدل ۔۔۔ ساحلِ دریائے رحمت قلزمِ حسنِ صفات

نہر سنگِ ابیض از حکمش بنا شد باب و تاب   صورتِ عینِ کرم شد چشمۂ بہر التفات
سال تیاری سروش غیب از شمشیر گفت   چشمۂ حسن آبروی منبع آب حیات
۱۲ ۶۹

تاریخ بارہ دری سنگین قیصر باغ

چون حضرتِ سلطانِ عالم شاہ اختر دین پناہ   واجد علی شاہِ زمن خاقان اہم قیصر حشم
فرمود این بارہ دری سنگین بصد خوبی بنا   از بہر تشریف آوری و مقدم شاہِ امم
از حسن نیت چونکہ نذر چاردہ معصوم شد   نظارۂ عتبات عالیات گردیدہ بہم
آید چو کس بہر زیارت اندران رضوان دہد   آواز طبتم فادخلوہا خالدین در ہر قدم
شمشیر چون تاریخ آن پرسید از روح الامین   گفتا مکرر از ادب قیصر ارم قیصر ارم
۱۲ ۶۹

تاریخ بارہ دری نگینہ والی واقع حضرت باغ

زہے قصر مرصع شد بحضرت باغ تعمیر   از امکان مے نماید ناز بر خلد برین ہند
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل   مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل
پے سالش چو جستم کلک شمشیر این رقم کرد   شد از بارہ دری با نگین در نگین ہند
۱۲ ۶۹
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل   مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

تاریخ دروازۂ اوّل قیصر باغ

ساخت قیصر باغ چون شاہِ زمان   شد درش رشکِ درِ باغ جنان
زد رقم شمشیر بر محراب آن   سالِ دروازہ درِ باغ جنان
۱۲ ۶۶

تاریخ دروازہ دوم

در باغ قیصر بلند در رفیع — کہ یابند ازان کیف زہاد و رند
درین باغ شہ منشیر کردہ چو فکر — ندا داد رضوان در باغ ہند
۱۲۶۶

قیصر باغ مین جوگیون کا میلہ

پریون کے جلسے نے واجد علی شاہ کو مرتبۂ سلیمانی بخشا رات دن رقص و سرود مین گذرتے تھے ایک ایجاد تازہ یہ رنگ لائی کہ اُنھون نے قیصر باغ مین ۱۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو جوگیون کا میلہ ترتیب دیا جس نے اِس میلے کا جشن اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا اُسکی چشم بینا پردۂ کیفیت سرور چھائی ہوگی اس میلے کا سامان اور تکلفات اور آرائش قیصر باغ اور جوگیے کسی طرح بیان مین نہین آسکتے جسکے بازار اور دوکاندار اُسی رنگ کے تھے ۔ بنیاد اس میلے کی یہ تھی کہ واجد علی شاہ کی چھٹی کی آرزو پر اُن کی ماں نے لڑکپن مین جوگیا لباس پہنایا تھا اُسکی سالگرہ اِس لباس سے ہوتی تھی بادشاہ نے عہد سلطنت مین میلہ قرار دیا جیسا کہ نادر العصر مین مذکور ہے اور افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ یون سنا جاتا ہو کہ اختر شناسون نے بادشاہ سے عرض کیا کہ زائچۂ ہمایون مین جوگ کا جوگ ہو رفع نحوست کی تدبیر واجب ہو اگر عہد سلطنت مین حالت فقیری اختیار کی جاے تو نحوست سعادت کے ساتھ مبدل ہوجائے بادشاہ نے بنظر دوراندیشی انجم شناسون کی تجویز کے مطابق بزم جوگ آراستہ کی جوگیا لباس زیب تن فرمایا قیصر باغ کو نمونۂ بہشت بریں بنایا ہر روش پر نغمہ سنجان پری پیکر سرخ پوش مثل حوران بہشتی ترانہ انگیز

اور رقاصان زہرہ جبین لباس زعفرانی پہنے ہمرنگ حجرہ نشینان فردوس طرب خیز کہین ارغنون کی صدا کہین نفیری کا شور کہین جلاجل کی ندا کہین آواز بلبلان کا زور چھوٹا بڑا پوشاک سرخ پہنے تھا تمام بیگمین اور اُن کی خواصین اس مین شریک تھین۔ بادشاہ خود جوگیون کا لباس پہنے کرسی سرخ وزرنگار پر زینت افزا تھے معشوقۂ خاص اور سکندر بیگم جوگنین بنین انیس الدولہ اور رضی الدولہ خاکستری لباس مین شریک جلسہ تھے تماشائیون کا ہر طرف اژدہام تھا ہر ایک جانب مجمع خاص وعام تھا اسّی ہزار وابستگان دامن دولت کو تین روز برابر طعام خوشگوار عطا ہوا دربار عام رہا۔ چھوٹے بڑے لڑکے بوڑھے امیر غریب جوگیا لباس پہنے ہوے شریک میلہ ہوے وجہ یہ تھی کہ سفید پوش قیصر باغ مین جانے نہ پاتا تھا رنگریز امیر ہوگئے۔

تاریخ میلہ

بقصر باغ چون سلطانِ عالم — نمودہ میلۂ رنگین و نادر
پے تاریخ این فرخندہ جلسہ — ندا آمد نشاط افزائے خاطر

اِس جوگیانہ جلسے کا ہر ساون کے مہینے مین دو تین برس برابر رنگ جما رہا۔

نوایجاد تماشا

اِس عہدِ دولت مہد مین ایک تماشا نوایجاد معروف بہ نوطرز مرصع بادشاہ کی طبع رنگین کی تجویز سے تماشاگاہ عالمِ اسباب مین ظہور پذیر ہوا۔ شیخ نظامی جسکی اکثر ظرافت مشہور ہین ریاست الدولہ کی نگرانی مین اسکا مہتمم رہا۔

چھوٹی صاحب طوائف کے اشتیاق مین سپاہیانہ لباس پہنکر روپ بدلنا اور اُسکے گھر پر جانا

چھوٹی صاحب طوائف ساکن گولہ گنج جو بڑی صاحب جان کی تھی اُسکے اشتیاق ملاقات مین سپاہیانہ لباس پہن کر واجد علی شاہ نے عالم ولی عہدی مین روپ اپنا بدلا۔

ہوئی سیف زیر بغل جلوہ گر ... تپنچے کی جوڑی تھی زیب کمر

اندھیری رات مین دو رفیق محرم راز ساتھ لیکر گولہ گنج مین چھوٹی صاحب کے مکان پر پہونچے یہان اکثر جوان مسلح بیٹھے تھے مگر واجد علی شاہ نے چوکھٹ کے اندر قدم رکھتے ہی بکشادہ پیشانی آگے قدم بڑھا کر ایک کرسی پر جلوہ فرمایا اور اُن ہمراہیون نے چھوٹی صاحب سے بیان کیا کہ یہ صاحب تازہ وارد شہر دہلی کے امیرون مین صاحب رتبہ ہین اور سوارون کے رسالے کے افسر ہین ان دنون شہر لکھنؤ مین مقیم ہین چونکہ عاشق مزاج حسن پرست ہین تمھاری کشش محبت یہان کھینچ لائی یہ سُنکر چھوٹی صاحب نہایت لطف سے پیش آئی عطر اور پان کا رنگ جمایا کچھ گانے بجانے کی چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ایک بلی بھی اُسکے گھر مین تھی موتی نام تھا کمال خوشرنگ و خوش صورت وار جب اس جلسے مین پہر رات باقی رہگئی عمر خان تھانہ دار وہان پر نازل ہوا اور چاہا کہ قدم زینے پر رکھے مگر اُس عیار نے کوئی فقرہ تازہ دیکر آئی ہوئی بلا کو سر سے ٹالا واجد علی شاہ بھی موقع پاکر اُسکی انگوٹھی نشانی کے واسطے لیکر رخصت ہوئے ابھی زینے سے اُترکر چند قدم باہر رکھا تھا کہ علی بخش کی سواری دوچار ہوگئی چونکہ اُس سے چھپنا منظور تھا ایک دوکان مین بچالا کی چھپکر مع الخیر اپنے محل مین پہونچے۔

چھوٹے خان اور واجد علی شاہ کا اِس بات پر شرط بدنا کہ جسکو خوبصورت کسبی پسند کرے وہی طرحدار ہی اور واجد علی شاہ کا چھوٹے خان سے بازی جیت لینا

ایک مکان وزیر منزل نام شہنشاہ منزل کے قریب تعمیر تھا اور اُسکے سامنے ایک قبر شہید مرد کی واقع تھی اُسپر پیپل کا درخت سایہ افگن تھا حسب اتفاق واجد علی شاہ اُس مکان مین مقیم تھے ولی عہدی کا عالم تھا ایک مصاحب چھوٹے خان نام ہمنشین تھا۔ یہ اشعار واجد علی شاہ کی زبان سے موزون ہین۔

ادھر حُسن صورت مین ہین انتخاب　　اُدھر سمجھا وہ آپ کو لاجواب

ہوئی بحث اک دن اِسی بات مین　　چلی چوٹ بزم ملاقات مین

آخر یہ ٹھہری کہ ایک حسین کسبی طلب ہو جسکو وہ پسند کرے وہی وضعدار ہے چنانچہ ایک دن رات کے وقت ایک کسبی نہایت حسین جسکی خرچی ایک اشرفی تھی طلب کی گئی اور چھوٹے خان پرتکلف لباس پہنے عطر مین بسا ہوا اُسکے ساتھ ایک دلکش مکان مین گرم اختلاط تھا کہ واجد علی شاہ کلاہ سادہ سر پر چادر سفید زیب کمر اُس جلسے مین پہونچے اُسوقت چھوٹے خان نے بڑی شکست پائی یعنی نگاہ محبت اُس کسبی کی واجد علی شاہ سے لڑی صورت خوب اور وضع خوشنما اُنکی پسند آئی۔

شیشہ پری کے ساتھ نثار علی خان کے ہم بستری کرنے کا مقدمہ

ایک دن واجد علی شاہ بزم نشاط مین مصروف عیش وطرب تھے اور ناچ گانا ہو رہا تھا کہ

معشوقۂ خاص نے آکر خبر دی کہ یہان آپ تو سیر باغ مین شگفتہ دل ہین اور وہان نثار علی شیشہ پری کے ساتھ شیطانی حرکتین کر رہا ہے ابھی بات ناتمام تھی کہ شیشہ پری بھی دُلھن کی صورت آراستہ سائے کی شکل معشوقۂ خاص کے پیچھے آپہونچی بالمشافہ وہ باتین جو کانٹے کی طرح واجد علی شاہ کے دل مین چُبھ رہی تھین زبان پر آئین مگر شیشہ پری کچھ دیوانی نہ تھی قسمین کھاکر اُنکے غضب سے محروم رہی۔ معشوقۂ خاص نے خون جگر کھایا اور کچھ بن نہ آیا۔ مگر عمدہ نام کہاری نے جو شیشہ پری کی خدمت گذار تھی ظاہر کیا کہ اسمین کچھ شک نہین کہ وہ نثار علی سے سلام و پیام رکھتی ہے۔

مصاحبون کو میر الامرائی وغیرہ کے منصب اور عہدے تقسیم کرنا باغ اور مکانات تیار کرانا

اب طبیعت واجد علی شاہ کی انتظام امور امارت و عمارت کی طرف مائل ہوئی میر مہدی کو امیر الامرا خطاب عنایت ہوا اور جعفر علی انشا پرداز اُنکی نیابت مین سرفراز ہوا۔ چھوٹے خان کو کبوتر خانے کا داروغہ بنایا اور شیخ محمد اُسکی پیش دستی مین مقرر ہوا اور غلام رضا خان تو مسلم کے سپرد عمارت کا کام ہوا اور کاشی رام مصور کو اُسکی نیابت ملی معتمد علی خان کو اہتمام خزانہ سپرد ہوا اور حسین علی بیگ معتمد علی خان کے ذریعہ سے قصر خاقان اور شہنشاہ باغ اور مکان جہان نما کا مہتمم مقرر ہوا اور علی نقی خان کی سفارش سے مسعود کو حضور باغ کا اہتمام سپرد ہوا۔ اور چھوٹے خان کو خاص محل سے تعلق ہوا۔ اور معشوق پسند اور عاشق پسند اور چپ منزل اور راست منزل اور قصر بلند اور قصر بیضا اور دل پسند یہ مکانات ثابت علی خان کے سپرد ہوے اور مکاندار بھی اُسی کے حوالے تھے بعد اسکے یہ حکم ہوا کہ ایک باغ جو گلشن ارم کا داغ دینے والا ہو تیار کیا جائے

معتمد علی خان اور غلام رضا خان اور ثابت علی خان اور کاشی رام یہ چار آدمی اِس کام پر مقرر ہوئے - پانچ لاکھ روپے صرف ہوکر برس روز مین یہ باغ تیار ہوا اور اِس باغ کے درمیان مین ایک مکان جس مین نشان مسجد بھی ظاہر تھے تیار ہوا - اور ایک کمرہ اُس قصر مین بنام نہاد خانۂ خدا تعمیر کیا گیا - مگر ہر ایک مکان صورت مسجد دکھائی دیتا تھا اور دروازہ اُسکا عالیشان تھا اور اِس مکان سے ایک سڑک دریا تک جاری کرائی جب یہ باغ تیار ہو چکا تو سکندر بیگم کو خلعت سمیت عنایت ہوا جب اُسکا انتقال ہو گیا تو پھر وہ مکان واجد علی شاہ کے قبضے مین آگیا -

رَہس کا بیان

اب طبیعت واجد علی شاہ کی ہندوون کے رَہس کی طرف متوجہ ہوئی کئی لاکھ روپے اِسکے اسباب اور سامان کی درستی مین صرف کیے گئے ایک رات یہ بزم عشرت افزا منعقد ہوئی جملہ صاحبات محل برمحل چلمنون مین جلوہ آرا تھین - ماہ رُخ پری نے کنھیا کا لباس سجا - مُرلی مکٹ پہنا اور سُلطان پری نے اپنے آپ کو رادھا کی صورت بنایا عشرت پری - دلرُبا پری - حور پری - یاسمن پری - مہ لقا پری یہ سب اُنکی سہیلیان مقرر ہوئین - وہ رنگ اِس جلسے نے جمایا کہ ہر تماشائی عالم وجد مین تھا -

سیر المحتشم مین اِسکے متعلق اِس طرح لکھا ہو کہ واجد علی شاہ نے ڈیڑھ سو حسین عورتون کو منتخب کر کے اُنکے لئے موافق داستانون اور افسانون کے پریون کا سا لباس اور زیور بنوایا ہو اور اُن کے نازنین بازو و نپر جڑاؤ پر لگا کے بالکل پریان بنایا ہو اور نام بھی ہر ایک کا پریون کی طرح رکھا ہو اور پھر تعلیم رقص و سرود سے اُنکے جمال کو باکمال کیا ہے اور اِن پریون کے مناسب حال بعض مردان لحیم و شحیم کو دیو بنایا ہو اور اُن کو ہر وقت

ناچنے گانے کی نقالی پر مقرر کیا ہے اور اس سارے مجمع کا نام رہس رکھا ہے یہ تمام سامان قیصر باغ مین رہتا ہے اور جب وہ شاہ عشرت پناہ چاہتا ہے تو وہ پرا پریون کا اُسکے سامنے تیار ہوکر آتا ہے بادشاہ اُس بزم دلفریب مین تشریف رکھتے ہین اور جس کام کے واسطے معین ہین اُس سے بالکل غافل رہتے ہین۔ فرہنگ آصفیہ مین لفظ رہس کی یون تشریح کی ہے چہل۔ خوشی۔ خوش طبعی۔ دل بہلاوا۔ دل لگی۔ دل بہلانیکی بات یا چیز جیسے واجد علی شاہ کا رہس مشہور تھا جس مین عمدہ عمدہ گانے والے اور سوانگی لوگ تھے یا کرشن اور گوپیون کا ایک قسم کا ناچ۔ کرشن لیلا۔

بعض بعض عورتون کے ساتھ واجد علی شاہ کے عشق کا گھٹاؤ بڑھاؤ۔ بعض کسبیون کے آشناؤن کا بیان

پیارے طوائف عمدہ خانم کی نوچی گو صاحب حسن تھی مگر احوال حبشی نے اُسکو واجد علی شاہ کی نظرون سے گرادیا اور ولائتی نام کسبی سے ربط محبت بڑھا پھر گھٹا بعد اسکے امراؤ نام چھوٹی خانم والی سے ملاقات ہوئی۔ کنھیا نام طوائف گاما کی نوچی نے چاہا کہ واجد علی شاہ سے سلسلۂ محبت بڑھائے مگر نقد وصال میسر نہوا۔ آخر احمد علی کے گھر مین پڑگئی یہ شخص قوم سے رذیل ورا عظم الدولہ کا آوردہ تھا۔ اسکے بعد بخشی نام حسن سے خالی سیہ فام فربہ اندام خوش گلو سے اتحاد پیدا ہوا اور مسماۃ چپلا طوائف بیبا کی نوچی سے راہ ورسم ملاقات رہی پھر بندی حبشن والی کے ساتھ جو حیدر حسین مہتمم دیوان عام کی مطبوع خاطر تھی ایک رات کو گناہگار ہوے پھر اچھی نام پر نظر محبت پڑی مگر خلوت کا موقع نہ جما۔ ایک کسبی کرم بخش

آغاحسن برادر علی حسن ملازم میر مہدی سے محبت مین وابستہ تھی اُسکی نائکہ میر بخش نے محکمۂ مجتہدین استغاثہ کیا اور مقدمہ دائر ہوکر کرم بخش اُسکی نائکہ کو ملی آغاحسن نے اُسکے جوش محبت مین افیون کھالی مگر سخت جان تھا مرا نہین۔ جب واجد علی شاہ نے نائکہ سے کرم بخش کو طلب کیا وہ رضامند نہوئی کئی ہزار روپے مفت رائگان صرف ہوئے اور امیر بخش کسبی ساکن فرخ آباد واجد علی شاہ کی منظور نظر ہوکر حضور باغ کے دروازے پر مقیم ہوئی آخر عارضۂ آتشک نے اُسکی گرمی محبت کو ٹھنڈا کردیا۔

پریون کو خطاب عطا ہونا

ایک رات حضور باغ اور شہنشہ باغ مین بزم عشرت آراستہ تھی ان پریون کو خطابات تقسیم ہوئے

(۱) رشک پری کو نواب شہزادہ بیگم معشوقہ وماہ تمام خطاب ملا۔
(۲) شہنشہ پری کو شہنشاہ بیگم مشفقہ حسن آرا خطاب دیا۔
(۳) سردار پری کو سردار بیگم شفیقہ ومہ لقا بنایا۔
(۴) سرفراز بیگم عاشقۂ خاص سرفراز پری قرار پائی۔
(۵) سکندر بیگم مکرم زمانی ہوئی۔
(۶) دلنواز بیگم محبوبۂ خاص ہوئی۔
(۷) دلربا پری نے بزم افروز خطاب پایا۔
(۸) امیر پری خورشید پری ہوئی۔
(۹) حور پری کو خطاب جان جہان حور بیگم ملا۔

ان پریون کی خدمت گذاری کے لئے چار چار خواصین مامور ہوئین۔ مگر معشوقۂ خاص

زیادہ تر منظور نظر تھی کہ تحویل خاص وغیرہ بھی اُسکے سپرد ہوئی اور مرزا احسن نام معلم اُن سب کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا گیا کہ وہ سب پریان لکھنا پڑھنا سیکھین ۔

عورات صاحب خطابات کتاب بنی کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہی کہ بادشاہ کے پاس سوا اُن محلات اور بیگمات کے جو جلسۂ رقص و غنا اور رہس کا کام کرتی تھین ۷ہم صاحب خطاب صاحبات محل تھین اور ۲۳ بیگمات صاحب خطاب تھین اور چار ممتوعات صاحب خطاب تھین جن مین سے ایک عورت امیر النسا خانم افسر قوابل ملازم ظل الٰہی تھی وہ خطاب بھی عجیب و غریب دیتے تھے چنانچہ بیسوین جلسے کی بیگمون کے خطاب سنیے ۔ الائچی بیگم ۔ دوگانہ بیگم ۔ چار کوڑی بیگم ۔ سہ گانہ بیگم ۔ زناخی بیگم ۔ پوبارہ بیگم ۔ تین تیرہ بیگم ۔ منجھلی بیگم صاحبہ کا خطاب عاشقہ راقم لکھا ہی ۔

گُنّا نام ایک کسبی کا واجد علی شاہ پر اور واجد علی شاہ کا اُس کسبی پر غائبانہ عاشق ہونا اور اُس کا محل مین داخل ہونے کے بعد غلام رضا کے ساتھ بھاگ جانا اس بیان مین ایک مثنوی واجد علی شاہ نے موزون کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے

مین ولی عہد جن دنون مین تھا	اُس زمانے کا ہے یہ سب قصّا
فنِ اُلفت مین مین بھی یکتا تھا	محفلِ عشق مین تماشا تھا
نام سلطانِ عالم اپنا ہے	اپنی اُلفت کا سب مین چرچا ہے
اِک زنِ فاحشہ تھی گُنّا نام	راحتِ جان بھی تھی وہ خوش انجام

ناکہ اُسکی تھی جو جانِ جہان — لوگ کہتے تھے اُسکو بیبا جان
شادی کردی تھی اُسنے گُنّا کی — اُسکے چیلے کے ساتھ چھٹی تھی
مِل گیا مین بھی خواب مین اک شب — لے پڑا اضطراب مین اک شب
خواب مین اُسنے مجھکو دیکھا تھا — جب وہ چونکی تو سب مین چرچا تھا
یعنی روتی تھی وہ خجستہ سِیر — پوچھتی تھی ہر اک سے میری خبر
عشق میرا ہوا گریبان گیر — بن پڑی جب نہ کچھ اُسے تدبیر
بھیجا فیروز کی زبانی پیام — میرا ناظر ہے وہ جو نیک انجام
اُس کے مونس جو تھے حسین علی — اُسنے اُس سے یہ نقل گھر مین کی
آیا جب سامنے مرے فیروز — نقل کرنے لگا یہ وہ دِل سُوز
یعنی گاین ہے ایک گُنّا نام — خوبصورت ہے اور ہے گلفام
خواب مین تمکو اُسنے دیکھا ہے — انھین زلفون کا اُس کو سودا ہے
اپنے شوہر سے روز لڑتی ہے — اُس سے ہر بات مین بگڑتی ہے
روز مان سے بھی جنگ رہتی ہے — اپنے گھر بھر سے تنگ رہتی ہے
مین نے جب حال یہ سُنا اُسکا — مین بھی کچھ اپنے دل مین گھبرایا
یعنی بن دیکھے اُس کو عشق ہوا — دیکھ لیگی تو ہوگی مجنونا
مین نے فیروز سے یہ کی تقریر — اُس کے ملنے کی کیجیے تدبیر
پر سُنا ہے کہ ہے وہ شوہردار — وہی لیتا ہے اُس چمن کی بہار
مین نے فیروز سے جو کی تقریر — عرض کرنے لگا وہ باتوقیر
اے ولی عہد آپ کا پیغام — آپ کا لطف اور نیک کلام

ابھی جاکر کہون گا گنا سے — کیا عجب ہے جو اُس کو ترک کرے
چھوڑ دیگی حضور شوہر کو — وہ تو زندان سمجھتی ہے گھر کو
ہوا فیروز کہہ کے یہ رخصت — رہنما ہوگئی مری الفت
پہونچا مضطر سوے حسین علی — اور سمجھا کے گفتگو یہ کی
شیخ جی آپ کیجیے محنت — میرے آقا کو اُس سے ہے الفت
توڑو توبہ کو رند بن جاؤ — اُسے بیہوش کرکے لے آؤ
وہ ولی عہد کے قرین آئے — پیش اختر وہ مہ جبین آئے
یعنی چھڑواؤ اُس سے شوہر کو — مہ سے بلواؤ تم بھی اختر کو
شیخ جی نے کہا بہت بہتر — ابھی دیتا ہون مین اُسے یہ خبر
یعنی شہزادہ تجھپہ عاشق ہے — تجھ سے بہتر ہے تیرے لائق ہے
شیخ جی اُٹھ کھڑے ہوے کہہ کر — اور گُنا کو دی یہ جا کے خبر
شیخ جی کا سُنا جو اُسنے کلام — یعنی عاشق ہے اِک شہ گلفام
چھوڑا یارون کو اُسنے اُسدن سے — وہ پری ربط رکھتی تھی جن سے
اور شوہر سے بھی طلاق ہوئی — لفظ طلقتک سے طلاق ہوئی
مجتہد کے قرین وہ جا پہونچی — بعد احکام شرع آ پہونچی
یعنی لیکر طلاق وہ گلفام — میرے پاس آئی وہ بت خودکام
مین نے دیکھا تو خوبصورت ہے — کچی مٹی کی پختہ مورت ہے
عجب انداز کی تھی وہ گلرو — چوتڑون سے وہ کرتی تھی اُٹھو
وہ اڑانے کا ذوق رکھتی تھی — اور سپستان سے شوق رکھتی تھی

گگنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی
پورا ایک ایک اُسکو بھاتی تھی
لاکھ تدبیر ہمنے ٹھہرائی
پر نہ بانہ آئی وہ نہ باز آئی
ایک اُلّو کے جال مین جو پھنسی
ایسی روئی کہ پھر کبھی نہ ہنسی
چُغد بھی تھا وہ ڈھاری کا پیشاب
ہگ کے گھڈّی پہ لیتا تھا جو نہ آب
ہوگیا تھا حضور مین ممتاز
کرلیا تھا کچھ اورہی انداز
نو برس کا تھا مجھ سے اُس سے ربط
سب وہ بھولا ہوا کچھ ایسا خبط
مین نے ایسا کیا تھا اُسکو نہال
کہ وہ کوّے سے ہوگیا تھا لال
رات دن میرے ساتھ رہتا تھا
جو نہ کہنا ہے مجھ سے کہتا تھا
خرچیان بہنین اُسکی چلتی تھین
رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین
مجھے اِک مرد سادہ دِل پایا
کام اُس قلتبان کا بن آیا
نام ایسا جگر کا ایسا سخت
تھا غلام رضا وہ کم بخت
اور مجھکو ملائے رکھتا تھا
اپنی گولی بچائے رکھتا تھا
اور گُنّا سے مجھ سے تھی اُلفت
نو برس دس برس کی تھی صحبت
سُنا اِک روز مین نے یہ قصّہ
وہ غلام رضا کا ہے حصّہ
غصّہ بھی آیا پیچ و تاب کیا
رُخ کو رشکِ گلِ گلاب کیا
محلون مین ہو چکی تھی وہ ممتاز
پر نہ سمجھی ہمارا راز و نیاز
چھوڑ کر سلطنت وہ اِندر کی
ٹھوکرین کھاتی ہے وہ بندر کی
مرد کم فہم نے بھی عاشق ہو
تج دیا اپنے مال و دولت کو
چھوڑ کر حکم سارا اور شاہی
دونون کے دونون ہوگئے راہی

مرد تھا چند دن یہان پر قید	باز آئے وہ تا کہ جانے دے کید
پر نہ باز آیا سخت جان تھا وہ	نہین معلوم دل کہان تھا وہ
اور زیارت کا ذن نے کرکے کید	اُڑ ی صیاد بن کے لیکر صید
دونون کمپو کو ہو گئے راہی	ہمین چھوڑا نہ سلطنت چاہی
مجھ سا خوش رو و خوش مزاج و حسین	یہ حکومت یہ شکل یہ آئین
یہ لطافت یہ ظرف یہ انداز	عشوہ اور غمزہ اور ادا و ناز
یہ اطاعت یہ سن یہ عین شباب	یہ ملاحت یہ رنگ مثل گلاب
ایسا بھولی خبر تلک بھی نہ لی	مُڑ کے بھی پھر مری نہ بات سُنی

علی نقی وزیر کی بیٹی سے واجد علی شاہ کا بیاہ

مسند نشینی کے بعد ۴ شعبان ۱۲۶۲ہجری مطابق جون ۱۸۴۶ءکو جمعرات کے دن علی نقی خان کی تیسری بیٹی کے ساتھ بادشاہ کی شادی ہوئی اس عروسی مین سوائے اعظم بہو کے بادشاہ کی سب بیگمات شریک تھین صاحبات محل بادشاہ کی خوشنودی کے لئے خواصون کی طرح کام کرتی تھین چند روز کے بعد اعظم بہو کا ملال بھی علی نقی خان سے رفع ہو گیا۔

واجد علی شاہ کے بعض بیٹوں کی شادیان

(۱) نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر بہادر پر گو تکلیف بشری نہ تھی کیونکہ معذور تھے مگر والدین کی خوشنودی کے واسطے ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۶۵ہجری مطابق ۲۸ فروری

۱۸۵۱ء روز جمعہ کو اکرام الدولہ مرزا حسین علی خان کی بیٹی کے ساتھ علی نقی خان کی فہمائش سے شادی ہوئی اور افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ اِن کی شادی رمضان علی خان کی بیٹی سے ہوئی تھی اِس بہو کا لقب شہر یار رہوا تھا کتاب بینی مین اِس بہو کا خطاب یہ ہے ملکۂ معظم تاج عالم بلقیس جہان مریم دوران مہابات النساء دولت آرا نواب شہر یار بہو صاحبہ

(۲) کیوان قدر مرزا ولی عہد کی شادی نواب سرفراز الدولہ کی بیٹی سے ہوئی ۲۶۔ ذیحجہ ۱۲۶۷ ہجری مطابق ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۵۱ء کو یکشنبے کے دن سانچق کی رسم ادا ہوئی دوشنبے کو حنابندی ہوئی سہ شنبے کو برات چڑھی ۱۵۔ ذیحجہ کو بدھ کے دن رخصت عروس ہوئی واجد علی شاہ کہ بادشاہ تھے جامۂ رنگین پہنے تاج شاہی سر پر رکھے تھے اور سب اقربا اور ارکان سلطنت بھی لباس سرخ مین ساتھ تھے۔

(۳) مرزا فریدون قدر جرنیل کی شادی علی نقی خان کی ایک بیٹی سے ہوئی ۲۲۔ ذیحجہ مطابق ۱۸۔ اکتوبر روز یک شنبہ کو سانچق و حنابندی کی رسم ادا ہوئی دوشنبے کو برات چڑھی سہ شنبے کی صبح کو بادشاہ جلوس کے ساتھ مع تمام ارکانِ سلطنت کے لباس سرخ پہنے سوار ہوے جب برات گاؤگھاٹ کے باغ کے دروازے پر پہونچی سب وہین سے رخصت ہوے مرزا ولی عہد اور بادشاہ نوشاہ کے ساتھ باغ مین داخل ہوے شام کو رخصت ہو کر چھتر منزل مین داخل ہوے تین دن تک روشنی وغیرہ کا اہتمام شرف الدولہ کی نگرانی مین ہوا ۔ ۲۲۔ اکتوبر روز چہار شنبہ کو صاحب رزیڈنٹ دوسرے انگریزون کے ساتھ مدعو ہوے۔ فرح بخش کی بارہ دری مین دعوت کا سامان مہیا ہوا ضیافت کھا کر حسب معمول عطر اور ہار لیکر رخصت ہوے۔

واجد علی شاہ خود بھی گاتے بجاتے تھے

ناظرین کو یاد ہوگا جب میں نے بعض اہل الرائے کی تحریروں میں اُن کی نسبت یہ مضمون دیکھا ہوں کہ واجد علی شاہ اکثر اپنی اوقات ڈومنیوں اور رنڈیوں اور ڈھاریوں کے ساتھ بسر کیا کرتے اور خود بھی اُن کے فن میں ماہر تھے وہ ایسا ہی اچھا گاتے اور ناچتے تھے جیسا کہ پیشہ ور لوگ اُن کے اوقات لہو و لعب میں بالکل صرف ہوتے تھے وہاں کے بعد ذلیل عہدوں اور کوسٹے اور خواجہ سرا تھے جو اپنے ذی اختیار تھے وہ ہمیشہ اس خیمۂ تحریک میں مبتلا رہے۔

واجد علی شاہ کا مذہب تشیع میں غلو

واجد علی شاہ اپنے اسلاف کی طرح مذہب اثنا عشری کے پابند تھے اور اُن کو اِس میں بہت غلو تھا اُنھوں نے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام مجموعۂ واجدیہ رکھا ہے یہ کتاب چھپ گئی ہے اِس میں ایک مضمون کی یہ سرخی ہے **اسامی ملعونان وملعونات کہ برآنہا تا ابد لعنت باید کرد** اِس عبارت کے تلے کئی مضمون میں صحابہ وغیرہ کے نام لکھے ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور باقی عشرۂ مبشرہ سوائے جناب امیرؑ کے اور بی بی عائشہؓ وغیرہ بھی داخل ہیں۔

واجد علی شاہ کا شوق کبوتر بازی

سیر محتشم میں لکھا ہے کہ واجد علی شاہ نے شوق کبوتر بازی بھی اوج کمال تک

پہونچا دیا ہے جہان جہان اچھے کبوتر تھے اُنھیں جمع کیا ہے جس وقت بادشاہ زنبیل دے کے اُنکو بھری دیتے ہین گویا پریون کا سایہ اُنکے سر پر ہوجاتا ہی۔ صبح سے پہر دن چڑھے تک اور سہ پہر سے شام تک سوائے اِس شغل کے کچھ کام نہین کرتے اور اُس کے لطف مین دنیا ومافیہا سے خبر نہین رکھتے اُنکے مصاحب و ندیم کو بھی یہی شوق رہتا ہے کبوترون کی قیمت نے ایسا درجہ پایا ہی کہ دس روپے کو ایک جوڑا بھی نہین ہاتھ آتا۔

جلسہ والیان

واجد علی شاہ کی تصنیف سے ایک کتاب ہی جسکا نام بنی ہے اُسمین گانے بجانے والی عورتون کی قسمین تفصیل وار بیان کی ہین۔

اول رادھا منزل والیان یہ اٹھارہ اسم ہین اور یہ راقم کی متوعات سے ہین سرکار راقم سے رَہس کے وقت اِنکو بھاری پیشوازین مسالہ دار مع دوپٹہ پرزر اور گھنٹہ تحفہ فی اسم علیحدہ ملا کرتی ہین اور بعد رقص توشہ خانہ مین احتیاط سے رکھدی جاتی ہین۔

دوسری رَہس والیان ملقب بہ سارده منزل والیان اِن مین پندرہ اِسم ہین اور یہ بھی متوعات ہین۔

تیسرا رہس بڑا جلسہ سلطان خانی والیان چوبیس اِسم ہین یہ بھی متوعات ہین۔

چوتھا حضور والیون کا جلسہ یہ گیارہ اسم ہین اور سب متوعہ ہین یہ خاص محل والیان بھی مشہور ہین۔

پانچوان جلسہ سرور منزل والیان اور صاحبات خلوات بھی مشہور ہین یہ صاحبات سن رسیدہ بھی ہین سولہ اسم ہین اور سب متوعہ ہین۔

چھٹا جلسہ شہنشاہ منزل والیان مشہور ہین انکو رہس کی تعلیم نہین دلوائی یہ آٹھ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین۔

ساتوان جلسہ یہ چھوٹے جلسے والیان ہین ان سے بھی رہس متعلق نہین فقط ناچنا گانا انکا کام ہے یہ بھی ممتوعہ ہین یہ سب سات اسم ہین۔

آٹھوین جلسے مین پانچ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین۔

نوین جلسے مین گیارہ اسم ہین اور دو اسمین سے ممتوعہ ہین۔

دسوان خاص جلسہ یہ سات اسم ہین ان مین سے تین ممتوعہ ہین۔

گیارھوان جلسہ یہ گھونگٹ والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین ان مین سے ایک ممتوعہ ہے۔

بارھوان جلسہ نتھ والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین ان مین سے ایک ممتوعہ ہے۔

تیرھوین جلسے مین بھی سات اسم ہین یہ گانے والیان مشہور ہین ان مین سے ایک ممتوعہ ہے۔

چودھوان جلسہ لٹکن والیان یہ بھی سات اسم ہین۔

پندرھوان جلسہ یہ جھومر والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین۔

سولھوان جلسہ چھلنی والیان یہ بھی سات اسم ہین۔

سترھوان جلسہ یہ بےسُر والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین۔

اٹھارھوان جلسہ بندیا والیان یہ بھی سات ہین۔

انیسوان جلسہ مرثیہ والیان یہ بھی سات ہین۔

بیسواں جلسہ نقل والیان یہ بھی سات ہین۔

اکیسواں جلسہ تماشا والیان یہ بھی سات ہین۔

بائیسواں جلسہ مصاحبین مشہور ہین یہ بھی سات عورات ہین۔

دوسری دس متوعہ اور ہین اس کتاب کے لکھتے وقت انکی تعلیم مین تینتالیس عورت تھین اور سب جلسون مین ملاکر دوسو سولہ اسم گانے ناچنے والیون کے تھے اللھم زد ماشاء اللہ چشم بدکو رتا تحریر کتاب ہذا راقم کے پاس ہر وقت وہر ساعت وہر لمحہ موجود ہین مگر ملاقات اور صحبت اور حکایات ہر روز انھین سے ہوتی ہے جو تینتالیس اسم زیر تعلیم حقیر ہین ان کے مشاہرے مین آٹھ ہزار پانچسو اٹھانوے روپے خرچ ہوتے تھے ان کے سوا پندرہ کلانوت مغنی ایک کھمٹی والا دو پکھاوجی ۲۳ طبلہ نواز ۴۶ سارنگی نواز ۲۲ منجیرہ نواز چھ رقاص ایک شعبدہ باز دو ڈھولک نواز ایک سُرسنگھار نواز اور ۱۹ نفر نقار خانے ہین اور چھ سرور محفل ملازم ہین چشم بددور ان کی تنخواہ مین تین ہزار دوسو اکسٹھ روپیہ ماہانہ خرچ ہوتے ہین اور راقم کی سرکار مین جو ڈومنیان عورتین ہین انکو سرور محفل اور جو ان کے مرد ہین انکو بہار محفل کہتے ہین۔ حضرت لکھتے ہین الحمد للہ کہ تا سنہ ۱۲۹۲ ہجری مقام کلکتہ محلہ مٹیا برج مین یہ دونون حصے الگ الگ مع چھتیس رہسون کے تیار اور مرتب ہین۔ البتہ مقدمات حلی اور زیور مین راقم سے اسقدر مہیا نہ ہوسکا جو تکمیل کرتا زمان سلطنت اور استقلال مین سب کچھ خدا نے عطا کیا تھا اور اب بھی اُسکی ذات سے امید ہے۔

احکام بیگمات کے لئے

کتاب بنی مین احکام بیگمات کے لئے بیس دفعہ پر مشتمل لکھے ہین۔

پہلی دفعہ - ہمیشہ اپنے کو خوشبو رکھین۔

دوسری دفعہ - دھویا ہوا اُجلا کپڑا پہنا کرین۔ میلی اور دھبّے دار اور پھٹی پوشاک خواہ پاجامہ خواہ دوپٹہ خواہ چھوٹے کپڑے نہ پہنا کرین۔

تیسری دفعہ - پوشاک مین اور ہاتھ مین اور موٗنھ مین ہرگز ہرگز کسی طرح کی بدبو نہ آنے پائے۔

چوتھی دفعہ - پاٗون اور تلوے ہمیشہ آئینے کی طرح صاف اور چمکتے رہین کسی طرح کا میل اور آخور نہ ہوا کرے۔

پانچوین دفعہ - بالون مین خوشبو روغن اور آنکھون مین کاجل یا سُرمہ ہاتھون مین مہندی پہنچون تک ہمیشہ رہا کرے۔

چھٹی دفعہ - جو کنواریان ہین وہ بغیر حکم از خود مسّی نہ ملین اور جو مل چکی ہین اُن کا مضائقہ نہین۔

ساتوین دفعہ - کوئی بُلاق چھیدنے کا قصد نہ کرے قطعی ممانعت ہے۔

آٹھوین دفعہ - کوئی تمبا کو کھانے اور حقہ پینے کا قصد نہ کرے۔

نوین دفعہ - کوئی پورون پر انگلیون کی یا پاٗون کے ناخنون پر یا ہتھیلی یا تلوون مین کسی طرح مہندی کا نقش و نگار جیسے فندقی کہتے ہین نہ بنائے۔

دسوین دفعہ - بُلانے کے وقت حتی الوسع جلد حاضر ہوا کرین۔

گیارھوین دفعہ - بےباک اور بےحجاب حاضر ہوا کرین۔

بارھوین دفعہ - مزاج پُرسی مین ایک جواب دس کو اور سو کو اور ایک کو کافی ہے البتہ جو بعد جواب دینے کے نئی آئیگی اور مزاج کا حال پوچھیگی اُسے دوسرا جواب دیا جائیگا

تیرھوین[۱۳] دفعہ۔ مین تمھاری آمد ورفت کے ملاحظے کو فقط جواہر منزل اور خاص منزل مین آکر بیٹھا کرتا ہون اور اب تم صاحبون نے یہ رویّہ اور شیوہ اختیار کیا ہے کہ اکثر میرے سامنے کا چلنا پھرنا بچا جاتیان ہو بلکہ اکثر بنظر ضرورت کوئی جائے ضرورت کو جاتا بھی ہی تو وہان سے پھر پلٹ کر میری دہشت سے اپنے مکان پر نہین آتا ہے بلکہ واللہ اعلم اور کدِھر کو چلا جاتا ہے جیسا کہ ایک دِن نواب صبیحہ بیگم صاحبہ اور نواب اللہ جلائی بیگم صاحبہ میرے سامنے سے بیت الخلا گئین شاید ایک بجا ہو دن کا پھر مین چراغ جلے تک راہ دیکھا کیا اور وہ اپنے مکان مین پلٹ کر نہ آئین اور مجھے یہ بُرا معلوم ہوا پس سبھون کو لازم ہے کہ اپنی آمد ورفت ضروری سے گاہے ہماری آنکھون کو محروم نہ رکھا کرین کہ ہم کو موجب خوشنودی ہے نہ باعث ناراضی البتہ دوسرے مکان مین جانے کی ممانعت ہی سیدھی جاؤ اور اپنے گھر کو پلٹ آؤ۔

چودھوین[۱۴] دفعہ۔ جب خلوت مین ہمارے پاس آؤ چپ نہ بیٹھو کسی نہ کسی طرح کی باتین ضرور ہم سے کیے جاؤ ورنہ باعث ہماری نہایت ناراضی کا ہوگا اور اُسوقت اپنے دل پر جبر نہ کرو دل چاہے بیٹھو دل چاہے لیٹو۔

پندرھوین[۱۵] دفعہ۔ خاصہ پکانے کے وقت کا غل ہمارے دماغ کو اس مرتبہ بے چین کرتا ہے کہ دوسری مرتبہ کھانا پکوانے کا حوصلہ نہین پڑتا۔ پس جو ہمارا تابعدار ہو اُسوقت غل نہ کیا کرے۔

سولھوین[۱۶] دفعہ۔ گاہے ناخن بڑے نہ ہون ہر جمعہ ناخن ترشواؤ۔

سترھوین[۱۷] دفعہ ہنسی کی بات پر ہنسا کرو بے سبب نہ ہنسا کرو۔

اٹھارھوین[۱۸] دفعہ۔ سب سے بڑی امید یہ ہی کہ اپنی خواہش نفسی کو بے حجاب فوراً

ہم سے کہلا بھیجا کرد کہ ہمارا دل فقط اس پیغام سے پہاڑ ہو جائے گا خواہ ہم بلائین خواہ نہ بلائین مگر دل مین تو کُھر ہو گا۔

اُنیسوین دفعہ۔ جو علم سکھائین اُسے برغبت دل سیکھو اُسوقت بلا ضرورت گھڑی گھڑی پیشاب کا بہانہ نکرو اور اگر پیشاب کو جاؤ اسمین کوئی اور طرح کا کھانا پینا کودنا اُچھلنا نہ کرو پان بہت کم کھاؤ دانتون کو لال کرتا ہے اور منھ کی بو کو برا کرتا ہے۔ چھالیہ ڈلی آواز کی دشمن ہے اگر ہمارے لکھنے پر داروغہ لوگ بیگمات کو چلا لین تو ہم احسان مند اُن عہدہ دارون کے ہونگے۔

بیسوین دفعہ۔ دو اُنگل کھڑاؤن زمین سے اونچی ہو اسمین داروغہ لوگ اہتمام سے بنوا دیا کرین اگر اس مین خلاف ہوا تو ایک کھڑاؤن اُنپر جرمانہ ہو گا۔

واجد علی شاہ اور اُن کی بیگمات کی باہمی خط و کتابت

واجد علی شاہ کے زمانے مین رجب علی سرور کی فسانۂ عجائب کی اُردو کا خوب رنگ جما ہوا تھا۔ علی العموم شاہی خاندان کے مراسلات مین اسکی تقلید کی جاتی تھی بادشاہ کو خود قافیہ سنجی کا شوق تھا اس قسم کی عبارت مین اگرچہ مطالب کے ادا کرنے مین سخت دقت تھی مگر اس مین ایک قسم کی انشا پردازی کا لطف ضرور تھا جواب بالکل بدمزہ معلوم ہوتا ہے۔ حال مین ایک اسی قسم کی انشا شائع ہوئی ہے جس مین بیگمات کے اشتیاقیہ نامے اور بادشاہ کے جواب ہین یہ خطوط اُس زمانے مین لکھے گئے تھے جب بادشاہ انتزاع سلطنت کے بعد اپنی کچھ بیگمات کو چھوڑ کر کلکتے چلے گئے تھے۔ اِن مراسلات مین ہجر و وصل و اشتیاق و فراق و سوز و ساز کے سوا بہت کم ایسی باتین ہین

جن سے کسی کو دلچسپی ہو۔ اِن خطوں مین اکثر تو ار داور تکرار بھی ہے۔ اور اِس کو قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی کے ڈھکوسلون نے اور بھی بدنما کر دیا ہے۔ اِس مجموعے مین شیدا بیگم کے زیادہ تر خطوط ہین جو چاندی بازار مین رہتی تھین اسکے بعد حور بیگم کے مراسلات کا درجہ ہے۔ فاطمہ بیگم۔ دلپذیر بیگم۔ ہندی بیگم۔ منور بیگم۔ فرخندہ محل۔ کنیز فاطمہ۔ نواب وزیر صاحبہ۔ منا جان صاحبہ۔ امراؤ محل۔ اور نوروزی بیگم کے اشتیاق نامے ہین۔ شیدا اور حور شاعرہ تھین ان کے خطون مین نثر کے ساتھ کچھ کچھ نظم بھی ہوتی ہے اکثر رقعے غدر کے پہلے کے معلوم ہوتے ہین۔ شیدا بیگم کے ایک دو رقعون سے غدر کا کچھ مختصر سا حال پایا جاتا ہے مگر صرف اسیقدر کہ بادشاہ قید ہین لکھنؤ مین فوج بگڑ بیٹھی اہلِ شہر بھاگے اور اِس بھاگڑ مین شیدا بھی بھاگین۔ اور تسلط کے بعد پھر لٹ پٹ کر واپس آئین۔

بھاگے جہان جہان تھے بزن اور بکٹ ہلا		لٹ پٹ کے گھر کو آئے تو گھر کا ٹکٹ ہلا

اِن رقعون کے القاب قابل دید ہین۔ شیدا بیگم لکھتی ہین ”مہر پیشانی۔ چہرہ نورانی۔ ابرو کمان تیر مژگان۔ بادام چشم۔ بہرام خشم۔ گل کی خوشبو۔ بلبل کی گفتگو۔ فرشتہ زیب۔ زاہد فریب۔ حسینون کے رنگ۔ زہرہ جبینون کے ڈھنگ۔ شاہد کی سج۔ عزیز کی دہج۔ دار دے درد اشتیاق۔ مرہم زخم فراق۔ داؤد آواز۔ مجسم اعجاز۔ بے آرامون کے ہین اُستاد تانسین۔ محفل کی زیبائش ہر دل کی آرائش۔ خورشید جمال کی ضو۔ حسن کی لو۔ بے فکرون کا قہقہہ۔ خوشدلون کا چہچہہ۔ بے صبرون کے آرام بے نشانون کے نام۔ شاہون کے سرتاج۔ نازنینون کے مزاج۔ آہو چشمون کی چالاکی۔ دلبرون کی بیباکی۔ نفس امّارہ پر قادر۔ فرمان فرمائی مین نادر۔ شاہون کے جمشید۔ ستارون کے خورشید۔ آبرو مین سکندر۔

نہرون مین کوثر- ایوب کا صبر- رحمت کا ابر- شجاعت مین رستم- سخاوت مین حاتم- زمینون مین کعبے کی زمین- آسمانون مین عرش برین- جواہرات مین لعل بدخشان- چمک دمک مین برق رخشان- موتیون مین شاہوار گوہر- انجم مین ضیا بار اختر- حُسن مین ماہ کنعانی- نقاشون مین مانی- ستارون مین لاثانی شعر گوئی مین خاقانی- نصفت مین نوشیروان حکمت مین لقمان- فصاحت مین حسان- بلاغت مین سحبان- انسانون مین سلطان- نبی جان مین جان- پریون مین سلیمان- تمہیں اللہ کی امان- یہ تو القاب تھے اب ورود نامے کا ذکر لکھتی ہین"- ان باتون کو یقین جان مین تیرے قربان- محبت نامہ ہماری جان سے پیارا عشق سے مملو سارا- الفت کا کرتا اشارا- گیارھوین شعبان کو منشی صفدر کی معرفت آیا- ہمکو دلون سے بھایا- اکثر رقعات مین مکتوب الیہ کو جانی اور جنیان کے الفاظ سے مخاطب کیا ہی- مذکورۂ بالا القاب مین موسیقی کی رعایت مین جو الفاظ آئے ہین اُن سے بادشاہ کے ایک طبعی میلان کی کیفیت بھی ظاہر ہوتی ہے اِن خطون سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف بادشاہ ہی کو اپنی واپسی کی امید نہین بلکہ بیگمات کو بھی اِس بات کا یقین ہے کہ بادشاہ پھر لکھنؤ واپس آئینگے اور تخت سلطنت پر جلوس فرمائین گے- نامہ برون کے نام بھی اِن مکتوبون مین لکھے ہین- منشی صفدر- مقرب الخاقان- انجم الدولہ اور کنز الدولہ کی معرفت یہ خطوط آتے جاتے تھے- بادشاہ کے خطون مین کہین کہین مذاق اور شوخی بھی ہے اور اُدھر سے بھی اسکے جواب باصواب دیے گئے ہین- بادشاہ شیدا بیگم کو ایک خط مین القاب کے بعد تحریر فرماتے ہین- نہال چمن محبت- بالکل چاہت کی الفت- الف قد- بے خد- تے ابرو- چاند سا رو- بہت اچھی- خدا کے واسطے ایک مچھی-

موری کھٹورنی وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب شیدا بیگم نے دیا ہے۔

دور سے مانگتے ہو تم مجھی ۔ بات ہرگز نہین ہے یہ اچھی

جابجا ان خطوط مین موسم اور فصل کا بھی خاکہ کھینچا گیا ہو۔ ساون کا مہینہ ہے اور عیش باغ کے میلے مین شیدا نے ایک شوقیہ نظم بادشاہ کو لکھی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ طلب ہین

مسی ہونٹو نپہ اور آنکھون مین سرمہ ۔ رچی ہاتھون و پانوُن مین حنا ہے
طلائی ہے پڑا موباف سر مین ۔ چنی ماتھے پہ افشان خوشنما ہے
گلابی پایجامہ سُرخ کرتی ۔ دوپٹہ گاج کا دھانی رنگا ہے
ملا ہے عطر مجموعے کا ایسا ۔ کہ سارا شل عنبر گھر بسا ہے
یہ ساون سب یون ہی جاتا ہو جانی ۔ جو ایسے مین تم آؤ تو مزا ہے

نوروزی بیگم کا ایک خط اس طرح شروع ہوتا ہے۔

دلم از فراق خون شد تو براہ دیدہ باشی ۔ بہت غبار گشتم ز صبا شنیدہ باشی

بادشاہ کے اکثر خطون مین یہ مصرع آیا ہے۔

ہم ہین کلکتے مین اور عالم تنہائی ہے

بعض مراسلات مین یہ جملہ بھی پایا جاتا ہے لعن اللہ علے اہل لھندوستان کیف خرجوا من دار السّلطان یہ جملہ بادشاہ کی زبان سے ایسے موقع پر نکلا ہو جب کوئی بیگم کلکتہ سے روٹھکر لکھنؤ چلی آئی ہو مگر بعض بیگماتنے اسکا جواب بھی دیا ہو جسمین ایک قسم کا زنانہ بھولا پن پایا جاتا ہو

واجد علی شاہ کی تصنیفات پر رائے

انکے متعدد دیوان۔ مثنویان۔ مرثیے۔ سلام اور مختلف اور بے شمار نظمین دیکھکر ہر شخص

یہ راے قائم کرسکتا ہے کہ سلطان عالم ہر وقت اور ہر لحظہ اسی فکر مین رہتے ہونگے۔ ہر رنگ ہر طرز مین لکھا ہی مگر اساتذۂ لکھنؤ کی خشک کلامی کے زبردست اثر پر حاوی نہو سکے چنانچہ کلام مین سوز و گداز کم ہے اور زیادہ تر رعایت لفظی ہی کی تکرار ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ سلام۔ قطعہ۔ الغرض کوئی صنف شاعری ان کی فکر رسا سے نہین چھوٹی۔ بلکہ اپنی حیرت انگیز پرگوئی کی بدولت جو کچھ لکھا جی بھر کر لکھا مگر افسوس ہے کہ جملہ تصانیف مین سے صرف ٹھمریون نے قبولیت کا درجہ حاصل کیا۔ وزیر السلطان نواب وزیر علی خان نے وزیر نامے مین آپ کی تصانیف کی فہرست لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہی ۶ دیوان۔ شیوع فیض۔ قمر مضمون۔ سخن اشرف۔ گلدستۂ عاشقان۔ اختر ملک۔ نظم نامور۔ متعدد مثنویان۔ حزن اختری۔ بنی۔ ناجو۔ دو طفن در فن موسیقی۔ قصائد فارسی و اُردو۔ مباحثہ بین النفس و العقل نصائح اختری۔ عشق نامہ۔ رسالہ ایمان دربیان مصائب اہل بیت۔ دفتر پریشان۔ مقتل معتبر۔ دستور واجدی در سیاست مدن۔ صوت المبارک۔ ہیبت حیدری۔ قصائد المبارک۔ جوہر عروض۔ ارشاد خاقان در عروض۔ اور خدا جانے کیا کچھ لکھا ہی۔ جملہ تصانیف کی تعداد چالیس جلدون سے کم نہین۔ چھہ دیوان اور مثنویون کے علاوہ ان کے مکتوبات وغیرہ دیکھکر ایک عجیب اور قابل قدر بات یہ معلوم ہوتی ہی کہ شاہ اختر ایک ایسے بے دھڑک اور سچے شاعر تھے جنھون نے اپنے تمام خفیف رازون۔ دلی بھیدون اور خانگی باتون کو اس طرح صاف صاف الفاظ مین نہ صرف اپنی خاص مجلس اور چند محرم راز لوگون مین بیان کیا بلکہ اُن خیالات کو زیور طبع پہنا کر ملک کے سامنے بھی پیش کردیا اِنکی یہ اخلاقی جرأت واقعی اس خاص روش مین تمام شعراے ماضی و حال سے بڑھ گئی ہی ایام ولیعہدی سے کلکتے کے جانے کے وقت تک منشی مظفر علی خان اسیر اور فتح الدولہ برق۔

آپ کے ہم صحبت وہم مشورہ رہے شعرا کی بڑی قدر فرماتے تھے چنانچہ خواجہ اسد فلق۔ زکی۔ درخشان۔ قبول۔ میر علی جان شفق۔ بے خود۔ ہنر۔ عطارد۔ ہلال وغیرہ صدہا شعرا آپکے دامن دولت سے وابستہ تھے تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید مین اسیطرح لکھا ہے۔ اسپر مین یہ اضافہ کرتا ہون کہ اُنکے تمام اشعار کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اُن مین اخلاقی نقص پائے جاتے ہین اور اُن سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ آرام طلبی کی حالت مین یعنی جلسۂ عیش وعشرت مین بیٹھے ہی عشق بازی کی معمولی باتین ڈھیلی ڈھیلی بندشون مین باندھکر پھس پھس برابر کیے جاتے تھے کسی تجربہ یا معقول باتون پر متوجہ نہین ہوتے تھے اگرچہ اُنکی بعض نظم نہایت صاف اور لطیف اور رنگین ہوتی ہے لیکن اکثر اُس سے وہ کیفیت ظاہر ہوتی ہے جس سے پڑھنے والے کی طبیعت اُنکی کامل عیاشی کا استنباط کرلیتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دماغ مین کوئی معقول ملکی خیال اور دل مین نہایت عمدہ رائے بہت کم تھی۔ وہ پرگو ہین اسلیئے اُنکے اکثر کلام مین بلند مضامین نہین ہے۔ جن ولولون کے برانگیختہ کرنے مین اُنکے اشعار کامیاب ہوتے ہین وہ عشق ومحبت ہین چنانچہ اُن مین باہمی ارتباط اور وصل کے عیش وعشرت اور فراق کے رنج ومصیبت اور وصل سے مایوسی کی حسرت کا مؤثر بیان موجود ہے مگر باوجود اسکے اُنکے بعض مضامین ایسے ہوتے ہین کہ شایستگی کبھی آنکھین بند کرلیتی ہے اور کبھی کانون مین انگلیان دے لیتی ہی اور اُنکے کلام مین چونکہ جوش وخروش کی تاثیر کم ہے اسلیئے عام مذاق کے موافق کہین شعر پھیکے ہین کہین میٹھے ہین **فائدہ** بادشاہ اپنے تخلص کی نسبت کتاب ناجو مین لکھتے ہین تخلص خود اختر میدارم در تصانیف اُردو وفارسی احتیاج تبدیل نمودنش نبود مگر در تصنیف ہذا کہ مملو از زبان ہندی دبھاکا وسنسکرت ست بناچاری بجاے خاے معجمہ

کاف عربی را میں نمودم تا در لہجہ و زبان ہندوی و بھاکا و سنسکرت بے ربط نشود
پس ہر جا کہ لفظ اکھتر یا کاف عربی در او اخر اشعار یعنی مصرع دوم یافتہ شود تخلص راقم ست"
یا در کھنا چاہیئے کہ یہ وہ کاف ہی جو خالص ہندی کے حروف میں سے ہی جس مین ایک ہا کا
تلفظ مخلوط ہوتا ہی اور اسے اُردو کے رسم الخط مین دوچشمی لکھتے ہین بس یہ کاف عربی نہین کاف ہندی ہی

غلط بخشی

واجد علی شاہ داد و دہش مین بے سلیقہ تھے سخاوت کی جگہہ کفایت اور کفایت
کی جگہہ سخاوت کرتے تھے۔ باوجودیکہ سپاہ و اہلِ قلم تنخواہ کی نایابی سے جینے
سے تنگ تھے لیکن وہ غیر ضروری مصارف مین بڑے فراخ حوصلہ تھے چنانچہ
خمخانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ محلات کی بیگمات و اقربائے شاہی و مصاحبین کو زیور
جواہر۔ املاک و معافیات مالیت کئی کروڑ روپیہ عطا کیا انیس الدولہ کو یا ندیم خاص تھا املاک
آبائی واقع دہلی جسکی قیمت کسی طرح پچاس لاکھ سے کم نہ تھی اُسے بخش دی اسیطرح حکیم
شفاءالدولہ کو جونپور کی جاگیر جس کا حاصل کثیر تھا عنایت کی۔

عذر تقصیر

جی چاہتا تھا کہ واجد علی شاہ کی صحبت اور جلسون کی رنگینیان تفصیلوار دکھا کر گلزار کھلادون
مگر اکثر پھول ایسے فحش کانٹون مین اُلجھے ہوے ہین کہ کاغذ کے پُرزے ہوئے جاتے ہین
اسلئے صفحہ پر پھیلاتے ہوے ڈر لگتا ہے۔

واجد علی شاہ کی اولاد

تفصیل شاہزادگان

(۱) خسرو مرتبت دارا شکوہ نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر بہادر اور افضل التواریخ مین

حیدر علی بہادر لکھا ہے نواب مخدرۂ عظمیٰ خاص محل المخاطب بہ اعظم ہوسے۔قیصر التوار یخ مین لکھا ہی کہ یہ مغدور و مصروع تھے اور بوستان اودھ سے معلوم ہوتا ہی کہ باپ کے سامنے انتقال کیا افضل التواریخ مین مرقوم ہی کہ ۲۲ سال کی عمر مین فوت ہوے۔

(۲)۔ابوالحرب فغفور جاہ خاقان حشم مرزا محمد جاوید علی بہادر اعظم بہو سے۔

(۳)۔ابوالنصر کیوان قدر مرزا ولی عہد محمد حامد علی بہادر اعظم بہو سے افضل التواریخ مین کیوان قدر خطاب جاوید علی خان کا لکھا ہی۔کتاب بنی مین خود بادشاہ ابوالنصر کیوان قدر ہمایون جاہ قیصر حشم صاحب عالم مرزا محمد حامد علی بہادر لکھتے ہین۔حامد علیخان جاوید علیخان ولی عہد کے انتقال کے بعد ولی عہد ہوے تھے۔

(۴)۔قمر قدر مرزا عابد علی بہادر اعظم بہو سے باپ کے بعد سب سے زیادہ انھین کی تنخواہ ہوئی یعنی تین ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا۔

(۵)۔فلک قدر اعظم بہو سے۔

(۶)۔مرزا بیدار بخت اعظم بہو سے۔

(۷)۔آسمان جاہ مرزا کاظم علی بہادر رشک عالم سے اور افضل التواریخ مین انکی مان کا نام رشک محل لکھا ہے۔

(۸)۔قمر اعلی مرزا خوش بخت بہادر اختر محل سے۔جیسا کہ بنی مین ہی۔

(۹)۔مرزا حسین عرف چھوٹے مرزا اختر محل سے جیسا کہ افضل التواریخ مین ہے۔

(۱۰)۔فریدون قدر محمد ہزبر علی بہادر جرنیل صاحب معشوق پری المخاطب معشوق محل سے افضل التواریخ مین انکی مان مخدرۂ عظمیٰ تبائی ہے اور اس مین یہ غلطی کی ہے کہ فریدون قدر جرنیل صاحب سے محمد ہزبر علی بہادر کو علیحدہ لکھکر مان کا نام یہ بتایا ہی

معشوق محل صاحبہ یعنی عظمت آرا صاحبہ دختر علی نقی خان۔

(۱۱)۔ احمد مرزا معشوق محل سے۔

(۱۲)۔ مرزا برجیس قدر امراؤ کسبی المخاطب بہ حضرت محل سے۔

(۱۳)۔ قمر احسن مرزا۔ مہدی بیگم سے۔

(۱۴)۔ سپہر قدر نھنی بیگم سے۔

(۱۵)۔ مرزا عابد علی بہادر فخر محل سے۔

(۱۶)۔ مرزا آسمان جاہ رشک محل سے۔

(۱۷)۔ قمر احسن مرزا واجد محل سے۔

(۱۸)۔ قمر احمد مرزا محمد جم جاہ علی بہادر معشوق محل سے۔

(۱۹)۔ مرزا محمد جوگی بہادر جہان پناہ محل سے۔

(۲۰)۔ مرزا محمد جلال بہادر صدر محل سے۔

(۲۱)۔ قمر حسین مرزا محمد بابر بہادر اکلیل محل سے۔

(۲۲)۔ بلند جاہ مرزا محمد عسکری بہادر عیش محل سے۔

(۲۳)۔ حسن مرزا کام بخش الفت محل سے۔

(۲۴)۔ روشن گہر مرزا محمد قائم علی بہادر حور محل سے۔

(۲۵)۔ مسعود علی مرزا بہادر شاہ نواز محل سے۔

(۲۶)۔ جہان پرور مرزا محمد کاظم علی بہادر دل افروز محل سے۔

(۲۷)۔ فرخ مرزا ابو تراب بہادر نونہال محل سے۔

(۲۸)۔ مبارک مرزا علی بہادر ہمایون محل سے۔

(۲۹)۔اقبال جاہ مرزا محمد ہادی بہادر تابان محل سے مگر بنی ہیں ان کا خطاب آفتاب جاہ ہے
(۳۰)۔سیف الملوک مرزا خادم حسین بہادر سہا محل سے۔
(۳۱)۔تاج الملوک مرزا کاظم حسین بہادر محبّت محل سے۔
(۳۲)۔سلطان مرزا محمد رضا علی بہادر بی نظیر محل سے۔
(۳۳)۔مسرور مرزا حسین علی بہادر تابان محل سے مگر بنی ہیں سردار مرزا علی حسین بہادر ہے
(۳۴)۔بہادر جاہ محمد اکبر بہادر شہزاد محل سے۔
(۳۵)۔ہمایون جاہ مرزا محمد اصغر بہادر پیارا محل سے۔
(۳۶)۔محمد علی مرزا بہادر عالم افروز محل سے۔
(۳۷)۔عوالی مرتبت مرزا محمد ابراہیم علی بہادر دل نما محل سے۔
(۳۸)۔دلاور جاہ مرزا محمد علی نقی بہادر بنگالہ محل سے۔
(۳۹)۔خورشید مرزا محمد کاظم حسین بہادر ولائتی محل سے۔
(۴۰)۔کامیاب مرزا محمد کاظم حسین بہادر دلاویز محل سے مگر بنی ہیں کامیاب مرزا محمد حسین باقر بہادر ہے
(۴۱)۔داراجاہ مرزا ابوالعلیٰ بہادر مبارک محل سے۔
(۴۲)۔بلند اختر مرزا محمد محتشم بہادر شباب محل سے۔
(۴۳)۔اختر جاہ مرزا محمد ہاشم بہادر صغیر محل[1] سے۔
(۴۴)۔کسریٰ بخت مرزا اعجاز حسین بہادر۔
(۴۵)۔مرزا محمد اکرم حسین بہادر۔
(۴۶)۔مہنک پری المخاطب بہ افتخار النسا سے ایک لڑکا پیدا ہوا مگر دو چار ہی دن زندہ رہکر مرگیا۔

---

[1] اصغر محل صحیح نہیں ۱۲

تفصیل شاہزادیان

(۱)۔ مرتضیٰ بیگم نواب خاص محل اعظم بہو سے۔

(۲)۔ سپہر آرا کبریٰ بیگم سلیمان محل سے جو پہلے سلیمان پری تھی افضل التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہزادی عظمت الدولہ معظم الملک سید محمد رضا خان بہادر انتظام جنگ سے منعقد تھی۔

(۳)۔ مہر آرا صغریٰ بیگم عزت محل سے۔

(۴)۔ جہان آرا بیگم فضہ جلبش المخاطب بہ حور محل سے۔

(۵)۔ سریر آرا نواب زینب بیگم خاقان محل سے۔

(۶)۔ تخت آرا شہر بانو بیگم اور بعض کتابون مین تخت آرا شہر بانو قمر بیگم لکھا ہے اور بعض نسخون مین سپہر بانو واقع ہے اِن کی مان کا نام نواب بیگم ہے یہ شہزادی تین برس کی عمر مین مر گئی۔

(۷) شمس آرا بیگم فرخندہ بخش سے۔

(۸) نگین آرا رقیہ بیگم شیدا محل سے بعض نسخون مین نگین آرا رضیہ بیگم ہے اور بعض نے نگین آرا نام لکھا ہے یہ شہزادی تین سال کی عمر مین مر گئی۔

(۹) دیہیم آرا بنت السلطان بیگم ملکہ سروسہی سے افضل التواریخ مین ان کی مان کا نام نواب بیگم لکھا ہے انکی جب اڑھائی سال کی عمر تھی تو مان نے انتقال کیا نوروزی بیگم انکی خالہ نے اِن کی پرورش کی تھی۔

(۱۰)۔ بنت الملک نواب صغریٰ بیگم معشوق محل سے۔

(۱۱)۔ تاج آرا نواب صبیۃ السلطان بیگم شہزادہ محل سے۔
(۱۲)۔ رتبہ آرا نواب سکینہ بیگم سلطان محل سے۔
(۱۳)۔ حکم آرا نواب شہر بانو بیگم جہان پناہ محل سے بعض نے انکو بھی سپہر بانو لکھا ہے مگر اول صحیح ہے۔
(۱۴)۔ نزاکت آرا نواب محمدی بیگم سرفراز محل سے۔
(۱۵) محفل آرا نواب معصومہ بیگم صنوبر محل سے۔
(۱۶)۔ تجمل آرا نواب کنیز صادق صدر محل سے۔
(۱۷)۔ منزلت آرا رضیہ بیگم محبوب محل سے بعض کتابون مین رضیہ بیگم کی جگہہ رُقیہ بیگم واقع ہے یہی صحیح ہے کیونکہ بنی مین یون ہی لکھا ہے انکے نام کے ساتھہ نواب بھی بولا جاتا تھا۔
(۱۸)۔ رعیت آرا نواب طیبہ بیگم نجم محل سے۔
(۱۹)۔ ملک آرا نواب عابدہ بیگم عمدہ محل سے قیصر التواریخ مین انکی مان کا نام یہی ہے اور بوستانِ اودھ مین عمدہ محل کی جگہہ منصور محل ہے۔
(۲۰) جشن آرا نواب فاطمہ بیگم عیش محل سے۔
(۲۱)۔ بہار آرا کنیز حسن بیگم۔ بوٹہ محل سے قیصر التواریخ مین انکی مان کا یہی نام لکھا ہے اور بوستان اودھ مین بوٹہ محل کی جگہہ عمدہ محل ہے بنی مین خود بادشاہ لکھتے ہین کہ جب بوٹہ بیگم کی مان نے انتقال کیا تو یہ شاہزادی نواب افضل بیگم کے سپرد ہوئی جو اُسکی خالہ ہے
(۲۲)۔ بزم آرا نواب زکیہ منصور محل سے قیصر التواریخ مین اسکی مان کا یہی نام لکھا ہے اور بوستان اودھ مین بزم آرا کی مان کا نام بوٹہ محل بتایا ہے۔

(۲۳)۔رزم آرا نواب خدیجہ بیگم منصور محل سے۔

(۲۴)۔شرف آرا نواب کنیز فاطم بیگم حسن محل سے۔

(۲۵)۔ ثروت آرا کنیز مہدی بیگم ملکہ سیمین تن سے ۔

(۲۶)۔شکوہ آرا نواب سیدہ بیگم اعلیٰ محل سے قیصر التواریخ مین شیدا بیگم غلط لکھا ہے۔

(۲۷)۔گوہر آرا نواب نیک بخت بیگم حسن محل سے۔

(۲۸)۔سما آرا نواب کنیز جعفر بیگم حضرت محل سے۔

(۲۹)۔ بدر آرا اکبر بیگم خوش خصال محل سے قیصر التواریخ مین اکسیر بیگم غلط لکھا ہے۔

(۳۰)۔ مہ آرا مُنّی بیگم۔مبارک محل سے۔

(۳۱)۔سُلطان آرا پوتی بیگم۔صاحبزادی جنرل صاحب قیصر التواریخ مین اسی طرح لکھا ہے اور بوستان اودھ مین لولی بیگم ہے۔

(۳۲)۔بادشاہ آرا ہادی بیگم۔ہادی محل سے۔

(۳۳)۔تاجدار نیک نہاد بیگم۔مرغوب محل سے۔

(۳۴)۔شہر آرا زکیہ بانو بیگم۔بارگاہ محل سے۔

دوسرا باب واجد علی شاہ کی مسند نشینی سے معزولی تک کے حالات مین

جب نواب امین الدولہ نے حسب دستور کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ کو خبر انتقال امجد علی شاہ کی پہونچائی تو رزیڈنٹ مع ڈاکٹر لوگن کے نواب امین الدولہ کے ساتھ محل سرا مین داخل ہوے بادشاہ کی نعش پر آئے نوروز علی خان نے دوشالہ مُنھ پر سے

ٹھایا دیکھا توکسی طرح کا شبہہ ڈاکٹر صاحب کو نہ ہوا حرم سرا مین شور قیامت برپا تھا
.یڈنٹ نے تاسف کے ساتھ نوروز علی خان سے کہا کہ جنابعالیہ سے عرض کرو کہ یہ وقت
ہر کا مقام ہے پھر وہان سے گلستان ارم مین آکر بیٹھے۔ جب واجد علی شاہ کو یہ خبر ہونچی
تے ہی عجیب حالت بیقراری سے برآمد ہوے دونون طرف سے خواص بازو تھامے
ے آنکھون سے آنسو جاری بیقراری دمبدم بڑھتی جاتی تھی۔ اسی حالت سے
ہ دکوٹھی مین آکر بیٹھے، [illegible] دست بستہ حاضر تھے قطب الدولہ نے بہت
ہا کہ کسی طرح صورت افاقۂ گریۂ وزاری ہوجائے لیکن رعب و دبدبہ سے عرض کرنے کی
جرات نہ ہوسکی۔ اس عرصہ مین امیر الدولہ مہدی علی خان نے عرض کیا کہ حسب دستور
کپتان ہالنگس صاحب استقبال کو آتے ہین ملازمین ہرطرف اپنے مقام پر کمر بستہ
جلوے سواری مین حاضر ہوے۔ واجد علی شاہ بوچے مین سوار ہوکر جلوس کے ساتھ آئے
کپتان ہالنگس صاحب بوچے کے ساتھ تھے۔ جب سواری زینے پر چڑھنے لگی تو ہمراہیون کی
کثرت سے زینے کا آہنی جنگلہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ جب بادشاہ داخل کمرہ ہوے رزیڈنٹ سے
ملاقات ہوئی اور درمیانی کمرے مین جاکر بیٹھے اور دروازے بند کر لیے امیر الدولہ میر
مہدی علی خان داخل کمرۂ خلوت ہوئے پھر نواب علی نقی خان تسبیح در دست وظیفہ
پڑھتے ہوے کمرے مین چلے گئے۔ ایک ساعت کے بعد جانسن صاحب برگیڈیر چھاؤنی
منڈیاؤن آئے فقط انھین کے آنے کا انتظار تھا صاحب رزیڈنٹ کمرے سے باہر
آئے اور انھین بھی کمرے مین لے گئے بعد اسکے واجد علی شاہ تخت روان پر سوار ہو کر
داخل بارہ دری ہوے۔ پہلے کمرۂ خاص مین جاکر موافق معمول کے دو رکعت نماز شکرانہ
پڑھی عباے خاص بر دوش زینے سے تخت پر کھڑے ہوے۔ رزیڈنٹ بھی برابر کھڑے ہوے

مجد الدولہ چھوٹی کشتی میں تاج شاہی لائے رزیڈنٹ نے اپنے ہاتھ سے تاج سر پر رکھکر انگریزی میں کہا اب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ ہوے بعد اسکے بادشاہ نے چارزانو ہوکر تخت پر جلوس فرمایا۔ پہلے نواب امین الدولہ نے نذر دی اُسکے بعد سب کی نذرین نواب نے اُٹھالین۔ رزیڈنٹ صاحب زیر تخت کرسی پر بیٹھے باقی سب انگریز کھڑے رہے جو ملازم تھے اُنھوں نے نذر دی۔ بادشاہ نے حسب دستور پانچ اسم ذات حسنی دستخط فرمائے سامنے مبارکباد کا غل ہوا ناچ ہونے لگا۔ بینڈ باجہ بجنے لگا شلک سلامی سر ہوئی شہر مین منادی ہوئی اُسوقت گھڑی مین دیکھا تو ۹ بجکر ۳۵ منٹ آئے تھے۔ ایک ساعت کے بعد تخت سے اُترے ایک طرف بڑے صاحب دوسری طرف برگیڈیر تخت روان تک لاکر رخصت ہوے۔ بادشاہ سوار ہوے روشن چوکی بجتی ہوئی داخل محل سراے بارہ دری ہوے یہ رسم تخت نشینی روز شنبہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ ہجری مطابق ۱۳۔ فروری ۱۸۴۷ء کو واقع ہوئی جیساکہ قیصر التواریخ مین ہے اور افضل التواریخ مین مسند نشینی کی تاریخ ۲۷ صفر کی رات بتائی ہے۔ تاریخ مسند نشینی یہ ہے۔

شہِ عدل پرور سلیمان حشم	فزون رتبۂ تخت شاہی نمود
ز ملک و ملک این صدا شد بلند	ملک رونق تاج شاہی فزود ۱۲۶۳

دیگر

شہ واجد علی احمد	بہ لیل بست و ہفتم از ہمین ماہ
کہ بر نوک زبانِ اہلِ کشور	معرف با صفر ماہِ مظفر
بہ شکل ماہ شد بر تخت تابان	جہان روشن شد از شمع چراغان
دعا گو یافت نقدِ کامیابی	بد اندیشش فتادہ اندر خرابی

سوال سال مسعود جلوسش | طلب واثق نمود از ہاتفے خوش
چکید از سال کلکش شل سیبے | سریر سلطنت را دادہ زیبے

ایضاً

لیلۃ السابع پس از عشرین سعد از صفر | شاہ شد سلطان عالم سایۂ فضل آلہ
واثق اندر ملک دادہ این نوید جان فزا | شاہ شد واجد علی سلطان معلّیٰ بادشاہ

ایضاً

جہان پرور زہے واجد علی شاہ | مشرف ساخت تاج و تخت اقبال
نمودہ فکر تاریخ جلوسش | بہ آئینے کہ افزون گردش مال
مبارک اختراع تازہ ریحان | خوشا طبع رسا خوش عقل فعال
سہ از جیم جہان پرور گرفتم | بہ اضعاف مکرر یافتم سال

ایضاً

جو زیب تخت ہوا شب کو شاہ نیک اختر | ہوا ہے سال جلوس اسلیئے چراغ ہند

پورا لقب اُن کا یہ ہے **ابو المظفر ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زمان سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ**
صاحب رزیڈنٹ بریگیڈ میجر کپتان لام صاحب کو انگریزی پہرون کی حفاظت کا حکم دیکر نواب امین الدولہ سے رخصت ہوکر سوار ہوگئے۔ چھاؤنی سے پانچ کمپنیان جو واسطے بندوبست کے آئی تھین اُن کو تیسرے دن انعام دیکر رخصت کیا انگریزی پہرون کے آنے کا دستور کرنیل جان بیلی صاحب کے وقت سے چلا آتا تھا دوپہر کے قریب نواب امین الدولہ وزیر ڈیوڑھی سلطانی پر گئے اور مقربان امجد علی شاہ سے

سب سرگذشت بیان کرکے پھر بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے - جنرل مرزا
سکندر حشمت جنکا نام مرزا جواد علی ہے اور واجد علی شاہ کے چھوٹے بھائی تھے
بادشاہ کو نذر دیکر بہت شدّت سے روتے جاتے تھے اُنکی بیقراری سے معلوم ہوتا تھا
کہ انھین کا باپ مرگیا ہے اُنکے پیچھے حکمت الدولہ اور اُنکا بیٹا تھا - اُس وقت
محلسرا مین خاص و عام ملازمین ولی عہدی کے ہجوم سے شور و غل کا ہنگامہ برپا تھا
صبح روز یک شنبہ کو بادشاہ نے پھر تخت پر جلوس فرمایا - باقی شاہزادون اور امرا
اور اہلکارون کی نذرین لین جب مرزا محمد رضا علی خان داراسطوت نے نذر دی
تو اُن کی خُرد سالی اور یتیمی پر رحم فرماکر بادشاہ روئے وقت چاشت دربار برخاست
ہوا واجد علی شاہ دولت خانۂ ولی عہدی کو تشریف لے گئے حاضرین اپنے اپنے
مسکن پر پہونچے - امراے دربار تشییع جنازہ کو گئے جب امجد علی شاہ کے دفن ہونے کی
خبر بادشاہ نے سُنی تو وقت عصر باد بہاری (گاڑی کا نام ہے) پر سوار ہوکر شہنشاہ منزل کو
تشریف لیگئے چار گھڑی رات گئے لوٹ آئے اور دوشنبہ ۲۸ ماہ صفر کو امجد علی شاہ کے
سوم کی تقریب اُنکی قبر پر ہوئی ارکانِ دولت شریک فاتحہ خوانی و روضہ خوانی تھے
اب ہر روز حسب دستور طلوع آفتاب سے تا چاشت دربار منعقد ہونے لگا
انتظام مالی و ملکی پیش نظر کیمیا اثر رہنے لگا روز سہ شنبہ ۲۹ صفر کو نواب امین الدولہ اور
مہاراج بالکرشن وغیرہ اہلکاران سلطنت کو حسب معمول خلعت ملا باقی عملہ قدیم بدستور
اپنے کاروبار مین مصروف ہوا اکثر ملازمان قدیم و جدید کو خطابات شاہی ملے مقربانِ خاص
صاحب شمشیر ہوئے - ۱۵ دن تک طریق ملاحظۂ کا غذات اور صورت دربار شاہی
زمانۂ سابق کے موافق رہی - بعد اسکے فرح بخش بیت السلطنت قدیم کو نا پسند

فرما کر اُسکا چھوڑنا اور شہنشاہ منزل مین جہان صحن وسیع اور لطافت ہوا زیادہ تھی قیام اختیار کرنا منظور خاطر ہوا۔ صاحب رزیڈنٹ نے دوستانہ سمجھایا کہ اگر بدستور اپنے آباے کرام کے یہین رہیے تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہان کی ہوا میرے مزاج کے ناموافق ہے اور یہ امر کچھ آپ کے خلاف بھی نہین بعد اس کے اہل دربار اور شاہزادون ورامرا کو حکم ہوا کہ ہر اتوار کو صبح کے وقت دربار کے لئے کوٹھی فرح بخش مین حاضر ہوا کرین مین بھی وقت خاص پر آیا کرونگا۔ ۹ بجے کے وقت نواب امین الدولہ۔ مہاراج مدبر الدولہ اور دبیر الدولہ اور اہلِ دفتر خاص درِ دولت پر دولت خانۂ قدیم مین حاضر ہونے لگے وقت ملاحظۂ کاغذات ہر ایک حاضر ہوتا تھا دوپہر کے بعد جب زوال شمسی کی نوبت بجتی تھی تو یہ لوگ دربار سے اُٹھتے تھے اسکے بعد مقربانِ قدیم کی صحبت خاص کا رنگ جمتا تھا۔

عدل وانصاف کا نرالا طریق

کئی دن تک بادشاہ کی سواری مین دو ترک سوار آگے آگے دو نقرئی صندوقچے نیزون پر لیکر چلتے تھے راہ مین جو مستغیث عرضی دیتا تھا صندوقچے مین ڈالدیتے تھے کُنجی اُن کی بادشاہ کے پاس رہتی تھی اور اُنکو بادشاہ اپنے ہاتھ سے کھولکر حکم لکھتے تھے اور طبیعت بھی نہایت رسا اور تیز تھی اس کا نام قیصر التواریخ کی روایت کے مطابق **مشغلۂ نوشیروانی** اور وزیرنامہ۔ نادر العصر اور محاربۂ غدر کی روایت کے مطابق **مشغلۂ سلطانی** رکھا تھا اہلکارون کو اِس سے خوف اور رعایا کو باعث ازدیاد تقویت تھا فی الحقیقت بہت خوب مشغلہ تھا اگر اسے قیام رہتا۔ افضل التواریخ مین اِسکا حال یون لکھا ہے کہ تخت نشینی سے تیسرے روز دو صندوق طلائی و نقرئی

تیار ہوسے اور نام اِن کا مشغلۂ سلطانی رکھا گیا اور یہ صندوق لب شاہ راہ گذرگاہ عام پر اس حکم سے رکھے گئے کہ مستغیثان مجبور و فریاد کنان نزدیک و دور کسی دوسرے کے توسط کے بغیر اپنی عرضیان سوراخ بالاے صندوق سے چھوڑ دین اس کے مطابق عمل درآمد ہوا ہر روز صبح کے وقت دونون صندوق دربار مین بادشاہ کی خاص نگرانی مین کھولے جاتے اور انپر بادشاہ کے خاص ہاتھ سے حکم لکھے جاتے بادشاہ کی اِس بیداری نے مجتہد العصر کے دل کو بھی تسخیر کر لیا تھا چنانچہ اُنھون نے بذریعۂ معروضے کے بادشاہ کی ستائش کی نقل اُس معروضے کی یہ ہے۔

باسمہٖ و سُبحانہٗ

حضرت سلطان عالم خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ

باستماع مزید اہتمام و توجہ خاطر فیوض مآثر بندگان دارا دربان بسوے رعیت پروری و عدالت گستری و دادرسی مظلومان و ملہوفان و انتظام و تنبیہ و تادیب سرکشان و ارباب عدوان و ملاحظہ کواغذ و تحقیق و تفتیش حال رعایا خاطر فاطر داعی سلطنت عظمیٰ را سرور موفور و حبور غیر محصور حاصل گردیدہ الحق کہ سجیۂ مرضیۂ ملوک و سلاطین عدل و داد و احتساب و انصاف و امر بالمعروف و نہی عن المنکر مے باشد ہر گاہ طبع ہمایون در آغاز سلطنت و عنفوان شباب دولت مصروف بحال پُرسی و دادرسی رعیت خواہد بود ہر آئینہ انجامش استحکام مبانی فرمان فرمائی خواہد بود و شیوۂ ستودۂ شہریاران اولوا العزم استقلال و استبداد در احکام می باشد انشاء اللہ المتعال این روحۂ عدالت گستری آئندہ مثمر ثمر بہتری خواہد گردید

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

حق سبحانہٗ عز شانہٗ مدارج استحکام سلطنت عظمیٰ را یوماً فیوماً متزائد گرداناد و توجہ خاطر معلیٰ را

بترویج شعائر شرع مبین وتشئید مبانی مذہب حق حضرات ائمۂ معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین دائما مترقی دارا وانہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر۔

مہر سلطنت وجہانبانی از مطلع عنایات ربانی ہموارہ طالع وساطع باد بالنبی وآلہ الامجاد علیہم الصلوۃ الی یوم المعاد والتناد معروضہ داعی بلا ریب مورخہ ۲۶۔ ربیع الاول ۱۲۶۳ہجری

فوج کی درستی کا شوق عجیب تفریح انگیز طور پر

دوسرے ہفتے مین روز شنبہ کو کوٹھی رزیڈنٹی مین چار کی صحبت ہوئی موافق معمول کے نواب علی نقی خان اور امیر الدولہ مہدی علی خان داخل زمرہ کرسی نشینان ہوے۔ وقت رخصت صاحب رزیڈنٹ نے حسب سرشتہ ان دونون صاحبون کو بھی گوٹے کے ہار اور عطر دیا ۹۔ ربیع الاول سنہ مذکور کو گورنر جنرل ہارڈنگ صاحب کا خریطہ تہنیت جلوس کے باب مین آیا اور چار ہزار روپے بادشاہ کی طرف سے سپاہیان انگریزی کے انعام کے لئے اور دو شالے افسران فوج کے واسطے رزیڈنٹ کے پاس بھیجے گئے۔

بادشاہ نے پیادون کی چند پلٹنین اور سوارون کے رسالے بھرتی کرکے اُنکو وردی اور ہتھیارون سے آراستہ کیا تھا اُنکے نام بھی عجیب وغریب رکھے تھے۔ بانکا۔ ترچھا گھنگھور۔ اختری اور نادری اور اُنکے قواعد کے لئے فارسی زبان مین اصطلاحین مقرر کی تھین۔ ابتدائے شوق مین اکثر بادشاہ بہ نفس نفیس میدان پریڈ مین جاکر اُن کی قواعد اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی اور تفنگ اندازی کی مشق ملاحظہ فرماتے تھے اور تین تین چار چار ساعت تک گھوڑے پر سوار ہوکر دھوپ مین کھڑے رہتے تھے اور کبھی کبھی خوش ہوکر انعامات اور خطابات سے سرفراز کرتے تھے مگر اُلٹ نشاط

سے کے زور سے نے اِس شوق کو قائم نہ رہنے دیا۔لیکن نادر العصر مین لکھا ہے کہ ایک دن نواب علی نقی خان سے نے عرض کیا کہ یہ امر رزیڈنٹ کے مزاج کے خلاف ہے اِس لئے بادشاہ نے بالکل اِس طرف سے کنارہ کیا۔

امین الدولہ کو ایک خوفناک واقعہ پیش آنا

امین الدولہ کا معرکہ بہت مشہور ہے کہ بگھی مین سوار در دولت پر آتے تھے وقت صبح شیخ فضل علی احمد خان۔غلام غوث خان وغیرہ پانچ جوان بدمعاش سڑک گولہ گنج مین زیر دیوار امام باڑہ ملکہ زمانی زوجۂ نصیر الدین حیدر بگھی سے آکر لپٹ گئے اور اِن مین سے دو شخصون نے نہایت چستی و چالاکی کے ساتھ امین الدولہ کو بگھی سے اُتار کر زمین پر گرا کر چھُری سینے پر رکھدی اور تین آدمی قرابین لئے ہوئے اُن کے سر پر کھڑے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی پاس آئے گا ہم نواب کا کام تمام کر دینگے اِس وجہ سے کوئی دست اندازی نہ کر سکتا تھا اِس عرصے مین یہ خبر عام ہوئی آخرکار فوج شاہی مع ارکین سلطنت موقع واردات پر پہونچی رزیڈنٹ بھی وہان آئے سوائے تالیف قلوب اور طمع زر کے کچھ بن نہ آئی چھتّر ہزار روپے پر رزیڈنٹ نے اُن کو راضی کیا خود ذمہ دار ٹھہرے منگوا دیا مگر اصل مطلب اُن کا معلوم نہ ہوا دام طمع مین آگئے نواب مجروح کو رہا کیا الٰہ آباد گئے۔ اِس واقعہ کی تاریخ منشی مظفر علی اسیر نے یون لکھی۔

بوقت کینۂ اوباش چند با نواب — زمانہ گفت کہ یا ربّ ذوالجلال بخیر
اسیر سال وقوع فساد کرد رقم — رسیدہ بود بلائے و لے مآل بخیر
۱۲۶۳

وہ سب روپے ہاتھیوں پر رکھ کر پانچوں بدمعاش سوار ہوے اور رزیڈنٹ کے ساتھ بیلی گارد مین گئے بحکمتِ علی ہتھیار اُن سے لے لئے گئے گرفتار ہوے چوتھے دن چار بجے کے بعد اُن کو اپنی کوٹھی سے نکالدیا دروازے پر اژدہام عام تھا اور سرکار شاہی کے سپاہی جوق جوق جمع تھے جیسے وہ باہر نکلے گرفتار ہوئے مارے گئے قید خانہ دیکھا اور نواب مجروح کا علاج ڈاکٹر لوگن صاحب نے اِس خوبی سے کیا کہ اکیسں دن مین غسل صحت ہوا دربار شاہی مین آئے نذر دی۔ خلعتِ معمولی سے سرفراز ہوے خوش خوش گھر آئے دوسرے دن چوبدار سلطانی نے زبانی انجم الدولہ کے حکم پہونچایا کہ آپ عہدے سے معزول ہوے سوار نہو جیے گا۔

ہم چاہتے ہین کہ امین الدولہ کی معزولی کی سرخی علیحدہ قائم کرین کیونکہ اِس باب مین مختلف روایات آئی ہین۔

عہدۂ وزارت سے نواب امین الدولہ کی معزولی اور علی نقی خان کی منصوبی

نواب امین الدولہ پرگو بادشاہ کے تفضلات بہت تھے مگر مقربان بادشاہ سے موافقت نہ تھی بلکہ ہر روز بگڑتی چلی گئی اور بادشاہ کے دل مین زمان ماضیہ کے غبار از سر نو پیدا ہوئے چند روز امیر الدولہ کی وجہ سے گذرے نواب امین الدولہ نے اپنے خیر اندیشون کی صلاح سے اتمام حجت سمجھ کر بادشاہ کے جلوس سے دوسرے دن صاحب رزیڈنٹ سے کہا کہ میری وزارت کی مدت عمر امجد علی شاہ کی وفات کے بعد تمام ہو چکی اب میرے واسطے کنارہ کشی بہتر ہے کیونکہ مثل مشہور ہے

کہ باپ کا نوکر کبھی بیٹے کے کام کا نہین ہوتا چار دن کے بعد اگر کسی اتہام یا الزام سے موقوف ہو جاؤنگا تو میری سُبکی اور نارسائی کا باعث ہوگا بلکہ کیا عجب ہی کہ زمانِ گذشتہ کی حسن خدمات وخیر خواہی مٹ جائے اب بادشاہ جس کو چاہین ہین اُسے بخوشی اور اپنی رضامندی سے وزارت کا خلعت پہنا دون آئندہ اگر حسنِ خدمت سمجھین تو جو کچھ مناسب ہو میرے واسطے مقرر فرمائین مین اسپر قناعت کرکے دعاے دولت مین مصروف رہونگا اور مجھپر خوب ثابت ہی کہ بادشاہ مجھ سے بدل صاف نہین ہین اور نہ کبھی ہون گے دوسرے اُن کے مقربان خاص سے نہ بنے گی صاحب رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اگر اس ابتدائی وقت مین تم کنارہ کش ہو جاؤگے تو ہمارے نزدیک تمھاری قدامت وخیر خواہی زمانِ ماضیہ کے خلاف ہوگا کیونکہ بادشاہ کو جتنا تمھارا پاس و حفظ مراتب ہوگا او جس قدر تمھاری نیک و بد کی صلاح کو سنین گے یہ بات دوسرے آدمی کے ساتھ متصور نہین مگر تم ازراہ مآل اندیشی عذر کرتے ہو ہم بھی بادشاہ سے اس باب مین استمزاج لینگے اور اُن کو دوستانہ طور پر سمجھائینگے - چنانچہ صاحب رزیڈنٹ نے مشروحاً سب طرح کے نشیب و فراز سے سمجھایا - بادشاہ نے فرمایا مجھے اُنکی نمک خواری اور خیر خواہی سے تعجب ہی کہ مجھ سے اس وقت مین کنارہ کش ہوتے ہین مین اُن کے حقوق کو حضرت جنت مکان سے کم نہین سمجھتا ہون جب رزیڈنٹ نے ایسے کلام سُنے تو نواب امین الدولہ کی خاطر جمع کر دی - پھر امین الدولہ نے نواب ملکۂ آفاق (بادشاہ کی دادی) اور نواب ملکۂ کشور (بادشاہ کی مان) سے بھی عذر کنارہ کشی عرض کیا اُنھون نے کہا سبحان اللہ تم چاہتے ہو کہ قدامت اور نمک حلالی کو اپنے ہاتھ سے مٹا کر دوسری چیز کیا چاہیئے دوسرا ایسا نمک حلال خیر خواہ کون ہوگا - بعد اس کے امین الدولہ نے

بادشاہ سے بھی عرض حال کیا۔ بادشاہ نے وفور عنایت سے اپنے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ مین تم کو جنت مکان کی جگہ سمجھتا ہون تم مجھے ایسے وقت مین چھوڑتے ہو امین الدولہ مطمئن ہوے مگر یہ سب باتین ظاہرداری کی تھین باطن مین بے اصل تھین اور نہ اس کا خیال ہوا کہ ہم آج جو یہ کہہ رہے ہین کل جو انھین موقوف کرینگے تو رزیڈنٹ سے کیا صورت ہوگی اُنپر کذب وصدق ہماری منزلت کے خلاف نہ گذرے گا اور نہ کہین گے کہ آپنے ہمارے کہنے سے کیون نہ موقوف کیا چندروز کے بعد ایک دن رزیڈنٹ نے ممالک محروسہ کی بے انتظامی کا حال بادشاہ سے بیان کیا امین الدولہ نے کہا کہ ابھی گئے دن بادشاہ کے جلوس کو گذرے ہین انشاء اللہ جیسا آپ کی مرضی کے موافق ہوگا اُس طرح عمل مین آئے گا۔ اِس بیان سے بادشاہ کے خیال مین یہ آیا کہ تاکید شدید جو رزیڈنٹ کررہے ہین اُس دھمکانے کے محرک فقط امین الدولہ ہوے ہین۔ اِس تصور سے دِل مین اُن کی طرف سے بہت کدورت آگئی اور تجویز فرمایا کہ انھین موقوف کرکے میر مہدی عرف میرن مخاطب بہ امیرالدولہ کو وزیر کیجئے جنکو ولی عہدی مین امیرالامرا بنا چکے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے اُن سے فرمایا کہ تم یہ مندیل وزارت سر پر رکھ کر بار وزارت کو اُٹھاؤ۔ اِن کے مزاج مین بھی بوے کبر ونخوت سمائی تھی ابھی پورا خلعت وزارت بنوا تھا کہ مندیل وزارت پانے سے تیسرے روز مخلوق کی عام ناراضی کی اول کارروائی یہ کی کہ ہندوٗن کا ایک مندر کھدوا ڈالا ہندوون نے شہر کی دوکانین بند کردین ایک بلوا سا ہوگیا اور بادشاہ اور رزیڈنٹ کے ہان جاکر استغاثہ کیا اور میر مہدی کو ناکامی کا موںھ دیکھنا پڑا اور وزارت کے قابل ثابت نہوے بعد اس کے بادشاہ نے وزارت کے لئے علی نقی خان کو تجویز فرمایا اِن کی یاوری اقبال سے

بہت سے اسباب بیرونی اور اندرونی جمع ہو گئے تھے نالائق امیر الدولہ کے روبرو پایۂ اعتبار میں نہ تھے گو علی نقی خان کو عاجزی اور بے اختیاری کی نسبت بدل صفائی منظور تھی لیکن امیر الدولہ سے اپنی خوبی فہم اور پندار غلط سے بے حقیقت سمجھ کر نہ مانا مقصد نخوت اور تکبر ہو گیا تھا کہ شخص متوسط کو یہ جواب نامواب دیا کہ صفائی اپنے سرسے جانیے سود و سود کا درماہہ تمہارے واسطے ہو جائے گا تقدیر امیر نشستی تھی کہ علی نقی خان کے ہاتھ سے یہی حال تمہارا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا غرض نواب امین الدولہ سے روز بروز بے لطفی بڑھتی چلی گئی اور انھیں بھی اپنی معزولی کا یقین ہو گیا۔ وزارت کے قیام کے لئے کوشش کرنے لگے اور اس کام کے لیے لوگوں کے کہنے سے کچھ روپیہ بھی صرف کیا لیکن بے فائدہ اور بے محل کیا بلکہ ایک مقربان خاص کو جس دن نواب سے کچھ بطور رشوت کے دیا اسی دن وہ مر گئی خود امین الدولہ اسکے دینے پر افسوس کرتے تھے۔ ۱۹۔رجب ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۹ جولائی ۱۸۲۷ء روز شنبہ کو ۹ بجے دن کے موافق معمول کے بادشاہ کے در دولت پر امین الدولہ حاضر ہوئے انکو پہلے سے یہ خبر پہونچ چکی تھی کہ آج میں اپنے عہدے سے موقوف ہو جاؤں گا مگر چار و ناچار جانا پڑا تھا اُس وقت مشیر الدولہ مہاراجہ بالکرشن بہادر اور اہل دفتر بھی سب حاضر تھے مصاحب الدولہ نے اندر سے آکر کہا بادشاہ نے مہاراجہ بالکرشن اور راجہ کندن لال میر منشی کو یاد فرمایا ہی پہلے انھوں نے جانے میں تامل کیا دوبارہ پھر طلب ہوئے نواب امین الدولہ نے فرمایا تم کیوں نہیں جاتے عرض کیا کہ آج خلاف معمول ہوتا ہی کیونکہ ہر روز آپ کے ساتھ جاتے تھے اِس عرصے میں ایک خواص نے امین الدولہ سے کہا کہ آپ کو برخاستگی کا حکم ہوا ہی امین الدولہ سنتے ہی سوار ہو کر اپنے گھر چلے آئے بعد دوپہر کے بادشاہ کے ایک چوبدار نے امین الدولہ کے دیوان خانے کے داروغہ شیخ اکبر علی سے کہا کہ بادشاہ کا حکم یہ ہے کہ نواب سوار نہوں۔

بادشاہ نے اُسی وقت مصلح السلطان انجم الدولہ کی معرفت رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ کہ ہمنے امین الدولہ کو موقوف کیا خلعت وزارت علی نقی خان کو دیتے ہین اُنھون نے جواب دیا کہ ہمارا مشورہ نہ معزولی قدیم نہ منصوبی جدید مین ہے مین خود بادشاہ کے پاس آتا ہون جب رزیڈنٹ آئے تو بادشاہ سے کہا کہ نواب گورجنرل عنقریب آنے والے ہین اگر جب تک کسی امر جدید خصوصًا اس عہدۂ وزارت مین توقف ہو تو بہتر ہے اِس وجہ سے اُس دن علی نقی خان کو خلعت ملنے مین تامل ہوا۔ مگر رزیڈنٹ کو نہایت ناگوار خاطر ہوا کہ ہم سے بادشاہ نے کچھ کہا اور کیا کچھ بلکہ رزیڈنٹ کو نواب امین الدولہ سے باعث حجاب ہوا کیونکہ رزیڈنٹ کے سمجھانے سے اُنھون نے اپنی کنارہ کشی مین تامل کیا تھا فی الحقیقت یہی بات نواب امین الدولہ کے کام آئی کہ رزیڈنٹ کو اُنکی حمایت امور واجبہ مین لازم ہوئی۔ غرض علی نقی خان بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے حکم جاری کرنے لگے اور کاروبار وزارت مین مصروف رہے۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ مرزا ولیعہد محمد حامد علی خان بہادر کو خلعت وزارت عطا ہو اُنکی پیشدستی کا خلعت علی نقی خان کو دیجیے پھر اِس مین بھی تامل ہوا بعد ایک مہینے کے جب رزیڈنٹ کو وزارت کے معاملے مین گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کی مرضی کے موافق جواب آگیا تو رزیڈنٹ اور کپتان برڈ صاحب بادشاہ کے پاس آئے اور یہ کہہ گئے کہ یہ خانگی معاملہ ہے بادشاہ کی خوشی پر موقوف ہے۔ چہارشنبے کو بادشاہ نے پرچہ پیام منصوبی وزارت کے باب مین رزیڈنٹ کو بھیجا مصلح السلطان انجم الدولہ نے زبانی بھی رزیڈنٹ سے کہا روز پنجشنبہ ۲ بجے دن کے ۲۲ شعبان ۱۲۶۳ ہجری مطابق ۵۔ اگست ۱۸۴۷ء کو ۲۹ پارچے کا خلعتِ وزارت نواب علی نقی خان کو اِس خطاب کے ساتھ ملا

دو رکن رکین خلافت وجہانداری اعتضاد سلطنت وشہر یاری امیر الامرا مدار المہام وزیر الممالک معتمد الخاقان تلمیذ السلطان سیف مسلول بازوے شہنشاہی رمح مصقول معرکہ دشمن گاہی صاعد مصاعد یکرنگی وصفا ناہج مناہج صداقت ووفا مرید مرشد پرست اخلاص گزین خانہ زاد عقیدت سرشت صفوت آئین مختار ذی اقتدار یار وفادار سپہ سالار رستم ہند مدار الدولہ منتظم الملک علی نقی خان بہادر سہراب جنگ فدوی خاص جان نثار ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زمان سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ ''

فارسی کی تاریخ آثار محشر سے معلوم ہوتا ہے کہ اشہر خطاب اُنکا مدار الدولہ ہے

تاریخ تقرر وزارت

نواب علی نقی جو ہے خان دلیر　　منظور نگاہ بادشاہ عالم
تاریخ بتائی اُسکی یہ ہاتف نے　　کہہ دو کہ اب ہے وہ وزیر اعظم

دوسرے عہدہ دار خواجہ سراؤں اور ارباب نشاط کی ترقی

مصلح السلطان انجم الدولہ بہادر کو سفارت رزیڈنٹ ملی - حفیظ اللہ ومولوی میر باقر علی موقوف ہوے - اہتمام الدولہ حیدر حسین خان کو دیوان عام کا اہتمام سپرد ہوا - یوسف علی خان برادر نسبتی انجم الدولہ کو بھی خدمت عطا ہوئی اور اہتمام الدولہ اور امیر الدولہ خانہ نشین ہوئے او سیف الدولہ علی حسین خان خدمت قدیم دیوان خانہ سے موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے مشیر الدولہ مہاراجہ بالکرشن پر دیوانی کی خدمت اور راجہ بہاری لال پر واصل باقی نویسی کی خدمت بدستور

بحال رہی اور کسی عہدے کو تغیر و تبدل نہوا۔ بشیر الدولہ۔ گلبن الدولہ۔ دیانت الدولہ اور فیروز الدولہ کو محلات کی نظارت اور بڑی بڑی خدمات ملین اور حاجی شریف کو ترکسواران خاص کے رسالون اور تلنگون کی کئی پلٹنون پر افسری ملی اسی طرح ثابت الدولہ و رواج الدولہ۔ رضی الدولہ۔ نجیب الدولہ۔ قطب الدولہ۔ انیس الدولہ۔ اور مصاحب الدولہ ان سب ارباب نشاط کو خدمات عالیہ ملین۔ قطب الدولہ کو علم تھا اس وجہ سے دستخط عرضداشت وغیرہ مین پوری مداخلت ہوئی اور ان دونون فرقۂ خاص (یعنی خواجہ سرا اور ارباب نشاط) کے احکام وزیر اعظم کے احکام پر فوق پانے لگے اور سب کا دماغ فلک ہشتم سے گذر گیا۔ مصاحب الدولہ اپنے مزاج کی صلاحیت کی وجہ سے فی الجملہ نیک نام رہا اور صوم و صلوۃ کا بھی پابند تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے مین ثابت الدولہ اور رواج الدولہ خواجہ سراؤن کی مخالفت کی وجہ سے معتوب ہوگیا دربار مین آمد و رفت موقوف ہوئی لیکن وظیفہ بدستور جاری رہا وزیر کے دربار مین جاتا تھا۔

ہندوون کے بعض بُت خانون کے گروانے کی وجہ سے عام طور پر ہندوؤن کا ندارون کا ہڑتال کردینا۔ امیر الدولہ میر مہدی کا اس علت مین معتوب ہونا

ہم اس واقعہ کو مجملاً پہلے لکھ چکے ہین۔ یہان بالتفصیل بیان کیا جاتا کہ امین الدولہ کی معزولی سے قبل ایک جدید امر یہ ہوا تھا کہ ایک روز بادشاہ کے حضور مین یہ پرچۂ اخبار گذرا کہ گلاب راے جوہری مصاحب و خزانچی امین الدولہ نے جو قوم کا سراؤگی ہے

نیا بڑا مندر بنوایا ہے اور آج مورت استھاپت کی جائے گی ایک برہمن کا لڑکا قربانی کیا جائے گا۔ بادشاہ کا مزاج برآشفتہ ہوا اور تدارک میر مہدی کے سپرد ہوا اُنھون نے جاکر گنبد نو طیار منہدم کرادیا اور اسکے سوا محلہ حیدر گنج مین اپنے مکان کے متصل دو شوالے گروانے لگے اور ایک مندر کے گرانے کا حکم دیا جو محلہ بھیدیوان مین واقع تھا حالانکہ بادشاہ نے اسکے گرانے کا حکم ندیا تھا ہندوون کو بہت جوش پیدا ہوا اور آمادہ غدر و فساد ہوئے اسلیئے یہ مندر نیم کندہ رہ گئے دوکانین بند کردین اور جوق جوق ہندو روز روشن مین مشعلین جلاکر دہائی دیتے ہوئے کچھ در دولت شاہی پر اور کچھ رزیڈنٹ کی کوٹھی پر پہونچے بعد تشفی رخصت کیے گئے رزیڈنٹ سوار ہوکر بادشاہ کے پاس آئے اور اُن کو سمجھایا تحقیقات سے میر مہدی کا ظلم ثابت ہوا مندر اور شوالون کی تعمیر کا حکم صادر ہوا جس دن سراوگیون کے مندر کے توڑنے کی وجہ سے دوکانین بند ہوئین اُسی دن بادشاہ نے درگاہ حضرت عباس کی آستان بوسی کے لئے سواری کا ارادہ کیا اور شرف الدولہ غلام رضا خان نومسلم کو آراستگی چوک و بازار کا حکم ملا دوکاندارون نے باوجود تاکید شدید کے دوکانین نہ کھولین۔ شرف الدولہ نے کوٹھیات کلان و توشہ خانہ سرکاری سے زربفت و مشجر و کمخواب و اطلس و بانات سلطانی بہم پہونچاکر نہایت خوبی سے آراستہ کردیا دو گھڑی دن چڑھے بادشاہ ہودج مرصع و زرین مین بالاے فیل بیٹھکر روانہ ہوے جب سواری دولت سرا سے چلی طشت جواہر نثار ہوے چوک کے وسط مین زرفشانی کے وقت انگوٹھی جسپر الماس جڑا ہوا تھا بادشاہ کی اُنگلی سے نکلکر گر پڑی وہ ایک بوڑھی عورت نے پائی جب بادشاہ کے پاس پہونچی تو انگوٹھی لیکر دس ہزار روپے انعام مین دلائے گئے۔ جب محمود نگر کی سڑک پر پہونچے تو حسینی ولد ہاتھی

قوم کوزہ گر نے فریاد کی کہ قائم علی کشمیری مقرب نواب علی نقی خان نے اُس کا مکان زبردستی چھین کر گروا دیا ہے۔
بادشاہ نے سواری ٹھہرائی اور اُسی وقت حکم دیا کہ قائم علی کا مکان گروا دیا جائے اور جیب خاص سے پانچہزار روپے علی رضا بیگ کوتوال کو واسطے تیاری مکان مستغیث کے مرحمت ہوے۔
بعض کہتے ہین کہ ثابت الدولہ اور رہاج الدولہ بادشاہ کے حکم سے دیرۂ جدید کو گروانے کے لئے گئے تھے کیونکہ اِس سے مسلمانون اور ہندوون مین فساد پیدا ہوگیا تھا ان دونون نے اپنی جرأت حماقت سے کئی شوالون کو کھود ڈالا یہ دہرہ جوہریون کا تھا بہت سے جوہری جمع ہوکر رزیڈنٹ کے پاس چھاؤنی منڈیاؤن کو گئے اور استغاثہ کیا بادشاہ کو بہت ناگوار گذرا اِس وجہ سے کہ گلاب راے جوہری امین الدولہ کا کارگذار تھا رزیڈنٹ نے اِس معاملے مین کچھ دخل نہ دیا مگر کلکتہ کو رپورٹ کردی یہ شعلہ بھی تھوڑا سا سلگ کر رہ گیا۔
لطیفہ افضل التواریخ مین میر مہدی کے زوال کی ایک عجیب حکایت لکھی ہے کہ اُنھون نے ایک عرضداشت تخت نشینی کی تہنیت مین پیش کی بادشاہ نے معائنہ فرمائی جب یہ فقرہ کہ "دو بدعاے نیم شبی و سحری جلیسہ سریر آراے بزم تخت نشینی نے قلوب ہوا خواہان قدیم کو مثل گلستان نوبہار شگفتہ کیا،" نظر سے گذرا طبیعت بھڑکی طیش آیا کہ اِسی بدخواہ کی دعاے بد سے باباجان کی روح داخل بہشت ہوئی جبکہ یہ ناعاقبت اندیش قاتل پدر ہی تو میرا بھی عدوے جان ہے فوراً مجرا بند ہوا میر مہدی کا رنگ اُڑ گیا دزد حنا کی طرح گوشۂ مسکن مین منزوی ہوے لیکن بادشاہ نے بنظر پرورش تنخواہ بند نہ کی نتیجہ آخر یہ ہوا کہ تا عمر سواے خانہ نشینی کے روے دربار نہ دیکھا اور قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ سراوگیون کے

مندر کے توڑنے کی علت مین رزیڈنٹ کے کہنے سے میرن کی نظربندی کا حکم صادر ہوا تھا اُس روز سے اپنے گھر پر مقید رہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُس ظلم کی پاداش مین نظربند ہوکر پھیر رہا ہوے اور دوبارہ اُس عرضداشت نے خانہ نشین کرایا۔

مصلح السُّلطان کا سفارت سے موقوف ہوکر نواب محمد خان کا اس عہدے پر مامور ہونا

مصلح السُّلطان کی سفارت نے بہت رونق پائی یہانتک کہ بادشاہ سے بے واسطہ وزیر کے سفارت کے معاملات عرض کرتے یہ شخص سرفرازالدولہ مرزا حسن رضا خان کے عزیزون مین سے تھا اگر بادشاہ کے خوف سے بہت سے احکام سفارت رزیڈنٹ بادشاہ سے عرض نہ کرتے جو رزیڈنٹ کی ناگواری کا باعث ہوتا جب متواتر یہ صورت ہونے لگی تو صاحب رزیڈنٹ تنگ ہوے۔ ایک پیام رزیڈنٹ نے بادشاہ کو بھیجا تھا اُس کی عدم تبلیغ سے موقوف ہوے۔ ۱۷۔ ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری کو صاحب رزیڈنٹ مع کپتان برڈ صاحب آئے اور اپنے پیام کے جواب کے طالب ہوے بادشاہ نے کہا کہ ہم تک وہ آپ کا پیام نہین پہونچا رزیڈنٹ مصلح السلطان پر ناراض ہوئے اور نا ملائم کلمات کہکر اپنے پاس آنے کی ممانعت کردی مصلح السلطان نے یہ عتاب بادشاہ کی خاطر سے اُٹھایا اِس وجہ سے اپنے عہدۂ قدیم پر بدستور رہے ورنہ دونون طرف سے جاتے رہتے اب نئے سفیر کی تجویز کا مشورہ شروع ہوا۔ افتخارالدولہ مہاراجہ میوہ رام اِس عہدے کے لیے تجویز ہوے جب رزیڈنٹ سے استمزاج کیا تو اُنھون نے کہا کہ ایسا شخص اِس عہدے پر مقرر ہونا چاہیئے جو صاحب لوگون کے طرز معاشرت اور طریق رفتار اور صدق کردار

سے واقفیت رکھتا ہو کہ ہماری تکلیف کا موجب نہو اسلیئے مشیر الدولہ مہاراجہ بالکرشن بہادر جسارت جنگ دیوان اور راجہ کندن لال بہادر میر منشی کی راے سے ایک فرد اسم نویسی سفیران کی تیار ہوئی جس مین پہلا نام افتخار الدولہ مہاراجہ میوہ رام بہادر صلابت جنگ کا دوسرا مفتی محمد خلیل الدین سفیر زمانہ غازی الدین حیدر کا تیسرا مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کا چوتھا محمد خان کلکٹر کا لکھا تھا کپتان ہالنکس صاحب نے محمد خان کی سفارش صاحب رزیڈنٹ سے کی کہ یہ بہ نسبت اورون کے ہمارے سر رشتے سے واقف ہین اور عالی خاندان بھی ہین اور نواب منیر الدولہ کی پیش دستی مین بھی کام کیا ہے اس منظوری کے بعد اہلکاران سلطنت نے خلعت دینے مین تامل کیا آخر کار روز جمعہ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری کو خلعت حاصل ہوگیا۔

اس عرصے مین الیٹ صاحب سکرٹر اعظم گورنر جنرل بذریعۂ ڈاک یکم نومبر ۱۸۴۷ء مطابق ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری کو لکھنؤ مین داخل ہوے اور صاحب رزیڈنٹ کے توسط سے بادشاہ کی ملاقات کو آئے تعارف معمولی ہوا شہر کی سیر کرکے اور کتب تواریخ موجودۂ کتب خانۂ سلطانی سے انتخاب لیکر ایک ہفتے کے بعد کانپور کو لوٹ گئے۔ الیٹ صاحب جس شہر مین جاتے ہر طرح کی تاریخ کی کتابین لیتے خواہ بہ قیمت لوگون نے دین یا بلا قیمت نذر کین اُنھون نے کتب تواریخ حالات ہندوستان کا ایک مجموعہ آٹھ جلدون مین تیار کرکے چھپوا کر مشتہر کیا اور علیل ہوکر رخصت لیکر کیپ کو گئے وہین انتقال کیا۔

بعض تعلقہ دارون کو سزا

تعلقہ دار تعلقہ پکا چکلہ گواسچ نظامت بہرائچ جو ڈاکو سفاک فتنہ انگیز تھا

بادشاہ کے حکم سے مارا گیا۔

مہیپت سنگھ و بکرند سنگھ و بھورے خان کو جو نہایت مفسد تھے رزیڈنٹ کے مشورے سے عبور دریاے شور کی سزا دی گئی۔

گنگا بخش چودھری تعلقہ دار دیوا نے سر اُٹھایا فوج شاہی سرکوبی کو دو بار مامور ہوئی اور بے نیل مرام واپس آئی آخرکار رزیڈنٹ کی تجویز سے انگریزی فوج متعین ہوئی اس فوج کے دو افسر گولی سے مارے گئے اس کے بعد دونوں سرکاروں کی سپاہ بھیجی گئی گنگا بخش بھاگا اور چندے آوارۂ دشت پریشانی رہا خبررسان متعین ہوئے آخر نواب منورالدولہ بہادر وزیر سابق اور وصی علی خان کے توسط سے حاضر دربار دولت ہوا مجرم کی خلاف قیاس یہ خاطر جمع تھی کہ صرف نذر کثیر و امانت وزیر سے یہ علت اُسکے ذمے سے دور ہو جائے گی اور حرکات ناشایستہ معاف ہو جائینگی یہ نہ سمجھا کہ سزاے معاف تجویز ہوگی اور سر اُڑایا جائے گا ہرچند منورالدولہ نے اُسکی سفارش کی مگر سودمند نہوئی اور مع فرزند زیر اکبری دروازہ گالکٹا نالے مین جلادون کے ہاتھون سے مقتول ہوا

بادشاہ کی عیش پسندی۔ مرض مالیخولیا مین مبتلا ہونا۔ بعض خوبیان

واجد علی شاہ نوجوانی مین بادشاہ ہوئے دوائین مقوی کھائین تقاضاے شباب سے طبیعت مائل بعیش ہوئی علاوہ عیش دوستی اور ایجاد پسندی اور تکلفات کے اس بادشاہ کو کچھ مرض مالیخولیا وغیرہ بھی تھا۔ چند اوصاف اس بادشاہ کے قابل ذکر ہین۔

(۱)۔ یہ بادشاہ اِس قدر رحم دل ورقیق القلب تھا کہ باوجود اسقدر سلطنت اور زور وزر کے اِس سن شباب مین کسی پر طیش اور بے رحمی نہین کی بلکہ گالی تک بھی زبان پر نہین آئی نہ کسی موافق ومخالف کو ظلم سے ستایا نہ کسی کی جان لی۔

(۲)۔ باوجود اِس سلطنت اور جاہ وحشمت اور شباب کے اِس بادشاہ مین غرور و نخوت جس سے ہزارون مین بھی کوئی امیر خالی نہین ہوتا نام کو نہ تھا مصرعہ

گر بدولت برسی مست نگردی مردی

جیسے یہ بڑی صفتین خداداد تھین ویسے ہی غفلت اور عیش کا عیب بھی تھا مگر وہ اپنی ذات کے واسطے تھا بے عیب ذات خدا کی ہی۔

(۳)۔ یہ بادشاہ اپنی ذات سے عادل تھا کسی موافق اور مخالف یا امیر بیگانے کی عدل مین رعایت نہین کی یون ہندوستانی سرکار کے اہلکار جو اپنے کام کے مالک اور محول علیہ ہوتے تھے اگر اُنھون نے کوئی حق تلفی کی تو اُن کا قصور۔

ایک واقعہ بدلہا ے بادشاہ کا جو مقدمہ پرنالہاے مکان میر مہدی حسن متخلص بہ شمشیر دار وغۂ عمارت سلطانی بمقابلہ امانی بیگم دار وغۂ سرکار مخدرۂ عظمیٰ ظہور مین آیا اور بادشاہ نے عدالت فرمائی وہ مثنوی درۃ التاج مین نظم ہے۔

اول سال جب یہ بادشاہ تخت نشین ہوے یہ منظور ہوا کہ تمام علاقجات قلمرو سُلطانی حضور تحصیل ہوجائین زمیندار اور تعلقہ دار اپنے وکلا کی معرفت زر آمدنی داخل خزانۂ سُلطانی کیا کرین ناظم اور چکلہ دار موقوف ہوجائین کہ یہ علاقے پر جاکر زیادہ ستانی اور تنگ طلبی کرتے ہین رعیت تباہ اور نقصان سرکار بھی ہوتا ہی لیکن اہلکارون نے کہ اُنکے حاصلات لاکھون روپے کے جاتے تھے اِس حکم کو جاری نہونے دیا جیسا کہ نادر العصر مین مرقوم ہے

ملک کی لاثانی ویرانی اور سپاہ کی خستہ حالی

نواب غوث محمد خان والی جاورہ نے بطور سیر کے لکھنؤ تشریف لیجا کر وہان کا حال دیکھا ہی وہ رہس کے بیان ہین کہتے ہین کہ بادشاہ سلطنت کے کام سے بالکل غافل رہتے ہین یہ تمام علامات خرابی سلطنت ہین اور آثار زوال نعمت اِسی غفلت و بیخبری سے لکھنؤ کے اکثر علاقے خراب وابتر ہین اور بیشتر ٹھاکر و زمیندار سرکش و خودسر ہین اور سپاہ و سوار بے رونق و بے سرانجام اور گھوڑے اُن کے بے زین و لجام وردیان سب کی میلی اور پرانی اور تنخواہ نہین ملتی۔

لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے لئے بادشاہ کا کانپور جانا اور وہان سے واپس لکھنؤ آنا۔ اور گورنر جنرل کا بھی لکھنؤ مین آنا۔ بادشاہ کو ملک مین عمدہ انتظام کرنے کے لئے سمجھانا۔

جب لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل کے کانپور مین داخلے کی خبر آئی تو بادشاہ نے کانپور جانے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا جس قدر امرا اور ارکان دولت سے سامان سفر درست ہوسکا بادشاہ کی ہمراہی کا ارادہ کیا کیونکہ ہر ایک کی تنخواہ ریاست مین بہت چڑھ گئی تھی ہر شخص پریشان حال تھا بہرصورت روز شنبہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری کو تمام لشکر کانپور کو روانہ ہوا وصی علی خان پیشتر ٹی پارٹی کے لئے روانہ ہوگئے وقت پہونچنے کے گیارہ پارچے کا خلعت ملا تھا بادشاہ چار گھڑی دن رہے

بادبہاری مین سوار ہوکر موسیٰ باغ مین یاتراب کی غرض سے چلے گئے اور پنجشنبہ ۲۴۔ ذیقعدہ کو گورنر جنرل کے داخلۂ کانپور کی خبر آئی بادشاہ ۲۶۔ ذیقعدہ روز شنبہ کو صبح کے وقت سڑک قدیم نول گنج و رحمت گنج کے راستے سے روانہ ہوے بادشاہ کا کیمپ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ نے نہایت سلیقے سے تیار کیا تھا دریا ے گنگا کے کنارے کیمپ قائم کیا چمن لگایا اور دوب جمائی اور میوہ دار درخت کئی ہزار روپے کے خرید کر کے لگائے سڑک پر سرخی ڈلوائی یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مصنوعی نہین اصلی ہی ہمیشہ یون ہی از خود آراستہ تھا روز شنبہ کو بارش کی حالت مین بادشاہ لشکر مین پہونچ گئے۔ دوشنبہ تک بارش رہی روز سہ شنبہ کو صبح کے وقت جرنیل مرزا جواد علی خان المخاطب بہ سکندر حشمت اور نواب سرفراز الدولہ اور نواب وزیر اور کپتان برڈ صاحب اور کرنیل ولکاکس صاحب و ربیچی صاحب مصاحبان بادشاہ بڑے جلوس کے ساتھ گورنر جنرل کے لشکر مین اسلئے گئے کہ اُن سے بادشاہ کی ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرین اِن لوگون کی ملاقات گورنر جنرل سے حسب دستور قدیم ہوئی عطر اور گوٹے کے ہار ملے بعد اسکے رخصت ہوکر چلے آئے۔ چہار شنبے کو عصر کے وقت الیٹ صاحب سکرٹری اعظم اور گورنر جنرل کے بیٹے اور گورنر جنرل کا ایک خاص مصاحب بادشاہ کے پاس گورنر جنرل کی طرف سے آئے تاکہ بادشاہ سے ملاقات کا وقت مقرر کرین اُسی طرح سے رخصت ہوے۔ روز چہار شنبہ کو پہلے جنرل صاحب اور مرزا خورم بخت بہادر بن محمد علی شاہ اور علی نقی خان وزیر گورنر جنرل کے پاس بادشاہ کی تشریف آوری کی اطلاع کرنے کے لئے گئے۔ نصف ساعت کے بعد بادشاہ روانگی کے لئے طلا کار نالکی پہ سوار ہوے اُس وقت رزیڈنٹ کی

تجویز سے مصلح السلطان نے ٹکٹ شرکت دربار کے عمائد اور اقربائے شاہی کے ہاتھون
مین دیدیئے یہ سب اُنیس صاحب کرسی نشین تھے اور بارہ شخص خواص عہدہ دار یعنے
بشیر الدولہ اور مصلح السلطان اور احتمام الدولہ اور اقبال الدولہ اور مجید الدولہ اور مفتاح الدولہ
وغیرہ کے لیے بھی ٹکٹ ملے بادشاہ دریاے گنگا کو کشتی سے عبور کرکے ہاتھی پر سوار ہوے
فقرا و مساکین نے ہاتھی کو گھیر لیا روپیہ تقسیم ہونا شروع ہوا تین ہزار چارسو ۶۵ روپے
تقسیم ہوئے یہ بخشش دیکھ کر لوطیان شہر نے ہجوم کیا اور خوف جان سے نڈر ہوکر ہاتھیون کے
حلقے مین آگئے ایک شخص کچل بھی گیا جب سواری گورون کی بارک کے پاس پہونچی تو گورے
اپنی بارک سے نکلکر روپیہ لینے مین مشغول ہوے شہدون سے اور اُن سے خوب کشتی ہوئی
آخر گورے تھک کر اپنی بارک مین چلے گئے رزیڈنٹ نے بادشاہ کو ایثار زر سے روکا کہ مبادا
دو چار کا خون ہو جاے وہان سے سواری آہستہ آہستہ چلی جب خیمے کے سراچے پر پہونچی
گورنر جنرل ہاتھی پر سوار ہوکر آئے طرفین سے سلام ہوا گورنر جنرل نے بادشاہ کو اپنے برابر
بٹھا لیا اور داخل خیمہ ہوے اور امراے عمائد سراچے کے دروازے پر ٹکٹ دکھا کر خیمے مین
داخل ہوے اور ہر ایک اپنے اپنے رتبے سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرزا وصی علی خان چار کا اہتمام
کرتے تھے ایک ساعت تک چار کی صحبت رہی پھر گورنر جنرل کے سکرٹری نے بادشاہ سے
کہا کہ نواب گورنر جنرل فرماتے ہین کہ کچھ نان و نمک نوش فرمائیے یہ سنکر وہان سے اُٹھ کر
کھانے کے کمرے مین چلے گئے جہان میز آراستہ تھی گورنر جنرل نے اول جلسۂ صحبت مین
بادشاہ سے یہ کلمات کہے کہ ہم بہت مشتاق ملاقات تھے آپ سے ملکر بہت خوش ہوے
آپ کے اسلاف کے جو حقوق کمپنی پر ہین بیان سے باہر ہین جو امور باعث قیام و سرسبزی
سلطنت ہونگے اُن کا کہنا اور سمجھانا ہم پر لازم ہے اور صاحب رزیڈنٹ قائم مقام

ہمارے بمنزلے ہماری زبان کے ہین جو باتین مناسب وقت اور اصلاح سلطنت کی ہونگی وہ اُن کا مشورہ نیک آپ کو دینگے کہ آپ کی مسرت کا باعث ہوا اور آپ بہر صورت مالک و مختار اپنی سلطنت کے ہین" وقت رخصت گورنر جنرل نے مالاے مروارید بیش قیمت اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے زیب گلو کیا اور اِکّاون کشتیان اقمشہ اور پشمینے کی بادشاہ کو اور تین کشتیان مرزا ولی عہد کو اور چھبیس مرزا اسکندر حشمت کو دین اور ۴ ہاتھی جن مین سے دو پر عماری پُرزر اور دو پر حوضۂ نقرئی تھے اور چھ گھوڑے جن مین سے دو گھوڑے ولائتی مع ساز طلائی و قیچری پشمینہ کے اور ۴ گھوڑے دکھنی مع ساز و قیچری زردوزی کے تھے اور ایک خیمہ پشمینہ مع چوب نقرئی اور دو نالکی اور ایک تامجان اور ایک کشتی جواہر کی جس مین طرۂ الماس بیش بہا اور جیغۂ گلابی تھا بادشاہ کو دی۔ باقی امرا و اقربا کو عطر اور گوٹے کے ہار وغیرہ ملے وزیر سلطنت اور مہاراجہ شوکت الدولہ اور سفیر کو خلعت اور ہاتھی اور پالکی ملے۔ گورنر جنرل کا خانساماں جو خالی کشتیان لینے آیا تھا اُسے ۷ پارچے کا خلعت اور ہزار روپے عنایت ہوے۔ پنجشنبے کو صبح کے وقت مرزا اسکندر حشمت۔ مرزا خرم بخت وزیر اعظم۔ صاحب رزیڈنٹ اور کرنیل والکاس وغیرہ گورنر جنرل کے استقبال کے لئے گئے۔ ۹ بجے گورنر جنرل پُل پر پہونچے۔ اُسی طرح بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر گورنر جنرل کو اپنے پہلو مین بٹھا کر داخل خیمہ ہوے ایک ساعت کے بعد رخصت ہوے بادشاہ نے سراپچے تک مشائعت کی اور وقت رخصت مالائے مروارید گورنر جنرل کو پہنایا۔ گورنر جنرل کے بیٹون اور پانچ میمون کو بھی مالائے مروارید دئے گئے اور باقی اور صاحبون کو گوٹے کے ہار اور عطر دیا گیا اور اِکّاون کشتیان ملبوس کی پیش کش ہوئین خانساماں سب کو ایک گٹھری مین باندھکر لے گیا اقبال الدولہ مہتمم کشتی نے اپنے

ملازم محمد کاظم کو اسباب کے مقابلے کو بھیجا اُسنے خلعت پنج پارچہ اور ہزار روپے پائے
محمد کاظم نے چھپایا۔ آغا مرزا داروغہ پوشاک خانہ جو ہمیشہ کشتیون کے ساتھ جایا کرتا تھا
اُسنے مجد الدولہ سے شکایت کی وہ خلعت اُسے دلوادیا گیا جمعہ کی رات کو بخش علی خان
ناظم رسول آباد نے بادشاہ کی خوشنودی کے لئے دریا مین روشنی کے بڑے لشکر
سلطانی تک چھوڑے۔ بہت سی آتشبازی چھوٹی دریا مین ایک باغ تازہ گلہائے
گوناگون کا نظر آتا تھا بادشاہ بہت خوش ہوے انگریز اور میمین بھی اسکی سیر کے لئے
دریا کے کنارے آگئین۔ روز جمعہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے کانپور سے واپسی کی باد بہاری
مین سوار ہوکر ڈاک کے ذریعہ سے پہلے موتی باغ مین داخل ہوے وہان درگاہ بارہ امام
مین زیارت کرکے شہنشاہ منزل مین رونق افروز ہوے۔ صاحب رزیڈنٹ اپنی
کوٹھی مین داخل ہوے گورنر جنرل نے بھی لکھنؤ کے قصد سے کوچ کیا۔ شنبے کے دن داخل
مقام اناؤ ہوئے۔ لشکر مین رسد کی قلت ہوئی راجہ غالب جنگ مہتمم لشکر نے داتا رام
عامل رسول آباد کو بہت تنبیہ کرکے بے عزت کیا۔ بازار مین تشہیر کیا۔

چوتھے دن چہار شنبے کو گورنر جنرل لکھنؤ پہونچے۔ برسم قدیم چار امرا مع وزیر پہلے استقبال
کو گئے بعد اسکے بادشاہ اور صاحب رزیڈنٹ نے باد بہاری پر سوار ہوکر شہر کے ناکے تک
استقبال کیا وہان سے ہاتھی پر سوار ہوے رزیڈنٹ اور گورنر جنرل ساتھ بیٹھے اور شہر
مین ہوتے ہوئے شہنشاہ منزل مین داخل ہوے چار بجے کی جنگی ہاتھیونکی
لڑائی ہوئی۔ گورنر جنرل بمقتضائے سن پیری و خستگی راہ بہت جلد رخصت ہوئے
پنجشنبے کو ٹی پارٹی کوٹھی رزیڈنٹی مین ہوئی۔ رسم بدا یا کشتی ملبوس وغیرہ طرفین سے
لکھنؤ مین نہوئی کیونکہ یہ رسم کانپور مین ہوچکی تھی۔ جمعہ کے روز نقی علی خان وزیر صاحب

رزیڈنٹ کے پاس گئے اُنھون نے کہا کہ گورنر جنرل کا یہ حکم ہے کہ ہمارے دربار مین امین الدولہ بادشاہ کی اجازت سے آئین علی نقی خان نے جواب دیا کہ وہ معتوب شاہی ہین رزیڈنٹ نے کہا کہ اُن کا آنا محض اُنکی لیاقت کی وجہ سے ہی نواب منور الدولہ معزول بھی آوینگے تو اُن کے آنے مین کیا قباحت ہی جب علی نقی خان اور سفیر شاہی نے واجد علی شاہ سے عرض کیا تو فرمایا کہ اگر گورنر جنرل کی خوشی ہی تو ہمنے بھی اجازت دی۔ دوسرے دن کہ شنبہ تھا پہلے گورنر جنرل شہنشاہ منزل مین بادشاہ کی ملاقات کے لئے آئے ہاتھی اور گینڈے کی لڑائی دیکھی۔ گیارہ بجے رخصت ہوے دوپہر کو اہلِ دربار صاحبان وثائق خیرخواہان سرکار کمپنی ضیافت کی کوٹھی مین جمع ہوے اور ہر شخص کو نمبروار ٹکٹ ملا اُسکے موافق کرسی پر بیٹھے سب اکتالیس آدمی تھے اسکے بعد گورنر جنرل آئے کرسی نشینون نے کھڑے ہوکر سلام کیا اور اپنی اپنی کرسی پر آکر بیٹھے۔ بعد کھانا کھانے کے ہر ایک شخص کو عطر اور ہار عنایت ہوا پھر ہر شخص نے سلام رخصتی کیا۔ امین الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ سے کہا کہ ہر شخص کے پاؤن مین فرش پر جراب بغیر کفش کے تھی اُسی دن بادشاہ ۳ بجے دن کے گورنر جنرل کے رخصت کرنے کے لئے اُن کی فرودگاہ پر گئے دوگھڑی تک تخلیہ رہا گورنر جنرل نے بادشاہ کو انتظام ملک اور رفاہ اور فلاح رعایا مین متوجہ ہونے کے لئے فہمائش کی۔ انگریزی مورخ لکھتے ہین کہ لارڈ ہارڈنگ نے بادشاہ کو متنبہ کیا کہ اگر دو برس کے اندر تم اپنے ملک کا انتظام نہین کروگے تو بے تامل سرکار کمپنی تم کو بادشاہی سے معزول کر دیگی۔ بادشاہ نے کمال بے تکلفی سے گورنر جنرل کا دامن ہاتھ مین لیکر فرمایا کہ لارڈ مائرا صاحب نے جو سلوک نواب سعادت علی خان کے بعد کیے

وہ ظاہر ہین اور لارڈ آکلینڈ صاحب نے محمد علی شاہ کو صاحب تخت و تاج کیا ہمیشہ اُنکے معین و مددگار رہے اگر آپ بھی بنظر حقوق میرے اسلاف کرام کے میرے واسطے امر جدید جو مزید محبت کا باعث ہو تجویز فرمائین تو آپ سے کچھ بعید نہین ہوگا اور جب تک آپ اقرار نہ فرمائینگے اپنا ہاتھ آپ کے دامن محبت سے نہ اُٹھاؤنگا گورنر جنرل نے بادشاہ کے اس جوش محبت کے جواب مین شفقت کے کلمات فرمائے جو بادشاہ کی تسکین کا باعث ہوے۔ ایک انگشتری الماس اور شمشیر ولائتی حسب دستور بادشاہ نے دم رخصت دی گورنر جنرل نے ایک قلمدان جواہر نگار اور ایک ہاتھی نقرئی عماری دار دیا اور شادان و فرحان رخصت ہوے۔ روز سہ شنبہ ۴ ماہ ذیحجہ ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۳۷ء کی صبح کو ڈاک کے ذریعہ سے سڑک چارباغ کے راستے سے روانہ کانپور ہوے علی نقی خان وزیر اور رزیڈنٹ شہر کے ناکے تک مشایعت کو گئے۔

انتظام سلطنت کے متعلق گورنر جنرل کی ہدایت - وزیر کا اپنی خوش انتظامی ثابت کر کے بادشاہ کا اطمینان کر دینا ملکی معاملات مین رزیڈنٹ کی مداخلت بڑھ جانا

ہندوستانی مورخ کہتے ہین کہ گورنر جنرل نے کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ کو سمجھا دیا تھا کہ شاہ اودھ کے گھر کے معاملات مین مداخلت نہ کرنی چاہیئے کیونکہ شاہ اودھ کے آباؤ اجداد سے اور سرکار کمپنی سے ہمیشہ سے سلسلۂ اتحاد یک جہتی چلا آیا ہی اسلئے رعایت اور پاسداری امور مرجوعہ مین لازم ہے ہمنے تخلیے مین بادشاہ کو بہت سے مراتب سمجھا دئے

اُنھون نے ہر امر کو تسلیم کیا ہمنے بھی اُن کی خوشی خاطر مقدم رکھی ہان نظر بحقوق اسلاف سلطنت اصلاح حال سلطنت اہالیان سرکار کمپنی پر لازم ہے اور ہمین کسی طرح کی مداخلت اُن کے گھر مین منظور نہین تم کو اصلاح سلطنت اور رفع ظلم و بدعت اور اتلاف مال شاہی کے انسداد مین بدل مصروف رہنا چاہیئے اور انتظام سلطنت کی درستی مین کوشش رکھنی چاہیئے گو وہ درستی مزاج بادشاہ اور ارکان سلطنت کے خلاف ہو اور فوج کی درستی بھی بخوبی کرنی چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہی کہ مہمات سلطنت کی اصلاح و درستی صاحب رزیڈنٹ کی صلاح و تجویز پر قرار پائی۔ گورنر جنرل نے روانگی کے وقت رزیڈنٹ کو ایک تحریر چند ہدایات کی بادشاہ کے واسطے دی تھی جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ ممالک محروسہ امانی کئی برس کی مدت کے لئے دیا جائے جس مین عہد شکنی نہو پرگنون پر تھانے مقرر ہون تاکہ رعایا پر ظلم نہو اور زر تحصیل بسہولت حاصل ہو ملک مین آبادی مزروعات مین افزائش ہو ان مراتب کا سمجھانا صرف محبت و دولت خواہی سرکار شاہی کے خیال سے منظور ہے اسلئے کہ دونون سرکارونکا اتحاد و اخلاص قدیم اصلاح مفاسد کو مستلزم ہے۔ مکرر اور متواتر بدارج تفہیم مین کوئی امر نہین رہا اگر شاہ اودھ اِس فہمائش پر جو موجب افزائش مال و نیکنامی سلطنت ہی عمل نفرمائینگے تو آیندہ سرکار کمپنی پر لازم آئیگا کہ اُنکے ملک کا بطور خود بندوبست کرلے اور انتظام کلی کے بعد ملک اودھ اہالیان شاہ اودھ کو مناسب وقت سمجھ کر دیا جائے۔ گورنر جنرل کی روانگی کے بعد سہ شنبہ کو صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس آئے اور وہ تحریر دی اور سب طرح سے کمال خلوص و دولت خواہی کے ساتھ سمجھا کر رخصت ہوے بادشاہ نے گورنر جنرل کے خط کے مندرجات کی حقیقت کا

استفسار اور تجسس کیا تو وزیر نے اپنے حسن انتظام کو تمام مقربان شاہی کی شہادت سے پایۂ ثبوت کو پہونچایا اور عرض کیا کہ جو کہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے بے حد رنج و نفسانیت رکھتے ہین اور حضور نے اُن کی تحریرات پر میرے عزل کے باب مین عمل نہین کیا ہے نواب گورنر جنرل کے سامنے بعض غیر واقعی شکایات پیش کر کے حضور کے نام اُن سے خط لکھایا ہی بادشاہ کو وزیر کے جواب سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور بدانتظامی کے اندیشے سے دل کو تسلی پیدا ہو گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو سب نے دیکھا۔ بادشاہ نے رزیڈنٹ سے تعمیل کا اقرار فرمایا کہ انشاءاللہ بتدریج بموجب ارشاد عمل مین آئے گا۔ چنانچہ ایک کچہری حضور تحصیل کے نام سے مقرر ہوئی اُسکے مہتمم مولوی فضل حق خیرآبادی قرار پائے مستغیثان سپاہ فوج سرکار کمپنی سکنۂ ملک اودھ کی زمینداری کا مقدمہ محکمہ جات شاہی مین فیصل ہوا کرتا تھا مگر غفلت یا طمع عمال سے یا سرکشی تعلقہ دار سے وہ لوگ اپنے حق کو نہ پہونچکر ہمیشہ داد بے داد کرتے رہتے تھے اُنکی دادرسی کے واسطے حضور تحصیل مقرر ہوئی تھی۔ اور بظاہر ملک محروسہ اانی قرار پایا مگر اُس مین شرط اجارے کی تھی۔ وزارت کے کام مین بھی صاحب رزیڈنٹ کو بہت سی مداخلت حاصل ہو گئی۔ گورنر جنرل کی طرف سے اُنکو یہ بھی حکم ہوا کہ زرخراج اگر عاملون کی خیانت اور کاہلی سے خزانۂ شاہی مین نہ پہونچ سکے تو اُنکا تدارک کیا جائے۔ اور اگر رعایا زرخراج دینے مین سرکشی کرے تو سرکار کمپنی کی قوت کی اعانت سے اُسکی سرکوبی کی جائے اور اس ملک مین ایسا قانون جاری ہو کہ کسی طرح کا فتور انتظام مین نہ ہو اور بموجب قانون کے کوئی شخص خیانت نہ کر سکے۔

سنہ ۱۸۴۸ع مین لارڈ ڈلہوزی صاحب لارڈ ہارڈنگ صاحب کی جگہ

گورنر جنرل مقرر ہوکر آئے تو لارڈ ہارڈنگ صاحب نے رخصتی خط بادشاہ کو بھیجا جس کو ۲۰۔ ربیع الاول ۱۲۶۴ھ ہجری کو ۱۱۔ بجے کے وقت رزیڈنٹ نے بادشاہ کو پہونچایا مضمون اُس کا یہ تھا کہ ہم نے نواب گورنر جنرل صاحب منصوب سے مہمات رتق وفتق سلطنت اودھ مشروحاً بیان کیے نواب موصوف نے ہماری راے صواب دید کو مستحسن سمجھا اگر آپ تعمیل امورات مرجوعہ سلطنت مین متوجہ ہونگے اور ارکان دولت بھی بکمال جان فشانی اور دولت خواہی سے کام کرینگے تو دولتین عالیتین کے مزید اتحاد کا باعث ہو گا اور آپ کی سلطنت کی نیک نامی اور نفع کثیر بھی متصور ہے ؎

صاحب رزیڈنٹ کے حکم سے صاحبات محل اہل وثائق پر محلدار کا مقرر ہونا اور باہر داروغہ کا بادشاہی حکم سے مقرر ہونا تاکہ اُنکی بدکرداری موقوف ہو۔ مگر پھر ان نگرانوں کا علیحدہ ہو جانا

صاحبات محل لکھنؤ مین بادشاہ کی اُن بیگمات کو کہتے تھے جو شاہی خاندان سے نہوتی تھین بلکہ غیر کفو عورات مین سے بادشاہ کسی کو اپنی پسند سے بیگم بنا لیتے تھے۔ غازی الدین حیدر کی چار صاحبات محل اسوقت تک زندہ تھین جن مین سے **مبارک محل** کا دس ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ تھا اور **سلطان مریم بیگم** کا پندرہ سو روپیہ ماہوار اور **ممتاز محل** کا گیارہ سو روپیہ ماہوار اور **سرفراز محل** کا ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ تھا اور سرفراز محل کے ملازمان ومتوسلان کے لئے تین سو انتیس روپیہ ماہوار علیحدہ وثیقہ مقرر تھا اور ان وثیقون کے لئے سرکار کمپنی کے ساتھ عہدنامہ

منعقد تھا اور نصیر الدین حیدر کی صاحبات محل سے **تاج محل** چھ ہزار روپیہ ماہوار
کی وثیقہ دار تھی اور مخدرۂ **علیا ولائتی محل** بھی چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ
پاتی تھی اور اِن وثائق کے لئے سرکار کمپنی کے ساتھ عہدنامہ تھا۔ اسی طرح محمد علی شاہ
کی سات صاحبات محل کے بھی عہدنامے کے ذریعہ سے وثائق مقرر تھے جن مین سے
ملکۂ جہان فخر الزمان نواب حمیدہ سلطان بیگم کا وثیقہ سب سے زیادہ تھا
کہ اِسکے چار سو روپے ماہوار مقرر تھے اور باقی کے سو سو روپئے ماہوار تھے۔ یہ صاحبات محل
بفعل خود مختاری کے ساتھ عیش وعشرت اور نفس پرستی مین مصروف رہتی تھین اور
صاحب رزیڈنٹ کی حمایت مین بڑے چین وآرام سے زندگی کے مزے اُڑاتی تھین اور
اُن کی بدچلنی کے حالات وقتاً فوقتاً کھلنے پر وزراے سلطنت مداخلت کرتے۔
اور اُن کے یہان اغیار کی مداخلت بے محل کو روکتے تھے۔ کیونکہ حفظ ناموس اسلاف کرام
حاکم وقت پر لازم ہو۔ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بھی محمد علی شاہ کے
عہد مین اِس انتظام مین بہت تاکید رکھی تھی اور رزیڈنٹی کے میر منشیون کو جو بحیلۂ
وثیقہ مداخلت کرنا چاہتے تھے رزیڈنٹ کے روبرو معقول کیا اور بعض وزرا نے
اِن صاحبات محل کو دھمکا کر اپنے نفع کی صورت نکالی مگر اُن کی بدکرداری کا انتظام
قرار واقعی نکیا اُنھون نے بھی اپنی عادت سے ہاتھ نہ اُٹھایا رفتہ رفتہ یہان تک
نوبت پہونچی کہ میر کلب حسین بن میر سید علی جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا تاج محل
زوجۂ نصیر الدین حیدر کے ساتھ تعلق ناجائز کی بلا مین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات
شاہی کے پاس پہونچایا گیا جسنے خاطر خواہ چشم نمائی کی جو سراسر اُسکے خاندان
عالی شان کے خلاف تھی جب اِس بدوضعی کی خبر رزیڈنٹ کو پہونچی تو اُنھون نے

بادشاہ کے اسلاف کرام کے حفظ مراتب اور اپنی رفع بدنامی کے خیال سے ایک حکم نامہ ہر ایک بیگم صاحب وثیقہ کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہمنے محلات کی خبر رسانی کے لئے ایک ایک عورت محلدار مقرر کی ہی کہ وہ پندرہ دن کے بعد ہر صاحب وثیقہ کے حال سے خبر پہونچایا کریگی اُن کی تنخواہ صاحبات محل کے ذمے ہوگی اور ایک ایک داروغہ سرکار شاہی سے مقرر ہوا کہ وہ بھی اندر اور باہر کی مفصل خبر پہونچایا کرے بہت خوب انتظام کیا تھا اور بہت سی رخنہ بندی کی تدبیر کی تھی اگر اِسے قیام ہوتا۔ یہ بندوبست جو سرکار ین سے ہوا اِس سے سب کے حواس گم ہوے اور ہر طرف چاندی سونے کے گھوڑے دوڑنے لگے چنانچہ پہلے ہر ایک نے خیالی مضمون بنا کے رزیڈنٹ سے عرض حال کیا مگر اُنھون نے مطلق شنوائی نہ کی حکیم بندہ رضا خان جو مدت سے نواب مبارک محل زوجۂ غازی الدین حیدر کی سرکار مین ملازم تھے بظاہر طبابت کا پیشہ تھا۔ مگر درپردہ بیگم کے ساتھ آنکھ لگی ہوئی تھی اِس لئے بیگم کی تمام سرکار کے مختار کل تھے اور اِس وجہ سے کئی بار وزارت مین قید بھی ہو چکے تھے اُنھون نے بھی اِس حکم ناطق سے ڈیوڑھی کا قیام شبانہ روزی موقوف کرکے صرف صبح کی نباضی کے وقت آنا اختیار کیا۔ رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ کپتان برڈ کے متعلق صاحبات محل کی کارروائی تھی اور کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ نے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے جتنے امور تھے وہ سب اُنھین کی تجویز پر محول کردئے تھے۔ صاحبات محل نے اسسٹنٹ کے پاس اِس حکم کی منسوخی کے لئے بہت کوشش کی اُنھون نے یہ حکم منسوخ کرادیا اور پھر صاحبات محل بدستور مطلق العنان ہوگئین۔

خفقان و مراق کی وجہ سے واجد علی شاہ سلطنت کے کام پر متوجہ نہوے

بادشاہ کو تبخیر قلبی و دماغی کا عارضہ ہوگیا تھا اور آخرکار نوبت خفقان و مراق کو پہونچ گئی چونکہ اس عارضے مین غم و ہم اور فکر و تردد نہایت مضر ہے اِس لئے اطبا کی راے یہ ہوئی کہ جہان تک ہوسکے عیش و سرور مین رہین اور کوئی کام ایسا نکرین جس سے قلب و دماغ پر زور پڑے یا فکر و تردد لاحق ہو۔

کرنیل سلیمن صاحب کا اودھ کا رزیڈنٹ مقرر ہونا عہدۂ سفارت کا رزیڈنٹی سے موقوف ہونا اور پھر بحال ہونا۔

۲۹۔ نومبر ۱۸۴۸ء کو کرنیل رچمنڈ صاحب رزیڈنٹ علالت مزاج کی وجہ سے روانہ ولایت ہوئے اور یہان کے کاروبار اور رنگ دربار اور مزاج بادشاہ سے بہت تنگ ہوکر اپنا جانا بہتر سمجھے کرنیل ہنری سلیمن صاحب اس رزیڈنٹی کے مدت سے متمنی تھے بوندیل کھنڈ سے آئے اُنھون نے وہان بہت اچھے اچھے کام کیے تھے کہ تیس ہزار ڈاکوون اور ٹھگون کو گرفتار کرکے دکن کی راہ صاف کردی تھی۔ ۶۔ جنوری ۱۸۴۹ء روز شنبہ کو نواب محمد خان سفیر شاہی بذریعۂ ڈاک روانہ کانپور ہوئے اور پیشوائی کی رسم ادا کی روز چہارشنبہ ۳ بجے رات کو سلیمن صاحب داخل کوٹھی دلکشا ہوے ۱۱۔ جنوری کو بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ ۱۴۔ فروری سنہ مذکور کو صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کی ناسازی طبیعت کی تصدیق اپنی آنکھ سے کرنے کے لیئے آئے چنانچہ محلسراے شہنشاہ منزل مین بالمشافہ بادشاہ سے باتین کین

جس سے تسلّی تخیلات اخبار سماعی کی ہوئی - سوائے عارضۂ خفقان اور مراق کے کوئی بیماری متحقق نہ ہوئی - بادشاہ کی تیمارداری بادشاہ کی والدہ کے ذمے تھی سوائے اطبائے یونانی کے ڈاکٹری علاج منظور نہ تھا بادشاہ خود اپنے اِس مرض کے حال کو ایک شعر مین یون بیان کرتے ہین شعر

اِک مرض جا تا رہا تو دوسرا پیدا ہوا   قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضا پیدا ہوا

مرزا وصی علی خان کا معطل ہونا اور اِس وجہ سے علی نقی خان وزیر اور سلیمن صاحب مین نفاق پیدا ہو جانا - وصی علی خان کا خارج البلد ہونا - لکھنؤ مین پھر واپس آنا دوبارہ نکالا جانا - شرف الدولہ محمد ابراہیم خان کا بادشاہ کے حکم سے شہر بدر کیا جانا مگر رزیڈنٹ کی مداخلت سے اُس حکم کا منسوخ ہونا

مرزا وصی علی خان نے اپنی رفتار و کردار سے سبز باغ دکھا کر نواب علی نقی خان کی خدمت مین رسوخ حاصل کیا اور پھر واصل باقی پر جو امین الدولہ نے دی تھی مامور ہوئے اور وزیر کے مشیر خاص بہت سے کامون مین بن گئے - اتفاقاً انسے اور نواب محمد خان سفیر شاہی سے بگڑی اب دو دشمن ان کے لگانے والے آگ کے خود رو پیدا ہوئے - ایک شرف الدولہ محمد ابراہیم دوسرے محمد خان دونون نے دل کھول کر رزیڈنٹ سے لگانا شروع کیا اور اُن کی صفات و کردار

بیان کرنا شروع کیے جب اُن کو یہ حال معلوم ہوا کہ جنرل لو صاحب اور جنرل کالفیلڈ صاحب کے زمانے مین اِنکا اخراج ہو چکا تھا اور یہ نہایت متفنی اور بد طینت ہین تو صاحب رزیڈنٹ نے پرچۂ پیام بادشاہ کے پاس بھیجا کہ ایسا شخص جسکا اخراج اس صورت سے ہوا ہو پھر وہی تمام امور سلطنت کا مدار المہام ہو یہ امر سرکارین کی بدنامی کا باعث ہی میرے نزدیک مناسب یہ ہی کہ شہر سے اِن کے اخراج کا حکم ہو جائے۔ علی نقی خان وزیر نے جواب مین لکھا کہ مرزاے مذکور کا قصور سرکار شاہی مین ثابت نہین۔ امجد علی شاہ کے زمانے مین ان کی روبکاری ہو چکی ہی بعد عدم ثبوت قصور نواب امین الدولہ نے انکو مہتمم کار و بار وزارت کیا تھا اور میرے عہد وزارت مین کوئی اور شخص من جمیع الوجوہ ایسی لیاقت و عزت کا نہ تھا اسلئے ۱۸۴۸ء مین نواب گورنر جنرل کی ٹی پارٹی کے انصرام کے واسطے کانپور کو بھجوایا تھا اور اُنھون نے ان کی خدمات کو پسند فرماکر و فور عنایت سے بنگلۂ سیور ڈاک مین اپنے دستخط خاص سے چٹھی حسن خدمات کی عنایت کی ہی اور لکھنؤ مین خلعت دیا اور گورنر جنرل کے صاحبزادے مع دوسرے صاحبان انگریز کے اِن کے باغ مین دعوت کے واسطے مہمان ہوے تھے۔ جب کپتان برڈ نے صاحب سکرٹری کو اِس مہمانی جدید کے بارے مین شکایتی چٹھی لکھی کہ ایسا کبھی بیشتر یہان نہین ہوا کہ سواے بادشاہ کے کسی اور کے گھر مین صورت مہمانی ہوئی ہو۔ اُس کا جواب اُنھون نے یہ دیا کہ تمنے وصی علی خان کو پہلی چٹھی مین مرد ذی عزّت لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ اُن کو بہ نظر حُسن خدمات سابقہ مرد کارگذار سمجھکر منصرم کار و بار کیا ہی پس اگر ایسے شخص کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو کیا قباحت ہی اور علی نقی خان خود شنبہ کو رزیڈنٹ کے پاس مرزا کی طرف سے

توہمات رفع کرنے کے لئے گئے اور اس باب مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اُنھون نے پھر اِسکی تحقیقات منور الدولہ اور امین الدولہ سے کی اُنھون نے وزیر کی ناراضی کے خیال سے گول گول جواب دیا اسکے بعد رزیڈنٹ نے دوسرا پرچۂ پیام بھیجا کہ مجھکو تحقیقات کی کچھ احتیاج نہین ہی مناسب یہ ہی کہ انکو مداخلت کارو بار سے معطل کیجئے چنانچہ ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ ہجری روز سہ شنبہ کو مرزا وصی علی خان مستعفی ہوئے لیکن دو سو روپے ماہوار تنخواہ کے بدستور پاتے رہے اور خدمت اطلاق و رزواصل باقی کی مہاراجہ بالکرشن اور شرف الدولہ غلام رضا کے سپرد ہوئی وصی علی خان کے اس معاملے سے علی نقی خان وزیر اور رزیڈنٹ مین نفاق شروع ہوگیا- علی نقی خان نے بہت جد و جہد مرزا وصی علی خان کے قیام لکھنؤ کے واسطے کیا مگر رزیڈنٹ نے لکھنؤ مین رہنا بھی پسند نکیا- بادشاہ نے سلیمن صاحب کے خوش رکھنے کی غرض سے علی نقی خان کو حکم لکھا کہ بالفعل وصی علی خان کا اخراج موجب خوشنودی خاطر ہمایون بھی ہی اور صاحب رزیڈنٹ کو امر خفیف کے واسطے ناراض کرنا مناسب حال نہین کہ تازہ وارد ہین الحاصل مرزا وصی علی خان کا فیض آباد جانا تجویز ہوا- کانپور کے جانے مین عذر ناموافقت آب و ہوا کا کیا گیا اور حسب دستور رزیڈنٹ کی خاطر تاکید روانگی کے لئے ایک چوبدار بھی متعین ہوا چنانچہ ۱۹- رجب روز شنبہ ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق جون ۱۸۴۹ع کو مرزائے مذکور متعلقین اور اسباب کے ساتھ روانہ ہوے اور حفاظت کے لئے سپاہ ہمراہ ہوئی- اُسی دن علی نقی خان نے رزیڈنٹ کو اُن کے اخراج کی اطلاع کی وصی علی خان چار مہینے کے بعد فیض آباد سے کاکوری کو چلے گئے- مولوی مسیح الدین میرمنشی معزول کے مہمان ہوئے انکا عزل بھی

انھین کی جہت سے ہوا تھا وصی علی خان نے الیٹ صاحب سکرٹری اعظم گورنر جنرل کو کچھ قلمی نایاب کتابین دی تھین الیٹ صاحب کو کتب تواریخ خط ولایت کمیاب ونایاب سے بڑا شوق تھا جس شہر مین گئے کتابین تلاش کین - مرزا نے اُن سے کہا کہ میرے پاس کچھ کتابین بزرگون کی نشانی رہگئی ہین - ہمین معاش دنیا سے اسقدر فرصت کہان کہ اُپر متوجہ ہون اگر پسند ہون ملاحظہ فرمایئے وہ کتابین درصل کتب خانۂ سرکار شاہی کی تھین قلعۂ مچھی بھون مین رکھی تھین نواب سعادت علی خان کے زمانے مین تحویلدارون نے صندوقون کے تلے کے تختے اُکھیڑکر چُرائی تھین قفل و مُہر بدستور قائم رہے تھے - مرزا محمد جعفر اور ملا محمد اکرام الدین خان کے ہاتھ بیچی تھین اور کسی ناواقف کو نہین دکھائی تھین کہ شاید افشائے راز ہوجائے - مرزا جعفر کے بعد مرزا محسن اُنکے بیٹے کے پاس رہین جب معتمد الدولہ کے زمانے مین وہ قید ہوئے تو بہت سی کتابین تلف ہوگئین جب مرزا محسن مرگئے تو اُن کے بھتیجے مرزا محمد کو نواب علی نقی خان نے کئی ہزار روپے دیکر مول لے لین وہ روپیہ پتنگ بازی وغیرہ لغویات مین خرچ ہوا - مرزا وصی علی نے علی نقی خان کو دم دیکر الیٹ صاحب کے نام سے لے لین اور سمجھایا کہ دیکھیے اُن کو یہ کتابین دیکر مین کیسا کام نکالتا ہون الیٹ صاحب اُن کتابون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ کتابین اُسوقت مین عنقا کا حکم رکھتی تھین الیٹ صاحب نے قیمت کے لئے وصی علی خان سے کہا اُنھون نے جواب دیا مین تاجر نہین میرے پاس بیکار ہین چندروز مین کیڑون کی غذا ہوجاتین آپ اسکے قدردان ہین اگر آپ کے پاس رہینگی تو بہتر ہے اور مجھے کچھ غرض نہین کہ اِس حیلے سے آپ کو دو ان ایسی بناوٹ سے باتین کین کہ الیٹ صاحب نے

لے لین یہ مطمئن ہوے کہ میرا یہ ہدیہ انشاء اللہ میرے کام آئیگا چنانچہ اِس بھروسے پر فیض آباد سے اپنا ایک معتمد کلکتے کو الیٹ صاحب کے پاس روانہ کیا اور ایک خط لکھا کہ میرے دشمنون کے بہکانے سے میری طرف سے رزیڈنٹ کو ایسا وسوسہ ہوا کہ مین بحکم بادشاہی اپنے شہر سے نکالا گیا امیدوار ہون کہ اپنے گھر کے گوشۂ عافیت مین بیٹھا رہون اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے امورات شاہی مین کسی طرح کی مداخلت نکرونگا جس کا شبہہ رزیڈنٹ صاحب کو ہی۔ الیٹ صاحب نے رزیڈنٹ کو ایک دوستانہ چٹھی لکھی کہ اگر یہ شخص کسی طرح کا آپ کا بارج نہو اور مثل رعایاے شہر کے اپنے گھر مین بیٹھا رہے تو کیا قباحت ہی جب مرزا کو الیٹ صاحب کی تحریر کا حال معلوم ہوا تو احتیاطًا رفع مظنہ کے لئے صاحب رزیڈنٹ کو بھی ایک عرضی اسی مضمون کی بھیجی۔ رزیڈنٹ یہ مطلب سے خوب واقف ہو چکے تھے مگر الیٹ صاحب کی خاطر سے حکم لکھا کہ اگر اس طرح شہر مین رہنا منظور ہی تو کیا مضائقہ اسکے سوا سرکار شاہی سے اجازت رہنے کی پائی تھی جب گھر مین آئے تو خوب مجالس عزا کین مگر اپنی فطرت سے باز نرہے رات کو چھپکر زنانہ سواری مین علی نقی خان کے پاس جانے لگے یہ خبرین رزیڈنٹ کو پہونچنے لگین علی نقی خان کے خیرخواہون نے متواتر عرض کیا کہ اگر آپ کو وصی علی خان کے ساتھ سلوک کرنا منظور ہی سب طرح اختیار ہے سمجھ کر اُن سے راہ و رسم رکھنی چاہیئے اُنسے صلاح و مشورہ کریگا مآل کبھی اچھا نہ ہوگا رزیڈنٹ کی ناراضی اچھی نہین مگر وہ کب سُنتے تھے آخر کار وصی علی خان دوبارہ رزیڈنٹ کے حکم سے روز جمعہ ۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۰ہجری مطابق ۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۳ء کو پینس[۱] مین سوار ہو کر شہر لکھنؤ سے نکلے

۱ انشاء اللہ خان کا شعر ہے ؎ آگئے نذر کو شیشے کی گھڑی لیکے حباب ؛ یا سمین تیون کی پینس مین جلیگی پی تمن دے

اور ۹ بجے رات کو کاکوری پہونچے اور اپنے دوست قدیم میر منشی معزول گورنمنٹ انگریزی
مسیح الدین خان کے گھر مہمان ہوے صبح کو اُن کے عیال بھی جا پہونچے۔ پھر وہان سے
چھپ کر رات کو میانے مین سوار ہوکر وزیر کے پاس آنے لگے شرف الدولہ محمد ابراہیم خان
رزیڈنٹ کو خبر پہونچاتے تھے ایک دن رزیڈنٹ نے کاکوری کے ایک رئیس سے
دریافت کیا کہ یہ شخص مسیح الدین خان کے گھر مہمان ہوا ہی جواب دیا کہ اُنھون نے
فرمان نیک نامی اپنے حسن خدمات کا پایا ہے اُس مین مندرج ہی کہ ممالک محروسہ شاہی
مین جہان چاہو بود و باش اختیار کرو۔ پھر بادشاہ نے پرچۂ پیام رزیڈنٹ کو اِس
مضمون کا بھیجا کہ جیسا آپ کو مظنہ مرزا وصی علی خان کی نسبت ہی ہمکو ویسا ہی مظنہ
اِن آتش فروزیون کا شرف الدولہ محمد ابراہیم خان کی جانب ہی پس ایسا شخص جو دونون
سرکارون مین بگاڑ پیدا کرے چاہیئے کہ وہ شہر سے نکالدیا جائے۔ اُسکا جواب
رزیڈنٹ نے یہ دیا کہ بادشاہ کو اپنی قلمرو مین ہر شخص کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔
۹۔ ربیع الاول روز یکشنبہ کو مرزا علی رضا بیگ کوتوال شرف الدولہ کے پاس گیا
اور اخراج شہر کا حکم سنایا شرف الدولہ حکم سُنکر اپنی نجات کا عین طریقہ سمجھ کر تیاری
اسباب سفر کے لئے سرگرم ہوے اور ایک عرضی اپنی مصیبت کی بہت جلد صاحب
رزیڈنٹ کے پاس منڈیاؤن کی چھاؤنی مین بھیجی حکم ہوا کہ تم اپنے گھر سے سوار ہوکر
لوہے کے پل سے سیدھے چھاؤنی مین چلے آؤ کوتوال بھی رزیڈنٹ سے خائف
رہتا تھا اور در پردہ اپنی خیر خواہی دکھاتا تھا اور سرکار کے ایسے کام کو خوب
سمجھتا تھا شرف الدولہ کو گاڑی مین سوار کرکے رومی دروازے تک ساتھ گیا خود
بڑے امام باڑے مین چلا گیا شرف الدولہ لوہے کے پُل سے اُترکر رزیڈنٹ کے

پاس چلے گئے عرض حال کیا حکم ہوا کہ کرائے کے بنگلے مین جا کر رہو اور گورنر جنرل
کو رپورٹ کی کہ شرف الدولہ محمد علی شاہ کی طرف سے اہلِ وثائق کے مہتمم ہیں اور
انکی حفاظت و کفالت سرکار کمپنی کے متعلق ہے ہمنے وصی علی خان کو مفتری سمجھ کر
شہر سے نکلوا دیا بادشاہ نے اپنے نافہم مصاحبون کے کہنے سے اسکے بدلے شرف الدولہ کو
نکلوا دیا۔ ہماری توہین کا موجب ہوا یہ ٹھٹھیرے بدلائی ہوتی جاتی ہے
جب بادشاہ کو چھاؤنی مین رہنے کی خبر پہونچی چوبدار سلطانی اور کوتوال کی روبکاری ہوئی
کوتوال نے کہا مجھے گھر سے کانپور روانہ کرنے کا حکم پہونچا تھا۔ شہر کے ناکے تک
نکالنے کا حکم نہین پہونچا۔ اور نہ ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا۔ ورنہ مین دریاے
گنگا تک پہونچا دیتا۔ بعد اسکے جب صاحب رزیڈنٹ کو گورنر جنرل کا جواب آیا اور انھونے
بادشاہ کو پرچۂ پیام لکھا تو حکم ہوا کہ ہمین بہر حال کوئی امر گورنر جنرل کی مرضی کے
خلاف منظور نہین ہے۔ شرف الدولہ کو قیام شہر کا اختیار ہے۔ لیکن شرف الدولہ نے
صاحب رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ اہلکاران شاہی کی جو بدگمانی میرے ساتھ ہے
آپ کو معلوم ہے مین کہانتک آپ کو ہر ایک کام مین تکلیف دیا کرونگا کوئی اور شگوفہ
نہ نکالین بہتر یہ ہے کہ جب تک اُن کی بدگمانی میری طرف سے رفع ہو چندے
آپ کے قریب رہون بعد چند روز کے سلامت اپنے گھر آئے۔ آپ صاحبانِ فہم دیکھین
کہ نقطۂ مقابل کی چوٹ ہوئی مگر وار خالی گیا

رزیڈنٹ کے سامنے بادشاہ کی بےبسی

رزیڈنٹ کا رعب و داب تمام سلطنت پر بے حد چھایا ہوا تھا بادشاہ سلامت

رزیڈنٹ کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہین کرسکتے تھے جسکا اندازہ وبیان ذیل سے ہوتا ہے۔ کتاب سیر المحتشم مین لکھا ہی کہ تخت مرصع ریاست لکھنؤ کہ غازی الدین حیدر نے کئی کرور روپے مین تیار کروایا تھا واجد علی شاہ نے چاہا کہ اُس اورنگ کو کوٹھی فرح بخش سے قیصر باغ مین لے آئین صاحب رزیڈنٹ نے اسکی اجازت ندی۔

مجتہد کا بادشاہ کی عیش پرستی اور سلطنت کے کامون مین بے پروائی سے برداشتہ خاطر ہو کر عدالت کے کامون سے سبکدوشی چاہنا۔

بادشاہ کی شروع مسند نشینی کے عہد مین جو امید بندھی تھی وہ بالکل پوری نہوئی ڈوم ڈھاریون اور کسبیون نے اُن کو اپنے ڈھب پر لگالیا اور اُنکی عیاشی سے تمام کامون مین ابتری پڑگئی یا تو مجتہد العصر اُن کی ابتدائی مستعدی دیکھکر اُنکے محامد مین رطب اللسان تھے یا اِن الفاظ کے ساتھ استعفا پیش کرنے پر مجبور ہوے

معروضہ مجتہد العصر بجناب سلطان عالم

باسمہٖ سبحانہٗ

بِللہ الحمد کما ھو اہلہ کہ ہموارہ از عہد جناب آصف الدولہ بہادر طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ الی الآن داعیان دوام سلطنت ابد توامان مشمول نواع عنایات واصناف تفقدات بودہ می باشیم علی الخصوص از عہد جنت مکان رفع اللہ درجاتہ فی الجنان تا این عہد کرامت عہد کہ عنایات وتفضلات بندگان والا دربارن نسبت بحال داعیان مستغنی عن البیان وخامہ بدائع نگار باوصف دو زبانی در شرح وشکر آن مقطوع اللسان حضرت مالک الملوک جل شانہ وعظم سلطانہ پادشاہ جم جاہ راہموارہ بر سریر سلطنت

وشہریاری متمکن داشتہ مؤفق بتوفیقات دینیہ ومؤید بتائیدات شرعیہ داراد بالنبی
وآلہ الامجاد علیہم الصلوۃ الی یوم المعاد درین ولاکہ عساکر ضعف وپیری وناتوانی
بر ممالک محروسہ قواے جسمانی استیلا یافتہ وافواج ہموم وآلام بمحاصرۂ حصون حصینۂ
اقالیم روحانی پرداختہ واز تحمل مشاق طاقت طاق گردیدہ نوبت بمزید اضمحلال
رسیدہ رجاے واثق از مراحم سلطانیہ ومکارم اخلاق خاقانیہ آنکہ دعاگو از تکلیف
احکام مرافعات وتحمیل فصل منازعات معذور بودہ باشد ؏ والعذر عند کرام الناس مقبول
ناصیہ معروضہ بدستخط خاص بفیض اختصاص در خصوص قبول مامول مزین وموشح گردد
وعنایات قدیمہ والطاف جسیمہ جہان بانی بدستور قدیم الایام بودہ باشد۔
مہر منیر سلطنت وجہان بانی از مطلع توفیقات یزدانی طالع ولامع باد

معروضۂ داعی بلاریب وریا | مہر خطابی |

مورخۂ سوم جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۶۴ ہجری نبوی

اِسکی پیشانی پر بادشاہ نے اپنے قلم سے لکھا

چون احکامات مرافعہ بالتخصیص بخاندان عالی شان ایشان قرار یافتہ وہم ذات پاک ا
تہ ول نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ برلے ترویج دین مبین وہدایت جملہ عامہ وخاصہ
برائے تقلید مابدولت واقبال آفریدہ شدہ النسب کہ حسب دستور مروجہ سابقہ باصدار
احکاماتِ امر ونہی کہ بذمۂ ایشان وطریقۂ ائمہ ہدیٰ ومجتہد وقت ست کاربند شدہ باشند
ودر صورت عذر از خاندان خود دیگرے را مقرر سازند تا فرقۂ امامیہ آنجا پناہ برند۔

لکھنؤ مین کتاب اللہ کے موافق حدود شرعی جاری تھین

ایک مجموعہ قلمی مجتہد العصر کے گھرانے کا نظر سے گذرا ہے جس مین مجتہدون کے معروضے

امجد علی شاہ کے عہد سے واجد علی شاہ کے عہد تک بادشاہون کے نام اور عدالت مرافعہ کے فیصلے جو مجتہد نے صادر کیئے تھے۔ وزرا کے خطوط بادشاہون کے دستخطی احکام بعض مقدمات متعلقۂ مجتہد کے متعلق رزیڈنٹ کے پرچۂ پیام وغیرہ چیزین مندرج ہین یہ مجموعہ اول منشی مظفر علی خان آسیر اور منشی امیر احمد مینائی نے نواب اقبال الدولہ خلف نواب شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان کو دیا تھا وہان سے کتب خانہ رامپور مین آگیا۔ اِس مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ واجد علی شاہ کے عہد تک اودھ مین حدود شرعی جاری تھین چنانچہ ایک مقدمے کی تجویز کی یہان نقل کی جاتی ہے۔

تاج خان برندۂ اسپ مادہ نواب وزیر الممالک بہادر دام اقبالہ بپیش کمترین اقرار انتزاع نمودن اسپ مادۂ مذکور از دست تیمار دارش در اثنائے راہ بالائے سڑک پل آہنی کردہ ونیز مقرا انتزاع کردہ گرفتن رومال شالی قیمتی دہ روپیہ از ان شخصے در میلۂ علی گنج وگرفتار کردہ بردن جواہر زرگر را دفعۂ اول وشیودین طفل بقال را دفعہ دوم بشبخون بلا جرم واخذ پنجاہ روپیہ از بقال مزبور گردیدہ وحکم سرکار از برائے ثبت حکم تعزیر شرعی ست ہرچہ مناسب رائے والا باشد زیب ناصیہ مذکور گردد

تحریر ششم رجب ۱۲۶۵ہجری۔

مہر
سید رضا رضوی
منشی محکمۂ کوتوالی

باسمہٖ سبحانہ

تاج خان کہ اقرار بحقوق مالیہ وجرائم دیگر نمودہ حکمش آنست کہ ہرچہ از قسم اموال بعدوان گرفتہ لازم کہ ازو گرفتہ بصاحبان آن رسانیدہ شود اگر تلف شدہ باشد عدل آن از مال وے گرفتہ بمالکان آن رسانیدہ شود ودر جلدوے جرائم دیگر قطع دست

وپایش بر نہج شرعی نمودہ شود باین طریق کہ چہار انگشت دست راست او را از بندی کہ متصل ست بکفِ دست ببرند وکفِ دست وانگشت ابہام را برائے وضو ونماز بگذارند نہ بطوریکہ سنیان می گویند کہ از بند دست ببرند واما پاے چپ را پس از مفصل وسط قدم کہ آنرا قبہ قدم وکعب ہم می نامند ببرند وپاشنہ را برائے نماز واگذارند تا بران تواند ایستاد نہ بروش سنیان کہ از غورک پاے ببرند وبعد اجراے حد بداوا علاجش پردازند واللہ العالم ہفتم رجب ۱۲۶۵ہجری۔

مجتہد العصر نے ایکبار بادشاہ کے پاس ایک مقدمے مین معروضہ بھیجا جس سے بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عہد سلطنت پر جنت آرام گاہ (سعادت علی خان) کے عہد کو ترجیح دیتے ہین۔ نقل اُس معروضے کی مجتہد کے الفاظ مین یہ ہے۔

احکام عظام بنام این گمنام بمضمون غرابت مشحون کہ روبکار مقدمۂ انور خان کہ ہرروزہ شدہ باشد براے ملاحظہ بدیانت الدولہ بہادر دادہ باشند مورخہ بیست وپنجم ماہ مبارک وررود فرمود حقیقت حال این ست کہ اولاً این امر خلاف دستور ست چہ از عہد جنت آرامگاہ طاب ثراہ الی یومنا ہزار سال کو اخذ اظہارات گاہی معمول نبودہ ونیست بلی بعد استماع اظہارات انچہ حکم شرعی دربارۂ آن درراے ناقص قرار یافتہ بعرض عرض درآمدہ الحال نیز انچہ بخیال ناقص بعد اختتام مقدمہ خواہد رسید معروض بارگاہ جم جاہ خواہد گردید وثانیاً استماع اظہارات وتجویز حکم عمدۂ حاکم شرع است وغیر حاکم شرع متکفل ومتعہد آن نمے تواند شد وثالثاً داعی بلا اشتباہ کہ بناے استماع آن در تخلیہ بغریب خانہ قرار دادہ منشای آن ہمین بود کہ انچہ مافی الضمیر مظہرین باشد بلا خوف کارکنان سرکار دبے۔ وورعایت احدے بیان سازند لہذا بطریق امانت استماع

اظہارات آنہا نمودہ می شود تا باطمینان بدون خوف این و آن بیان سازند و چون اشخاص مظہرین نزد دیانت الدولہ بہادر محبوس اند خوف بر آنہا مستولی پس انسب آنست کہ ازان مجلس رہائی یافتہ در مجلس محکمۂ شرعیہ در آیند تا باطمینان تام بیان حال خود نمایند و احیاناً اگر امرے برخلاف اظہار سابق بطریق امانت بیان خواہند کرد اضعف العباد چگونہ اظہار آن بسرکار فلک اقتدار خواہد نمود و خدا نخواستہ اضرار غربا را گوارا تواند کرد کہ رعایت جانب ضعفا را در مقابلہ اقویا بر خود واجب و لازم می دانم اطلاعاً معروض گشت - ہموارہ خورشید فرمان فرمائی از افق دینداری حاجت روائی طالع و لامع باد بفضل رب العباد -

بادشاہ نے مجتہد کو اپنے قلم سے جو جواب دیا وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے -

عہد جنت آرامگاہ مطابق عہد معدلت مہد ما بدولت و اقبال ہرگز نیست و نخواہد شد ناموری آنست کہ بمضمون حکم غرابت مشحون سابق وارسیدہ بے رو و رعایت قومی و ضعیف و حسب سوال سائل آن کہ منشای ستمگاری ہر دو جہان ست کاربند شوند و درچنین احکامات کہ برائے ناموری ایشان و تحظمی فراہم کشیدہ نہ شدہ باشند اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۴ - شوال سنہ ۱۲۶۸ ہجری -

تبرا پر شیعہ و سنیوں کے درمیان فساد

مجتہد العصر کے گھرانے کے مجموعے میں سلطان العلما و سید العلما کا ایک معروضہ واجد علی شاہ کے نام ہے جس میں لکھا ہے - انا نجا کہ ہمت والا نہمت بندگان سکندر شان بطرف تعزیہ داری مصروف اند و در عہود سابقہ تبرا قطعاً موقوف شدہ بود و الحال بندگان

معلی بجرارت ایمانی ودرعہد کرامت مہد بتوجہ خاص اجراے تبرا فرمودند و مراسم
تعزیہ داری باستحکام تمام رونق پذیر گردید۔ سادات ومؤمنین درحق بندگان والا در بان
بدعاے ازدیاد جاہ سلطنت وعمرو دولت مشغول گردیدند کہ خداوند عالم ہم چو شاہ دین
پناہ مروج دین مبین شیعیان آل طٰہٰ ویٰسین راصدوسی سال سلامت باکرامت
دارد کہ کوچہ وبازار بہمین اعانت سرکار فلک اقتدار تبرا نمودیم چنانچہ چند از غرباے
سادات ومغلیہ واہل کشمیر بے سلاح وشمشیر شبیہ دُلدُل وتابوت راہمراہ گرفتہ تبرا کنان
مے رفتند ناگہان از طرف منشی غلام حسین سنی الاصل گذرکردند سپاہیکہ بردروازہ اش
بود مذہب سنیان داشت از تبرا ممانعت ساخت چونکہ حکم تبرا از سرکار بود ایشان
خیال نکردند درین اثنا آنچہ برتابوت ودلدل مبارک شد بنوعی زبان یاراے آن
ندارد ودرین ہنگامہ مردمان بسیار از پلٹن نادری سلاح بند از ہر طرف رسیدند این
بیچارگان کہ محض بے سلاح بودند بخانہ جرأت علی خان پناہ بردہ دررا بستند مگر چند کس از
مومنین کہ مہلت اندرون نیافتند کشتہ ومجروح گردیدند چنانچہ محمد باقر علی شہید شدند
وآقا باقر مشہدی مجروح بزخم کاری وچند بزرگ دیگر زخمی گردیدند علاوہ آن شب
چہاردہم درمقبرۂ جناب عالیہ مغفورہ شور نشور برپا گردیدہ وضعفاے سادات ومومنین
کہ درانجا باذن سرکاری ساکن بودند بسیارے از ایشان از اہل علم وطلبہ ومقدسین
وزائرین بودند وشب وروز بتلاوت کلام مجید ونماز وعزاداری مشغول مے ماندند
بدون صدور قصور بازن وبچہ وعیال واطفال بکمال ہتک حرمت دفعۃً بیرون نمودہ
شدند ومہلت برداشتن اثاث البیت واسباب عزاداری نیافتند آن بے چارگان
ہمان وقت حسب الحکم درشب تار مکانات خود گذاشتہ درمکانات احباب قرار گرفتند

برین ہم اکتفا نشدہ شب پانزدہم دو پاس شب گذشتہ تاخت رسید وہمان وقت اخراج
این بےچارگان باعیال واطفال بطرف آن روے گومتی شد حالا درکربلاے پارروزانہ
درتمازت آفتاب وشب درشبنم وریگ بیابان بےآب ودانہ بسرمے نمایند زیراکہ قوت
ونان شبینۂ آن غربا ہرروزہ برمجلس عزابود بوقوع این اضطراب قلب بداعیان
سلطنت لاحق گشتہ یقین کہ حقیقت واقعہ بسمع مبارک نرسیدہ والا بندگان سکندرشان
کہ درترویج دین مبین واجراے تبراوبناے عزاداری ازمشرق تابمغرب مشہوراند چگونہ
ہتک حرمت شیعیان گوارا می فرمودند واین قدر ہتک حرمت شیعیان وزائرین
وسادات نمی شد مسموع مے شود کہ مخالفین کہ درانجا می گذرند می گویند کہ این سزاے
تبراست وبعض سقایان سنّی درآب دادن مضائقہ مے نمایند ومی گویند کہ اگرسنی شوید آب
مے دہیم چونکہ جمیع امور درعالم مشہور خواہد شد وباعث ذلت شیعیان وخوشنودی
مخالفان ست لہذا عرض حال بنابرخیراندیشی واجب دانستہ بعرض رسانید یقین ست
کہ تدارک این امرناگہانی بعواطف بندگان سلطانی چنان بظہوررسد کہ استحکام عزاداری
وتبرا یوماً فیوماً متزاید گردد وسادات ومؤمنین وعلما وزائرین مع عیال واطفال
ازورطۂ اضطراب نجات یابند وبراے دوام سلطنت بدعا شوند آفتاب جہانبانی
وسلطنت لامع باد بالنون والصاد۔

پھر دوسرا معروضہ بھیجا۔

بادشاہ نے اپنے قلم سے یہ حکم لکھا۔ آنانکہ زاہد وعابد وبزعم کامل ایشان نیک
ومورد عنایات ما بدولت واقبال باشند اسماے آنہا بعد ضمانت خود و
اہالیان خود عرض دارند تا حکم احضار آنہا بجاے خود ہا شرف صدوریابد وما بقی

حسب راے معلی ۱۹- محرم ۱۲۶۹ہ ہجری۔
تنبیہ مجتہد العصر اپنے ایک فتوے مین لکھتے ہین - حال اعلان تبرا مثل اعلان گاؤکشی واذان ست بلے این قدر فرق ست کہ آن از شعائر ایمان ست واین از شعائر اسلام واگر تشیع بسبب ترک تبرا زائل نہ شود اسلام نیز بسبب ترک گاؤکشی واذان زائل نمی شود چنانچہ در بلاد اسلام باوجود قدرت اعلان شعائر اسلام لازم ست ہم چنین در بلاد ایمان ترویج شعائر آن لازم و در صورت عدم قدرت در ہر دو امر ترک اعلان متحتم و تقیہ در دار التقیہ مے باشد نہ در غیر آن چنانچہ در عمل مشرکین اعلان مراسم اسلام نشاید وہمچنین در ہنگام تسلط اہل خلاف احتراز اعلان مراسم ایمان می باید وسد ابواب فساد تعلق بحاکم دارد موقوف بر ترک مراسم ایمان نیست۔

شیخ قطب الدین اور مولوی حسین علی کے اخراج کا واقعہ

شیخ قطب الدین جو مرزا وصی علی خان کی کارپردازی مین شریک تھا بمقدمۂ قتل گنگا بخش تعلقہ دار ماہ شوال ۱۲۷۰ہ ہجری مطابق جولائی ۱۸۵۴ء مین علی نقی خان کے حکم سے مصلحتہً میر نادر مہتمم روند شہر کے ساتھ کانپور کو روانہ ہوا گنگا بخش کے مقدمے مین بہت عرقریزی وجان نشانی وخیر خواہی سلطنت کی کچھ سمجھ کر کی تھی اور فلاح ورفاہ کا امیدوار تھا مگر قسمت سے زیادہ حاصل نہوا - بلکہ بدنامی اُٹھائی بعد چند روز کے پھر اپنے گانون مین آکر رہنے لگا۔

مولوی حسین علی بلگرامی کے نکالے جانے کا واقعہ بھی سن رکھنے کے قابل ہے لوگ انکے بھی نصیب کی قسم کھاتے تھے چنانچہ حکیم بندہ رضا خان کی بدولت مبارک محل

کے وثیقے سے سو روپے ماہوار ان کو علیحدہ ملتے تھے اور اسی قدر نواب مخدرۂ علیا کے نوٹ سے بے منت پہونچتا تھا - یہ مشاہرہ متولی اور مختار کار کے اختیار سے باہر تھا گورنمنٹ سے بموجب تحریر وصیت علیحدہ ہو کر ملتا تھا - میر سید جان ہم وطن اِن کے گورنر جنرل کے میر منشی تھے اُن کی سعی سے یہ صورت ہوئی تھی - اِس کے بعد نواب سُلطان عالیہ بیگم سے بہت کچھ حاصل ہوا وہ امور شرعیہ میں ان کی شاگرد تھیں - نواب ممتاز الدولہ کو اِن کا تسلط اور اختیار اندر اور باہر بہت ناگوار تھا مگر کچھ بس نہیں چلتا تھا بیگم صاحبہ کی بدولت فراغت اور آرام حاصل تھا علی نقی خان سے اور نواب سے بہت خصوصیت حاصل ہو گئی تھی - آخر باستصواب رزیڈنٹ بادشاہ کے حکم سے وقت فریضۂ نماز عصر سلخ رجب ۱۲۶۷ھ ہجری مطابق یکم جون ۱۸۵۱ء کو دیوان سلطانی کا چپڑاسی اور سپاہی مولوی صاحب کے پاس گئے اور اُنکو یک بینی و دو گوش پیادہ پا شہر کے باہر نکالدیا کئی گاڑیاں عیال و اطفال کی پیچھے روانہ ہوئیں روانگی کے وقت جو کچھ گھر میں تھا وہ عین المال سیاہ ہوا - نواب سلطان عالیہ بیگم بہت کچھ مزاحم ہوئیں مگر کچھ اثر نہوا مولوی صاحب نے کانپور سے اپنے بیٹے کو شملے کو بھیجا میر منشی کو عرضی دی - گورنر جنرل کے حکم سے رزیڈنٹ نے اسباب پھروایا جسقدر دستیاب ہو سکا - لیکن بیگم صاحبہ نے اُسکا نعم البدل عطا کیا -

بادشاہ کے تمام ڈوم مصاحبوں کا اخراج

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ قطب الدولہ وغیرہ ڈوموں کو بھی نکلوا دینا چاہیے اُن کی نصیحت بادشاہ کی مرتکز خاطر ہوئی اور رضی الدولہ نجیب الدولہ - قطب الدولہ -

وہاج الدولہ اور نثار علی خان دفعۃً گرفتار قہر سلطانی ہوے۔ اصطبل کے اندر سلاخ آہنی کے کٹھرون مین قید ہوے ان کی سب خدمتین خواجہ سراؤن کو ملین۔ گو ثابت الدولہ اور وہاج الدولہ وغیرہ دو برس سے معتوب بادشاہ تھے مگر تنخواہ ملتی تھی وزیر کے دربار مین وہ حاضر رہتے تھے بعض رکن اعظم سلطنت جو ردیف کی طرح حریف کمین سے تھے اُنھون نے فرصت وقت پاکران کو بھی داخل فرقۂ خارجیہ کردیا غرض کہ ۲۰۔ رجب ۱۲۶۶ہجری مطابق ۲ جون ۱۸۵۰ء روز یک شنبہ کو یہ قیدی مع عیال واطفال کے گاڑیون پر سوار کرا کے تلنگون اور خاص بردارون کی حراست مین میر محمد اکبر کمیدان کی نگرانی مین روانہ کانپور ہوے اور دو روز قبل اخراج شہر مین منادی ہوگئی تھی کہ اِن کے ساتھ جس شخص کا معاملہ ہو سرکار مین نالش کرے اِن مین سے وحید الدولہ اور رضی الدولہ محاسبہ دواب وغیرہ کی علت مین کئی دن کے واسطے رہگئے اور سب روانہ ہوے ترک سوارون کا رسالہ دار عنایت اللہ خان رضی الدولہ سے رخصت لیکر اپنے گھر گیا تھا وہ آکر شریک حال ہوا اور رفاقت سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ نجیب الدولہ اور قطب الدولہ ایک گاڑی مین سوار ہوکر روانہ ہوے راہ کے نشیب وفراز سے گاڑی اُلٹ گئی دونون کے چوٹ بہت لگی راہ مین میر اکبر نے بہت سختی کی مقصود یہ تھا کہ ان سے کچھ ہاتھ لگے ثابت الدولہ کے ہاتھ مین کئی انگوٹھیان تھین لے لین اور کچھ نہ ملا پانی نہین دیتے تھے بچّے پیاس سے تڑپتے تھے بہزار خرابی دریا کے پار اُترے۔ جان بچی۔ ایک مکان کرائے پر لیکر رہے پھر ہر ایک اپنی تلاش معاش کو ہر طرف گیا۔ ۱۱۔ رمضان مطابق ۲۳۔ جولائی روز دوشنبہ کو رضی الدولہ اور وحید الدولہ بھی کانپور کی طرف روانہ ہوگئے۔

بادشاہ کی چند روزہ بیداری

علی نقی خان کے طالع کی یاوری سے بادشاہ کا مزاج اُن سے بہت رضامند ہوتا گیا اور رسوخ ترقی پاتا گیا اور بادشاہ نائب کے اعتماد پر مطمئن رہے بعد چندے حسب اتفاق پھر عرائض مستغیثانِ مظلوم کی وزیر کے توسط کے بغیر بادشاہ کے ملاحظے مین گذرین طبع والا دادرسانی پر راغب ہوئی اور ایک سررشتۂ اخبار موسوم بہ اخبار حضور بہ اہتمام منشی مظفر علی اسیر جاری ہوا ہر روز پرچے بادشاہ سنتے اور اپنے ہاتھ سے احکام جاری کرتے اہلکاران سلطنت خبردار ہوے کاروبار سلطنت عمدہ طور پر چلنے لگا یہ سلسلہ دو ایک مہینے جاری رہا پھر اہلکارون نے پاؤن پھیلائے اور پھر گرمی اُنکی ٹوٹ گئی

سلطنت کے ملازمون کے ہاتھ سے لال جی اخبار نویس کی چھاؤنی کے رستے مین ہتک ہونا اور ہیلی گارد کے ایک تانگے سے علی نقی خان کے آدمیون کا چھتری چھین لینا صاحب رزیڈنٹ کا غصہ ہونا سلطنت کو ان معاملون مین نیچا دیکھنا۔

کپتان برڈ صاحب رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ اول تھے وہ آب وہواے شہر کی ناموافقت کی وجہ سے چھاؤنی سنڈیا نون مین رہا کرتے تھے لال جی اخبار نویس رزیڈنٹی ہر روز اخبار سنانے کو اُنکے پاس جاتا تھا۔ ایک روز نواب عزت محل راجہ جے پال کے باغ مین جو چھاؤنی کے رستے پر واقع تھا گئی تھین بشیر الدولہ ناظر کے

سپاہی سڑک پر آنے جانے والون کا اہتمام کر رہے تھے اسسٹنٹ کا منشی ہاتھی پر سوار شہر سے اُنکے پاس جا رہا تھا سپاہیون نے منع کیا وہ ہاتھی سے اتر کر حد باغ تک پیدل ہوکر چلا گیا۔ راہ مین لال جی سے اپنی کیفیت بیان کی اُسنے کہا کہ تم بلند سواری پر تھے اس وجہ سے تمکو منع کیا تھا مین میانے مین جاتا ہون مجھے کوئی منع نکرے گا جب باغ کے تلے پہونچا سپاہیون نے ممانعت کی اُسنے میانے کی سواری کا عذر کیا مگر سپاہیون نے نہ مانا آخر حد باغ تک یہ بھی پیدل گیا لال جی نے سلیمن صاحب سے اپنے ہتک کی شکایت کی وہ بہت غصے ہوے علی نقی خان وزیر کو بلوا کر روبکاری کی اور بشیر الدولہ سے ہزار روپے جرمانہ لیکر لال جی کو دلوائے۔

دوسرا واقعہ یہ ہو کہ ایک دن علی نقی خان کی سواری بڑے دور باش سے بیلی گارد کی سڑک سے درِ دولت پر جاتی تھی بیلی گارد کا ایک تلنگہ تھالی مین جنس طعام رکھے ہوئے دھوپ مین چھتری لگائے اپنے مقام رسوئی کو جاتا تھا سواری کے لوگون نے خلاف داب ہندوستان سمجھکر اُسے چھتری لگانے کو منع کیا سپاہی نے کچھ تامل کیا آخر حجت ہونے کے بعد چھتری اُس سے چھین لی صوبہ دار نے رزیڈنٹ سے رپورٹ کی اُنھون نے حکم دیا کہ جب وزیر کی سواری ادھر سے نکلے تم چھتری لگاؤ جو منع کرے اُسے سونٹے مارو جب یہ خبر علی نقی خان نے سنی راہ راست چھوڑ کر خط منحنی اختیار کیا کہ کبھی گولہ گنج ہوکر کبھی بسواری بجرہ درِ دولت پر جانے لگے جب گورنر جنرل کو رزیڈنٹ نے رپورٹ کی تو وہان سے حکم آیا کہ اپنی چھاؤنی مین سپاہی چھتری لگایا کرے۔

انتقال مرزا ولی عہد بہادر

مرزا جاوید علی بہادر بادشاہ کے دوسرے فرزند کہ ولی عہد تھے کئی مہینے سے مبتلائے

تپ دق و سرفۂ مزمنہ ہو رہے تھے آخر مستسقی بھی ہو گئے اطبا نے بچاؤ اپنی بدنامی کا سمجھکر بلطائف الحیل علاج سے ہاتھ کھینچا۔ ڈاکٹرون کے علاج کی تجویز ہوئی ایک دن حسب الحکم ڈاکٹر اسپر بجر صاحب مع ڈاکٹران چھاؤنی شہزادے کے دیکھنے کو آئے اُنھون نے اپنے مزاج کی کیفیت بزبان شیرین بیان کی کچھ تجویز کر کے چلے گئے لیکن کچھ مفید نہوا کیونکہ وقت ہاتھ سے جا چکا تھا آخر کو چیچک نکلی اُسکی شدت زیادہ موجب ہلاکت ہوئی۔ ۲۔ رجب ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۲۶۔ مئی ۱۸۴۵ء کو شام کے قریب شاہ منزل مین نقل مکان کیا تھا اُس کے نوین دن انتقال کیا۔ ۸ بجے صبح کو امجد علی شاہ کے پہلو مین دفن ہوے۔ اِس خبر کو بادشاہ سے ناسازی مزاج کی وجہ سے مصاحبون نے چھپایا۔ لیکن جوش خون پدری درد جگر کب چھپا سکتا ہے اُس دن بادشاہ بہ نسبت اور دنون کے بہت افسردہ اور مضطرب الحال رہے کھانا کھانے کے وقت خود بیان کیا کہ آج نوالہ میرے حلق سے نہین اُترتا اور دل خود بخود بھرا آتا ہے اسکا کیا باعث ہے حاضرین نے باتون مین لگا لیا۔ آخر سوم کی رات کو بادشاہ کی والدہ نے ظاہر کیا اور کلمات صبر و شکیبائی کہے اُسوقت بادشاہ بہت بیتاب ہوے سوم کے دن کپتان بہک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ تعزیت کے لئے علی نقی خان کے پاس آئے وہ اُنکو بادشاہ کے پاس ناسازی مزاج کی وجہ سے نہ لیگئے۔ مرزا ولیعہد کا سن دس برس پانچ مہینے کا تھا۔

قطعۂ تاریخ وفات نتیجۂ فکر منشی احمد حسن

رفت از دنیا ولی عہد شہنشاہ جہان	جوہر تیغ خلافت تہ نشین شد ہائے ہائے
شد بزیر خاک پنہان وارث تاج و نگین	خاتم دست سلیمان بے نگین شد ہائے ہائے

زیب دامانِ جناب حضرت خاقانِ ہند — زینت آغوش پاک حورعین شدہائے ہائے
گفت ہاتف مصرعِ سالِ وفاتِ او ہمین — ماہ اوجِ سلطنت زیر زمین شد ہائے ہائے

بادشاہ کا علی نقی خان وزیر سے کشیدہ خاطر ہو جانا اور آخر کار صفائی ہو کر حضور عالم بہادر خطاب دینا

ایک دن بادشاہ نے علی نقی خان سے ملک اودھ کی آمدنی کا حال دریافت کیا وزیر نے اُسکا جواب مناسب حال عرض کیا چند روز پیشتر سے شہر مین مشہور ہو گیا تھا کہ بادشاہ تمام موسم برسات مین باغ گاؤ گھاٹ مین دریا کے کنارے رہین گے اتفاقاً اُسی دن تمام اسباب پھر دولت خانۂ قدیم تحسین گنج مین واپس آیا اس وجہ سے بعض نافہمون نے وزیر کی معزولی کا مضمون تراشا اور اصل حقیقت یہ ہی کہ واقع مین بادشاہ وزیر سے کچھ کشیدہ خاطر ہو کر کوٹھی دلکشا مین رونق افروز ہوئے اور حکم قطعی یہ دیا کہ کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے مگر بندے علی خان کو جوان اِس حکم سے مستثنٰی تھا اِس شخص کے اختیار مین انتظام اندرونی و بیرونی تھا فقط گاڑی کی گھوڑیان باہر سے جایا کرتی تھین اور احاطے کے اندر کوئی باہر سے نہ آتا تھا۔ وزیر پر بھی اِس برہمی کا حال خوب ظاہر ہو گیا تھا اور اِس افواہ عوام سے علی نقی خان خود متزلزل ہو رہے تھے اور تدبیر سوچ رہے تھے آخر کار محمد خان داروغہ بندے علی خان کو اپنے حال سے آگاہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ بادشاہ کی میری نسبت کیا نیت ہے محمد خان اور بندے علی خان مین بہت موافقت تھی محمد خان ایک دن اس امر کی جستجو کے لئے بندے علی خان کے خیمے پر پہونچا ایک سائیس کو کچھ روپے دیکر اپنی خبر گرائی جاب ہا

کہ کل ۲ بجے مجھ سے ملاقات ہوگی جب بادشاہ استراحت مین ہون گے غرض جب
ملاقات ہوئی نواب کا حال بیان کیا بندے علی خان نے اُسکی تصدیق کی کہ فی الحقیقت
بادشاہ نے روپوشی فقط نواب کے لئے اختیار کی ہو اب تدبیر یہ ہو کہ مین کل گاڑی
اِس سڑک پر لے آؤنگا نواب علی نقی خان کا سلام ہو جائیگا چنانچہ گاڑی اُدھر سے
نکلی نواب نے سلام کیا قدمون پر سر جھکایا بادشاہ نے بچشم غضب دیکھا جب گاڑی
سے اُترے بندے علی خان پر بہت خفا ہوئے اُسنے قسم کھاکر اپنے تئین بری کیا۔
اور اُسی دن بادشاہ نے دیکھا کہ سپاہی بندوق کے توڑے چڑھائے پھر رہے ہین
بندے علی خان سے پوچھا یہ کون لوگ تھے عرض کی کہ حضور جنگل ہو زیندار متمرد شب کو
رمنے کے گرد پھرتے رہتے ہین حالانکہ وہ سپاہی روند کے ملازم تھے حفاظت کے لئے
پھرتے تھے بادشاہ بندے علی سے جواب سُنکر خائف ہوئے چاہا کہ اُسی وقت سوار ہو کر
قیصر باغ مین تشریف لیجائین بندے علی مانع ہوا اور نواب سے کہلا بھیجا کہ کل مین بادشاہ
کو لے آؤنگا آپ اُسوقت مستعد رہیئے۔ غرض بعد ملاحظۂ کاغذات بادشاہ گاڑی مین
سوار ہوئے قیصر باغ کے دروازے کے پاس گاڑی کے پہیے کو کہین چڑھا دیا۔ گاڑی رُک گئی
نواب علی نقی خان وہان کھڑے ہوے تھے بادشاہ سے عرض حال کیا کہ حضور یہین اُترین
اور سلام کیا بادشاہ گاڑی سے اُتر کر داخل مسجد ہوے نواب نے قرآن ہاتھ مین لیکر
بادشاہ کے روبرو بہت قسمین کھائین اور اپنی صفائی حاصل کی بادشاہ نے بندے علی سے
فرمایا کہ علی نقی خان کے واسطے خلعت منگواؤ نواب نے عرض حال کیا کہ بندے کی شہر
مین بڑی بدہوائی ہو رہی ہو امیدوار ہون کہ میرے خطاب کو تبدیل فرمایئے چنانچہ
خلعت بھی عنایت ہوا اور حضور عالم بہادر خطاب بھی مرحمت ہوا۔

اپنے خطاب سلطانِ عالم سے اسے مشتق فرمایا صبح کو سب نے اس کی نذرین دین بندے علی خان کا بڑا حق رسوخ ثابت ہوا۔

سلیمن صاحب رزیڈنٹ کا علی نقی خان سے سخت ناراض ہوجانا مہاراجہ دگبجے سنگھ زمیندار بلرام پور و تلسی پور سے کے ذریعہ سے صورت رفع ملال کی نکلنا اور اُس کا قائم نہ رہنا۔

۳۔جولائی ۱۸۵۲ء روز سہ شنبہ کو صاحب رزیڈنٹ نے بادشاہ کو ایک خط مشعر عزل وزیر سلطنت مع چند مدات کے لکھا پہلے چپراسی مصلح السلطان کے پاس لایا کہ جلد بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانین اُنھون نے چاہا کہ پہلے علی نقی خان کے پاس بھیجین پھر کچھ احتیاط سے بادشاہ کے پاس بھیجدیا بادشاہ نے ملاحظہ کرکے علی نقی خان کو دیدیا کہ اس کا جواب مناسب لکھکر بھیجدو منشیان خاص نے بہت بنا بنا کر اُسکا یہ جواب لکھا کہ "اہلکار خاص بسبب علالت مزاج اقدس پرستاری مین رہے اس وجہ سے مہات مالی وملکی مین توجہ کامل نہوئی اب فی الجملہ علالت کو تخفیف ہوئی ہے انشاء اللہ آپ کی تجویز کے مطابق عمل مین آئیگا حضور عالم بہادر کو قطع نظر عہدۂ وزارت کے منزلت قرابت خاص بھی حاصل ہے اور ہر حال مین یہ خیرخواہ سرکارین متصور ہین ان کا حفظ مراتب بہر صورت مکنون خاطر ہمایون رہتا ہے غالب ہے کہ لنظر بہ اتحاد سرکارین آپ کی بھی نظر عطوفت ہر حال مین انپر رہے گی انشاء اللہ تمام امور مالی وملکی کی درستی اپنے پیش نہاد رکھین گے"۔

۵۹ سنہ ۱۲ فصلی مین سلیمن صاحب اور علی نقی خان وزیر مین بدانتظامی ملک کے سبب رنج ہوگیا۔ اُن کو اپنی رزیڈنٹی پر ناز انکو اپنی وزارت کا دعویٰ۔ صاحب رزیڈنٹ کے پاس نواب علی نقی خان کی آمد ورفت موقوف ہوئی اور اُنکے متوسط کی بھی اپنے پاس آنے کی صاحب رزیڈنٹ نے ممانعت کردی۔ نواب علی نقی خان کو نہایت تشویش ہوئی۔ ایک دن مہاراجہ دگبجے سنگھ صاحب بہادر زمیندار بلرام پور و تلسی پور سے نواب نے کہا کہ میر سلیمن صاحب بہت مہربان ہین اگر ہوسکے تو کوئی صورت رفع ملال کی نکالو۔ اس کوہ غم کو ٹالو۔ وہ سلیمن صاحب کے پاس گئے بہت سی گفتگو کے بعد مطلب کی بات شروع کی علی نقی خان سے بگاڑ کی وجہ پوچھی رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ ہملوگ سب سے صاف دل ہوکے ملتے ہین دل مین زور نہین ہمکو یہ ریاست کسی طرح مٹانا منظور نہین بلکہ یہ چاہتے ہین کہ روز بروز یہ ملک سرسبز وشاداب ہو رعایا آرام پائے اور یہ اضطراب دور ہو لیکن بدانتظامی اور سہل انکاری بادشاہ کی دیکھ کے طبیعت مایوس ہی اسکا بڑا رنج وافسوس ہی جو ہدایت ہم کرتے ہین اُسپر قائم نہین رہتے سوائے اسکے جعلساز دغاباز چار پانچ ایسے سرکار مین ہین کہ وہ اور بھی اُنکو خراب کرتے ہین مہاراج نے کہا کہ آپ جو کہتے ہین بجا ہی مگر یہ کہیئے کہ آپ نے کیا تجویز فرمایا ہی جس سے یہ بکھیڑا پاک ہو غافلون کو قوت ادراک ہو۔ رزیڈنٹ نے تامل کے بعد جواب دیا کہ ہماری رائے مین تو یون آتا ہی کہ چار پانچ شخص مثل وصی علی خان اور دیوان چندی سہائے اور برنڈن وغیرہ کے جو اربع عناصر اور حواس خمسہ کی طرح وزیر کے ہمدم ومشیر ہین نکالدیے جائین کسی معاملے مین دخل ندینے پائین۔ نواب علی نقی خان جو بالفعل وزیر ہین اُن کو انتظام ملک مین دخل نہین گو اپنے نزدیک ہوشیاری اور مستعدی کرتے ہین مگر اُن مین قوت انتظامیہ نہین۔ بادشاہ اُنکو بہت چاہتے ہین اپنے کیے کو بناہتے ہین وزیر اعظم

اُنھین کو رہنے دین اُن کی پیش دستی کا کام شرف الدولہ ابراہیم علی خان سے لین کہ وہ انتظام ملک سے بخوبی واقف ہین اگر یہ بات بادشاہ اور وزیر دونون گوارا کرین تو ہماری دلجمعی ہو پھر اِس ریاست کو بھی ترقی ہو مہاراجہ صاحب کو بھی یہ بات پسند آئی اور بہت بشاش ہوکے رزیڈنٹ سے رخصت ہوے بارہ بجے تحسین گنج پہونچے اُس وقت علی نقی خان دولت سرا مین تھے اپنے آنے کی اطلاع کی نواب صاحب نے اندر طلب کیا مہاراج نے جو کچھ رزیڈنٹ سے سُنا تھا حرف بحرف سب بیان کیا مہاراج کی گفتگو سے علی نقی خان کے دل پر صدمہ ہوا چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا مہاراج نے رفع ملال کے لئے کہا کہ اِس مین حضور کا نقصان نہین شرف الدولہ کے بلوانے مین کچھ کسر شان نہین اور جن کو رزیڈنٹ نے دربار مین حاضر ہونے کو منع کیا ہے بظاہر دربار مین نہ آئین مخفی حضور کو اختیار ہے جس طرح رزیڈنٹ نے کہا ہی چندے اِسپر عمل کیجیئے بظاہر تو سلیمن صاحب درست معلوم ہوتے ہین فقط اتنی بات کی تکرار ہے یہ بھی کر گذریے بنظر خیر خواہی عرض کرتا ہون آئندہ آپ کو اختیار ہے یہ کھکے رخصت ہوے مہاراج کا کہنا نواب کے دل پر مؤثر ہوا کلمات نصیحت پسند آئے چار پانچ دن کے بعد چار پانچ آدمی نظر بند ہوئے دوسرے روز نواب علی نقی خان نے مہاراجہ دگبجے سنگھ سے کہا کہ اب جاکے سلیمن صاحب سے اطلاع کرو کہ ہمنے اُن آدمیون کو نکلوا دیا اُنھون نے جاکے رزیڈنٹ سے کہا رزیڈنٹ نے جواب دیا اچھا تمھارے کہنے سے ہمکو یقین ہوا مگر شرف الدولہ ابھی پیش دست نہین ہوے اُنھون نے کہا اتنا تو ہوا ہی اب نواب علی نقی خان کو یہان آنے دیجئے بہتر یہ ہی کہ اس کی گفتگو تخلیے مین ہو تو خود بھی فہمایش کیجیے۔ رزیڈنٹ نے کہا اچھا جاؤ آج تیسرے پہر کو

ب علی نقی خان کو لے آؤ مہاراج نے آکے نواب علی نقی خان سے کہدیا وہ اپنی طلب
ی کے بہت خوش ہوے سہ پہر کے وقت سوار ہوے اور مہاراجہ دگبجے سنگھ کو بھی
اپنے ہمراہ لیا ریذیڈنٹ کے پاس پہونچے وہ بہت لطف سے پیش آے مہاراج تو
زیڈنٹ کو سلام کرکے علیحدہ ہوگئے جانبین مین صفائیان منظور تھین تین گھنٹے تک
ہمن صاحب اور علی نقی خان کی خلوت مین باتین ہواکین بعد اسکے علی نقی خان
ست ہوے مہاراجہ دگبجے سنگھ نے اُسوقت علی نقی خان کو بہت بشاش پایا۔
راجہ نے چند روز لکھنؤ مین رہکر بہت بات بنائی مگر اُن دونون حاکمون کی رائے
مطابق نہ پائی مجبور ہوکر مہاراج نے سلیمن صاحب سے کہا کہ مجھکو دربار شاہی کا رنگ
ب معلوم ہوتا ہی اب آپکی صلاح کیا ہی مجھسے تو دیکھا نہین جاتا کہان تک رونا
ے اُٹھاؤن اگر ارشاد ہو تو مین اپنے گھر جاؤن اُنھون نے جواب دیا کہ تمھاری
قربان شاہی کی طبیعت مین بہت فرق ہی اصل مین ریاست کا درخت بے اصل ہی
بس درخت کی جڑ نہ مضبوط ہو وہ باد مخالف سے ایک دن ضرور منھ کے بل آئے گا
سکے سایے مین ہین اُنکو بے شک گزند پہونچیگا اگر اپنا بچاؤ منظور ہی تو اچھی سوچے ہو
جاؤ یہی بہتر ہے اندیشہ تو تھا ہی پیش سے اور گھبرا گئے وہان سے پھر کے سیدھے نواب
نقی خان کے پاس مہاراج چلے آئے موقع پاکر رخصت کی درخواست کی علی نقی خان
بخوشی گھر جانے کی اجازت دی اور یہ کہا کہ ضابطہ تم بھی جانتے ہو جو کچھ مال
ے ذمّے ہے مناسب ہی کہ اُسکی مال ضامنی کسی سے لکھوا دو۔ مہاراج نے
سدھن لال کی ضمانت لکھوا دی چلتے وقت علی نقی خان نے ایک نقارہ اور ایک
عنایت کی مہاراج دونون چیزین بلرام پور اپنے ساتھ لے گئے۔

ولی عہدی اور جرنیلی کا تقرر اور بعض قسم کی بدنظمیون کا بیان

بادشاہ نے ایک روز صاحب رزیڈنٹ کو پیام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آ ییے اگر بوجہ علالت کے کسی اور سواری پر نہین آسکتے تو کرسی یا تامجان پر بیٹھ کے ہمارے پاس آ ییے یا صاحب قائم مقام کو ہمارے پاس بھیجد یجئے اس کا سبب یہ ہی کہ کئی دن پیشتر سلیمن صاحب رمنۂ شاہی مین گھوڑے سے گر پڑے تھے پاؤن مین بہت چوٹ لگی تھی وہان سے راکھ کے جھلنگے چھاننے پر لیٹ کر کوٹھی کو گئے تھے بادشاہ نے تامجان بھی بھیجا مگر درد کی شدت سے اُسپر سوار نہ ہو سکے کئی مہینے تک پاؤن درست نہوا لکڑی کے سہارے سے چلتے تھے اِس وجہ سے بسک صاحب آئے خلوت ہوئی اور بادشاہ کے تیسرے بیٹے حامد علی خان کیوان قدر کو خلعت ولی عہدی اور نوین بیٹے ہزبر علی خان فریدون قدر کو خلعت جرنیلی اُنکی صلاح سے عنایت ہوا اسکے بعد شرف الدولہ رلے جگناتھ عرف غلام رضا خان کو خلعت بے باقی علاقۂ حضور تحصیل اور نواب محمد خان سفیر شاہی کو خلعت معمولی اور شیخ مصاحب علی اُن کے کارگذار کو دوشالہ و رومال مرحمت ہوا۔ اہلکارون کی خوب بن پڑی انتظام اچھے اور بُرے کا جاتا رہا۔

افسران فوج علاقون سے روپیہ ضروریات کا خاطرخواہ لیکر آپس مین حصۂ رسدی تقسیم کر لیتے تھے فوج کی بالکل اصلاح و درستی نہ تھی ایک پلٹن نجیب کی تیس ہزار روپے اجارے پر تھی ان سب باتون کے سوا سفارش اندرونی و بیرونی ہوتی تھی سوار و پیدل نوکری چور تھے۔ اخبار نویس جو ہر علاقۂ نظامت پر رہتے تھے اُن کا درماہہ پندرہ روپیہ سے کم اور بیس سے زیادہ نہوتا تھا۔ پرچہ اخبار کا اجارہ

ہوتا تھا اور یہ اجارہ لاکھوں روپے سالانہ تک پہونچتا ۔ مستاجر اخبار داروغۂ اخبار کہلاتا تھا اِسی کی طرف سے اخبار نویس مقرر ہوکر جاتے تھے اور یہ خود اخبار نویس سے ہزار بارہ سو روپے ماہوار سے کم نہ لیتا تھا بلکہ اِس سے زیادہ وصول کرتا تھا۔

بادشاہ کی تجویز سے مہینوں کے نئے نام مقرر ہونا اور ایک سنہ تجویز ہونا

بادشاہ نے وزیر اور مصلح السلطان انجم الدولہ کے نام احکام جاری کئے کہ ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری سے سال یوم المبارک شروع سال نو قرار پایا ہی سب دفتروں میں یہ حکم پہونچا دیں کہ سال ہجری کے بعد مطابق اُسکے تاریخ و سال موصوف اور بعد اُسکے سنہ جلوس والا لکھے جائیں، اور سنہ یوم المبارک کے مہینوں کے نام اِس طرح مقرر ہوئے (۱) ماہ واجدی (۲) ماہ محمدی (۳) ماہ اختری (۴) ماہ اسکندری (۵) ماہ حسینی (۶) ماہ اثنا عشری (۷) ماہ امانی (۸) ماہ صنوبر (۹) ماہ مراتب (۱۰) ماہ منصوری (۱۱) ماہ سلیمانی (۱۲) ماہ نبی۔

مرقوم ۱۲۔ شہر ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق ماہ واجدی سنہ یوم المبارک مطابق ۹ سنہ جلوس والا۔ ذیقعدہ سے سال شروع کرنے کی یہ وجہ ہی کہ بادشاہ اسی مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔

واجد علی شاہ کا سکّہ

انڈین میوزیم کے اندر رکھے ہوے سکوں کی فہرست کے دوسرے حصے سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے سکّے پر ایک طرف یہ بیت تھی۔

سکہ زد بر سیم و زر از فضلِ تائید آلہ ظلِ حق واجد علی سلطان عالم بادشاہ (۱۲۶۶ھ)
دوسری طرف ایک تاج ہی اُسپر ایک چھتری ہی جسکے دونون طرف دو جھنڈیان کھڑی
ہین اُنکو دو مرمیڈون نے ایک ایک ہاتھ سے سہارا دیا ہے دوسرے ہاتھون مین
اُن کے ایک ایک جنور ہی اور بازوون مین پرنے ہوئے ہین۔ مرمیڈ انگریزی مین
ایک دریائی جانور کا نام ہی جسکے اُوپر کا حصّہ عورت یا مرد کے مشابہ ہوتا ہی اور نیچے کا
مچھلی کی طرح یہ نہایت نایاب جاندار چیز بڑے بڑے سمندرون مین رہتی ہی مرمیڈ کا
ترجمہ عربی مین بنت البحر یعنی دریائی عورت کہتے ہین۔ اِس تاج کے تلے ایک قلعہ کی
علامت ہی اُسکے تلے دو تلوارین کھڑی ہین جنکے قبضے اُسکے تلے ہین اور پھل ترچھے
نیچے کو اس طرح قائم ہین جیسے مثلث کے ضلع ہوتے ہین اُن جھنڈیون کے
ڈنڈے اتنے لمبے ہین کہ ایک ایک ڈنڈا ایک ایک تلوار سے ملتا ہوا تلے کو چلا گیا ہے
ہر ایک ڈنڈے اور تلوار سے بھی مثلث کی شکل پیدا ہی۔ اِن تمام چیزونکے آس پاس کے
دور مین سکّے کے کنارے سے ملی ہوئی یہ عبارت مندرج ہی۔ ضرب ملک اودھ
بیت السلطنت لکھنؤ سنہ جلوس میمنت مانوس۔ اُس فہرست مین اتنی تفصیل نہ تھی
ہمنے خود سکّہ دیکھ کر یہ حلیہ لکھا ہے۔

ورود مہاراجہ دلیپ سنگھ و مہاراجہ جیاجی راو سیندھیہ

مہاراجہ دلیپ سنگھ مع ڈاکٹر لوگن صاحب کے جنوری ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۰ ہجری
مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے بہت تھوڑے سے شاگرد پیشہ اور سواری کا
جلوس ساتھ تھا شہر کی سیر کرکے کلکتے کو چلے گئے۔

۱۸۵۵ء مطابق ۱۲۷۱ہجری مین مہاراجہ جیاجی راو سیندھیہ والی گوالیار نے صاحب رزیڈنٹ کی ہمراہی مین تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ پہلے فیض آباد جودھیا کا تیرتھ کیا پھر لکھنؤ آئے اوٹرم صاحب رزیڈنٹ کی کوٹھی مین اُترے وزیر سے رزیڈنٹ نے ملاقات کرائی قیصر باغ دکھانے کو لے گئے بادشاہ کو ناگوار ہوا کہ میرا مکان تماشاگاہ نہین کئی دن رہکر شہر کو دیکھکر چلے گئے۔

تفصیل دفاتر شاہی موجودۂ عہد واجد علی شاہ

نمبر	نام دفتر	کیفیت
۱	دیوان خاص	جملہ احکام تحریری وزبانی بادشاہی اِس دفتر سے جاری ہوتے تھے اور یہ دفتر درِ دولت شاہی پر رہتا تھا اور جملہ احکام فرمائشات کی تعمیل اِس سے متعلق تھی اور آنے جانے والونکی عرض ومعروض بھی اسی کے توسط سے ہوتی تھی اور جملہ انتظام درِ دولت کا اس کے ماتحت تھا
۲	دیوان عام	جملہ اخبار عرض ومعروض خاص وعام دیوان عام کے ذریعہ سے پیش ہوا کرتے تھے اِس دفتر کو شاخ دفتر خاص سمجھنا چاہیئے اس کا مہتمم علیحدہ رہتا تھا اور یہ دفتر بھی درِ دولت سلطانی پر تھا۔
۳	دفتر خزانہ مصارف	اِس دفتر مین جملہ مداخل ومخارج کا حساب بمقابلۂ دفتر دیوانی مرتب ہوتا تھا اور کل زر آمدنی مال وسوائی

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		اِسی دفتر کے اہتمام مین خرچ اور تقسیم ہوتا تھا اور علاقجات مین گماشتے روپیہ رکھنے اور خزانہ لکھنؤ کو پہونچانے کے واسطے خزانچی صدر خزانہ اودھ کی طرف سے مقرر ہوتے تھے اور تنخواہ دفاتر و مصاحبان و شاگرد پیشہ وغیرہ اسی دفتر سے ملتی تھی
۴	دفتر بیت الانشا یعنی منشی خانۂ سلطانی	اِس دفتر مین رازداری کے کاغذات اور پولیٹکل جیسے کے احکام رہتے تھے یہین سے رزیڈنٹ کے نام پرچہ پیام جاری ہوتا تھا اس دفتر کا افسر منشی الملک کہلاتا تھا۔ احکام بادشاہی اس عبارت سے صادر ہوتے تھے اہالیان بیت الانشا چنین کنند وچنین نمایند اس دفتر مین کار مذکورۂ بالا کے علاوہ عرضداشتون پر تجویز مہتمم سررشتہ لکھ کر وزیر بادشاہ سے دستخط صاد کرا لیتے تھے۔
۵	دفتر وزارت	یہ دفتر وزیر کے ماتحت رہتا اور بحالی و موقوفی اس کے ملازمین کی وزیر کے اختیار مین رہتی تھی اور وزیر کے احکام کی تعمیل کے واسطے ایک شخص جس کو داروغۂ دیوانخانۂ وزارت کہتے تھے مقرر رہتا اور وہ بھی وزیر کی رائے اور اختیار سے مقرر ہوتا تھا اور جملہ کاغذات احکام و حساب وکتاب شاہی بغیر نشانی دفتر وزارت کے معتبر تصور نہین ہوتے تھے اسی طرح احکام وزیر بھی جو نشانی

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ہوتے وہ بھی اور دفترون مین پہونچتے۔
۶	سرشتۂ اخبار ڈیوڑھیات	اِس سرشتے کے ہرکارے محلات بادشاہی اور ڈیوڑھیات رؤسا وامرا پر خبر لانے کو مقرر رہتے تھے اور پرچۂ اخبار تحریری مہتمم کے ذریعہ سے پیش کرتے تھے اور اُس تحریر اخبار تدارک طلب پر احکام حسب مناسب صادر ہوتے تھے۔
۷	سرشتۂ اخبار کوٹ گشتی	یہ سرشتہ مخصوص کسی سرشتے سے نہ تھا اِسکے ہرکارے کل شہر مین گشت کرتے پھرتے تھے اور جب کچھری مین رئیس یا ملازم شاہی امیر و غریب کی خبر لائق سمع بادشاہ سمجھتے بذریعۂ تحریر معرفت مہتمم سرشتہ کے پیش کرتے۔
۸	سرشتۂ روند	اس سرشتے کے مہتمم کے ہمراہ جو داروغہ کے نام سے مشہور تھا کسی قدر سپاہی و سوار رہتے تھے اور وہ لوگ واسطے حفاظت شہر و نگرانی و تہدید مفسدہ پردازونکے شب و روز خاص شہر مین گشت کرتے تھے جہان کہین کوئی بات لائق تدارک پاتے حسب مناسب تدارک و گرفتاری مین مصروف ہوتے۔
۹	سرشتۂ اخبار ملکی	اِس سرشتے کا مہتمم علحدہ تھا اِس سرشتے سے ہرایک علاقہ و تحصیل مین ایک ایک اہلِ قلم مع ہرکارون کے چکلہ دار و تحصیلدار کے ہمراہ متعین رہتا تھا اور ہرایک اخبارنویس ہرایک اہلکار علاقہ و رعایا کے روزمرہ حالات سے مہتمم کو

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		خبر کرتا اور مہتمم اُن پرچہ ہاے اخبار کو بادشاہ تک پہونچا دیتا اُن پرچہاے اخبار مین جو بات لائق سماعت و تدارک ہوتی اُسپر احکام شاہی صادر ہو کر تعمیل کو دفترون مین بھیجے جاتے۔
۱۰	سرشتۂ اخبار دفتران بادشاہی	اِس سرشتے کا حال یہ تھا کہ دفتر وزارت و دیوانی و بخشی گری و جملہ کچہریات لکھنؤ مین ایک ایک شخص اخبار لکھنے پر مقرر تھا جو کچہری کے معاملات کا حال روز مرہ ہوتا بادشاہ کے حضور مین پہونچاتا۔
۱۱	دفتر دیوانی	اس دفتر مین تمام حساب وکتاب جملہ مداخل ومخارج وجاگیر وغیرہ ہوتا تھا اور علاقجات امانی مین ماموری اہلِ قلم حسابدان اِسی دفتر سے ہوا کرتی تھی۔
۱۲	دفتر بیت الاجرا	منشی خانہ کے کاغذات اس دفتر کی مہر سے مزین ہو کر دوسرے دفترون مین مرسل ہوتے تھے یہ سرشتہ ایک جزبیت الانشا کا تھا۔
۱۳	دفتر بخشی گری	اس دفتر مین جملہ احکام ماموری و برطرفی ملازمان فوجی کی تعمیل ہوتی تھی یعنی اِس دفتر کے محرر (بخشی) ملک اودھ کے ہر ہر علاقے مین جہان جہان فوج متعین ہوتی تھی افسر دفتر یعنی بخشی الملک کی طرف سے مقرر

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		رہتے تھے اور اُس مقام کی فوج متعینہ کی تنخواہ کی تقسیم اور تمام حساب وکتاب کیا کرتے تھے اور ہر ایک پلٹن مین وکیل وسرشتہ دار نکدمہ فوج مین مقرر تھے وہ اپنی اپنی پلٹن اور سپاہ کا حساب درست کرا کے محررون (بخشیون) سے تنخواہ تقسیم کرالیا کرتے تھے اِن وکیلون اور سرشتہ دارون کی موقوفی وبحالی کا بخشی الملک کو اختیار نہ تھا مگر بخشیون کی موقوفی وبحالی کا اختیار حاصل تھا۔
۱۴	محکمہ صدر امانت	اِس سرشتے کا افسر مہتمم صدر امانت کہلاتا تھا امین اِس محکمے کے اُسکے ماتحت تھے تنازع اراضیات وغیرہ کا فیصلہ اِسی سرشتے کی معرفت ہوتا تھا۔
۱۵	محکمہ عدالت العالیہ	یہ محکمہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین نزاع ترکہ واملاک وقرضہ وغیرہ صیغہ دیوانی کے لئے مقرر ہوا تھا چنانچہ یہ محکمہ عہد واجد علی شاہ تک اُسی انتظام پر بدستور چلا آیا۔ دعوے اِس محکمے کا سفید کاغذ پر پیش ہوتا تھا بعد فیصلے کے رسوم چہارم دعوے متدعویہ سے عدالت مین لیا جاتا تھا اور خرید وفروخت مکانات کی سند (یعنی قبالجات) بعد لٹکانے اشتہار ووصول زر فیس تعداد قیمت مکانات کے مہر شاہی لگ کر اِس محکمے سے ملتی تھی۔

نمبر	نام دفتر	کیفیت
۱۶	محکمۂ کوتوالی	اِس محکمے کے ماتحت حفاظت شہر لکھنؤ کے تھانے تھے اور ہر ایک تھانے مین اُس کی ضرورت کے مطابق آدمی جو کوتوالی والے سپاہی مشہور تھے اور ایک تھانہ دار و محرر مقرر رہتے تھے۔ مقدمات فوجداری اِسی کوتوالی مین فیصل ہوا کرتے تھے۔ علی رضا بیگ پسر سیتا بیگ کوتوال تھا سرکار شاہی مین اِس کا اقرار نامہ اِس مضمون کا داخل تھا کہ جس کسی کا مال چوری جایا کرے گا اُسکو مین اگر نہ ولا سکون تو خود مالک کو اُسکی قیمت ادا کرون۔ علی رضا بیگ نہایت منتظم و نیک نام تھا اسکی کارگذاری سے حکام شاہی اور رعایا دونون راضی تھے اور حسنِ خدمت کے صلے مین واجد علی شاہ نے اُسکو خطاب محمد علی رضا خان بہادر منتظم السلطنت عطا کیا تھا اور یہی کوتوال عہد انگریزی یعنی ۱۸۵۶ء مین عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹی پر مامور ہوا اور ایام غدر عہد مرزا برجیس قدر مین پھر کوتوال ہوا بہت سی تباہی اور خانہ نشینی کے بعد سرکار انگریزی نے کچھ بذریعۂ محکمۂ پنشن پرورش کی اور اِسی زمانے مین وفات پائی۔
۱۷	محکمۂ مرافعہ	یہ محکمہ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید محمد صاحب کے

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ماتحت امجد علی شاہ کے عہد مین مقرر ہوا تھا اور اسی کے ذریعہ سے مفتیان شیعہ مذہب ملک اودھ کے جملہ مقامات مین فیصلے کے واسطے مقرر ہوتے تھے جو مقدمہ اُن سے فیصل نہین ہوسکتا تھا اُس کا فیصلہ اسی محکمۂ مرافعہ مین ہوتا تھا اور خاص لکھنؤ مین محکمۂ فوجداری علیحدہ تھا اُسکا فیصلہ بھی اسی محکمے مین منظور و منسوخ ہوتا تھا۔
۱۸	سررشتۂ اودھ فرانٹیر پولیس	یہ محکمہ عہد امجد علی شاہ مین واسطے انسداد ٹھگی و ڈکیتی کے رزیڈنٹ کی تجویز سے مقرر ہوا تھا اِس محکمے مین کرنیل رچمنڈ صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے واجد علی شاہ کے عہد مین جمعیت پیادہ و سوار زیادہ ہوتی گئی تھی۔
۱۹	محکمۂ تنقیح مستغیثان ملازم سرکار کمپنی سکنائے اودھ	اِس محکمے مین سپاہیان مستغیث ملازم سرکار کمپنی انگریزی کا فیصلہ کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ کے قانون کے مطابق ہوکر منظوری کو رزیڈنٹ کے پاس جاتا تھا۔
۲۰	محکمۂ صدر تھانجات	اسکو صدر الصدوری بھی کہتے ہین اس مین تنقیح جرائم فوجداری ملک اودھ کی ہوتی تھی اور یہ سید مرتضیٰ صاحب بن سید محمد صاحب مجتہد العصر بن سید دلدار علی صاحب کے زیر حکم تھا اور اس کے

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ما تحت ملک اودھ کے ہر ایک علاقے مین تھانجات اور برقنداز مقرر کیے گئے تھے۔
۲۱	محکمۂ جدید	یہ محکمہ واجد علی شاہ کے عہد مین مقرر ہوا تھا اِس محکمے مین قرضے کے مقدمات فیصل ہوتے تھے اور قانون اس کا بھی مرتب ہوا تھا۔
۲۲	بیت الضرب	اِس سرشتے مین روپے اور پیسے تیار ہوتے تھے۔
۲۳	سرشتۂ نزول	اِس سرشتے مین جملہ املاک نزول متعلقۂ سرکار شاہی کی نگرانی رہتی تھی۔
۲۴	سرشتۂ گنجیات و پرسٹ	اس سرشتے مین پرسٹ کا کام ہوتا تھا۔
۲۵	سرشتۂ دواب	اِس مین حساب تیاری ضروریات رتھ خانہ و توپخانہ و اصطبل و بہم رسانی دانہ و چارۂ دواب ہوتا تھا اِس سرشتے سے محرر بھی ہر ایک علاقے مین جہان کہین توپخانہ وغیرہ رہتا تھا علیٰحدہ مقرر رہتے تھے۔
۲۶	سرشتۂ آبکاری	اِس کے افسر کو داروغہ کہتے تھے شراب فروشون سے تھوڑا سا محصول لیا جاتا تھا شرفا شراب اپنے گھر مین تیار کرا لیتے تھے اُن سے نہ کچھ محصول لیا جاتا تھا اور نہ مواخذہ ہوتا تھا مگر جو شخص خلاف قاعدہ شراب فروشی کرتا تھا وہ شخص البتہ ماخوذ ہوتا تھا اور جب کسی عہد مین

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		شہر مین شراب فروشی کی ممانعت ہو جاتی تھی تو شہر سے پانچ کوس کے فاصلے پر شراب بکتی تھی اُس وقت شرفا بھی عام طور پر دعوت وغیرہ مین استعمال سے اجتناب کرتے تھے۔ بلکہ اِس معاملے مین ایک حکم نواب سعادت علی خان کا صاحب رائے قوم کایستھ کی عرضداشت پر جو ایک مؤرخ اور شاعر نامی اُس عہد کا تھا یہان بطور یادگار کے درج کیا جاتا ہے۔ **عرضداشت** قرق مے ایام ہولی مین کہو کیا کیجیے ٭ جی مین آتا ہے کہ اِس صورت مین کنٹھی لیجیے گر تماشا کا تیھون کا دیکھنا منظور ہو ٭ شاہ دو دن کے لئے ہمکو اجازت دیجیے **حکم نواب سعادت علی خان** محتسب را درونِ خانہ چہ کار

واجد علی شاہ کے عہد کی سپاہ کی تفصیل

سوارون کے رسالون کے نام۔ میمنہ شاہی۔ میسرہ شاہی ۔ قاآنی۔ اسدی۔ مظفری۔ تہوری۔ منصوری۔ اکبری۔ غضنفری۔ بانکہ ترچھا۔ خاقانی۔ سلیمانی۔ جنگی۔ زنگیان۔ یعنی حبشیان۔ محمدی یعنی رسالہ زنبورکچیان (اِس رسالے کے پاس توپین بندوق کی شکل پر تھین جو عرض مین توپ سے چھوٹی اور طول مین لانبی تھین اور اونٹون کی سواری مین سر ہوتی تھین) اسکے علاوہ شتر سوارون کا علحدہ رسالہ تھا

تلنگون کی پلٹنین اور دوسرے پیادے حضوری۔ خاص قدیم
جان باز۔ فتح مبارک۔ اختری۔ واجدی۔ دَل۔ گھنگھور۔ سکندری۔ جان نثار
ظفر مبارک۔ گلابی پلٹن۔ جہان شاہ۔ جہان پناہ۔ نصرت۔ اعداکش۔ دشمن کوب
اعداشگاف۔ فتح جنگ فغفوری۔ وزیری۔ خسروی۔ اعداشکار۔ صاعقہ کردار۔ ثابت
حسام حیدری۔ برق۔ عنایت۔ کاظمی۔ ذوالفقار صفدری۔ ذوالفقار حیدری
محمدی۔ ناصری۔ جعفری۔ عباسی۔ رفعت۔ صف شکن۔ صفدری۔ قیصری۔ بادشاہ
پلٹن۔ عسکری۔ فتح عیش۔ جرار شمس۔ قائم۔ بجلی۔ بائیسی۔ علی غول۔ جمعیت ہمراہی
سرباز خان کپتان ولیم ہرسی انگریز۔ جمعیت ہمراہی امتیاز خان کپتان الگزینڈر آر انگریز
جمعیت کوتوالی اوتش احمدی۔ خاص برادران مشہور و نامزد داہنے و بائین۔ اوتش
غالب جنگ جمعیت نالۂ کاند و علاقہ جگدیس پور متعلق نظامت سلطانپور برای حفاظت
مسافران۔ جمعیت متعینۂ مقام ڈلمؤ و بریلی علاقۂ بیسواڑہ۔ جمعیت معابر گومتی
جمعیت پرتلہ والا۔ جمعیت معابر گذرات گنگ۔

انتظام مالگذاری وغیرہ

برہان الملک اور صفدر جنگ کے وقتون مین اس ملک کی حدین دور دور تک
تھین بعد اسکے جس سلسلے سے شان اقبال والیان ملک مین انگریزی اقتدار کے
سامنے تنزل آتا گیا اسی طرح ملک کی وسعت مین کمی آتی گئی یہان تک واجد علی شاہ تک
جو حدین اسکی قائم تھین وہ یہ ہین شمال مین ملک نیپال علاقۂ بلرام پور و تلسی پور
متعلقۂ اودھ سے ایک سو نواسی کوس براہ بٹول ہے۔ جنوب مین دریاے گنگا سے

متعلق ہوئے اُنکے واسطے علئحدہ محکمہ مقرر ہوا جس کا نام حضور تحصیل تھا بڑے بڑے
تعلقون کی آمدنی خزانۂ عامرۂ سلطانی مین بلا وساطتِ عامل داخل ہوتی اور حساب
اُس کا دفتر دیوانی سے متعلق رہتا دہات لکھنؤ کا ایک عامل علئحدہ رہتا اس ملک
مین اجارہ دینے کا بہت رواج تھا نظامت خواہ چکلہ کچھ ہو مستاجری ہو جاتا تھا
اسقدر اجارے کی کثرت ہوئی کہ راجہ درشن سنگھ عہد نصیر الدین حیدر مین جمعی ۸۶ لاکھ
روپے کا مستاجر ہو گیا اور اسیطرح حکیم مہدی منتظم الدولہ نظامت خیرآباد وغیرہ کے مستاجر تھے جو اسی ذریعہ سے پایۂ وزارت پر
پہونچ گئے مستاجری مین فوج شاہی متعینہ علاقہ بدستور متعین رہتی اور وقت ضرورت مددِ ملتی عملۂ تحصیل و تحریر
مستاجر کی جانب سے تجویز ہوتا مصارف فوج کشی جنگ و جدال و حرب و قتال
تعلقہ داران گڑھی کا اقساط سرکاری کی مد مین مجرا ہو جاتا تھا باقی تحصیل
یوم شگون و انعامات اور دوسرے ہر قسم کے مصارف مستاجر سے متعلق رہتے - اور امانی
ہونے کے وقت مین ناظم اور عملہ اور دوسری ہر قسم کی تنخواہ خزانۂ عامرہ سے ملتی
عملے کی تجویز دفتر دیوانی اور بیت الانشا کے افسر کرتے تحصیلدارون کا تقرر بڑے
اہلکارون کی سفارش اور حاکم علاقہ کی تجویز سے ہوتا تھا - افواج شاہی کے علاوہ
ہر سال سپاہ نظامت جس کو سہ بندی کی سپاہ کہتے تھے نوکر رکھی جاتی تھی حاکم نظامت
اُسکے عزل و نصب کا مجاز تھا - عمال نظامت و محال کو تحصیلدار سے لیکر اطلاق نویس و
پوتہ دار تک حسب حیثیت سہ بندی کے نام سے دو روپیہ ماہانہ کے حساب سے ملتے کہ
ہر عملہ وہ روپیہ تنخواہ سپاہیان و خدمتگاران ذاتی مین صرف کرتا - اخبار نویس و
ہرکارہائے خبر رسانی ہر نظامت و ہر چکلہ و ہر محال مین متعین رہتے خواہ امانی ہو خواہ
اجارہ - ہر سال کا آغاز اس ملک مین ماہ کنوار سے اور سال کا اختتام ماہ بھادون مین ہوتا

سنہ فصلی ایجاد عہد جلال الدین اکبر شہنشاہ دہلی کا سال حسابی ہین عملدرآمد تھا۔ عزل ونصب حکام علاقجات کا ماہ کنوار ہین پیش ہوتا۔ حاکم علاقہ ماہ کنوار سے مطابق سال گذشتہ حسب نشاندہی قانون گوے پرگنہ جنکی معاش کے لئے زرنانکار قدیم الایام سے مقرر تھا بطور بھری بابت اقساط خریف مالگذاری وصول کرتا اور ماہ پھاگن آغاز فصل ربیع ہین حکام متوجہ تشخیص ہوتے زمینداروں کے روبرو مالگذاری مشخص ہوتی اور قبولیت پر دستخط زمیندار یا کارندۂ مجاز کے ثبت کرائے جاتے اور جمع سرکار پر حقوق تحریر متصدیان بحساب ایک آنہ یا نیم آنہ افزود ہوتے اور ان حقوق کا نام بھری نظامت وبھری محال تھا بھری نظامت عملۂ نظامت وبھری محال متصدیان محال کو حسب تجویز حاکم وقت مرحمت ہوتا اور دونون فصلون کی بھیٹ ہر اہلکار کو معاف تھی۔

قدیم الایام سے سال کی بارہ قسطین مقرر تھین بعد تشخیص وصول مجرا ہوکر باقی کی قسطین ماہ بھادون تک مقرر ہوکر زر مشخصہ وصول ہوتا۔

زمیندار اور سرکار کے تعلقات باہمی

اِس ملک ہین سرکار اور زمیندار ہین صفائی نہ تھی۔ زمیندار نے اگر قابو پایا تو ایک حبہ نہ دیا اور سرکار کا جو ہاتھ پہونچا تو جملہ مال ومنال لے لیا اِس وجہ سے اکثر مالگذار وتعلقہ دار بغیر نوشتۂ اطمینان وبھیاگری افسرانِ فوج شاہی حاضر نہوتے اور جو لوگ اِس طریق سے حاضر ہوتے اُن کا معاملہ اگر زمیندار وناظم کی رضامندی سے فیصل ہوگیا اور قبولیت لکھہ گئی تو وہ بھیاگری چھوٹ گئی نارضامندی کی

صورت مین وہ افسر فوج شاہی جسنے بھیاگری کی تھی زمیندار کو اُسکے علاقے تک حفظ وآبرو کے ساتھ پہونچا دیتا حاکم جبروزیادتی نہین کرسکتا تھا اِن وجوہات سے اکثر مالگذار سرکشی پر آمادہ ہوکر جمع سرکار حسب تجویز حاکم قبول نہین کرتے تھے آخرکار نوبت فوج کشی کی پہونچتی اور بعد اطلاع بادشاہ وقت ناظم یا چکلہ دار تدارک پر متوجہ ہوتا یا تو زمیندار ناظم کی یورش سے خوف کھاکر حاضر ہوا یا جنگ شروع ہوگئی اور کچھ روز جنگ وجدال ہوکر گڑھی خالی ہوئی اور زمیندار کا مال لٹ گیا علاقہ خام تحصیل کرلیا گیا ایام خام تحصیل مین بھی زمینداران مفسد فتنہ پردازی سے باز نہ آتے رعایاے علاقہ کو ترغیب فرار دیا کرتے تھے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا شیوہ اختیار کرلیتے ۔ اکثر علاقے سپاہ کی تنخواہ مین مکفول ہوجاتے تھے فوج کے آدمی سال کے آخرتک اپنا زر تنخواہ اُس علاقے سے وصول کرتے اور حاکم کی دست اندازی پھر اُس مین نہ ہوسکتی تھی اور اِس انتظام کا نام قبض تھا۔ سپاہ کے آدمی اپنی رسید سرکار مین داخل کرتے اور خرچ کے موافق سیاہہ ہوجاتا تھا اور کبھی زمیندار اپنی رضامندی سے زرمالگذاری کی قبض کسی فوجی افسر کے نام کرادیتا اور اپنی اسامیون کو ماتحت اُسی افسر کے کردیتا اِس بندوبست کا نام جھوگ تھا ایسے ہی وجوہ سے زمیندار زر مالگذاری دست برداشتہ ادا نہ کرتے تھے اور ہر ایک زمیندار کے لئے نانکار مقرر تھی ۔

نانکار دو قسم کی تھی دیہی و تنخواہی۔ نانکار دیہی اُسکا نام تھا جو زمیندار پاتے تھے اور نانکار تنخواہی وہ تھی جو تنخواہ مین قانون گویون اور چودھریون اور دوسرے مستحقین کو ملتی تھی۔ اگر زمیندار بھاگنے کے بعد حاضر ہوگیا تو پھر آباد کیا جاتا اور جو زمیندار سنگینی جمع یا اپنی رعایا کی سرکشی کی وجہ سے اپنی رضامندی سے علاقہ نام

تحصیل کرا دیتا تھا اُسکو اراضی سیر و نانکار ملتی تھی اور سرکار اسامی وار زر لگان وصول کرلیتی اور تحصیل کے واسطے اُس علاقے مین جداگانہ عملہ یعنی ضلعدار و تصدی مقرر ہوتے۔ اور یہ دستور عام تھا کہ جس زمیندار کے ذمے بقایا سال گذشتہ کی حاکم معزول کے وقت کی رہ گئی وہ باقی حاکم حال کو کسی طرح وصول نہین ہوتی تھی۔ اکثر مستاجر معزول کے عذرات پر ناظمان منصوب کو انفصال زر بقایا کی تاکید پیشگاہ سلطانی سے ہوتی تھی مگر کون اسپر توجہ کرتا تھا حاکم منصوب کو فکر مالگذاری حال اس قدر عائد ہوتی تھی کہ ایصال بقایا کے لئے فرصت نہ پاتا تھا وہ باقی زمینداروں کو اکل حلال ہوجاتی اور چونکہ ہر سال معزولی و منصوبی حاکمان کا سلسلہ جاری رہتا ہر حاکم منصوب اپنے مفاد کو مقدم تر سمجھتا۔ سرکار شاہی سے یہ رعایت زمینداران قدیم کے ساتھ مرعی تھی کہ زمیندار زمینداری سے بجز وقوع نمک حرامی شدید کے خارج نہین ہوتا تھا یہی رعایت آمدنی سرکار کے نقصان کا سبب تھی یعنی جب زمیندار کو زمینداری جاتے رہنے سے ہر طرح اطمینان حاصل رہا پھر ایسی نیک اندیشی اُنکے خیالات مین کہان جڑ پکڑ سکتی ہی کہ رعایت سرکاری کا شکریہ ادا کرکے سر انقیاد و اطاعت ہر وقت خاک آستانۂ سلطانی پر جھکاتے۔ ہر گڑھی مین موافق حیثیت علاقہ کے سامان حرب و ضرب مہیا رہتا۔ بادۂ نخوت سے آتش جہل ہر وقت ملتہب رہتی حکام کے دربار مین جب کبھی شاذ و نادر نوبت حاضری کی پہونچتی تو برنگ پیل دمان گرجتے ہوے سپاہیان مسلح ہمراہ بے خوف و خطر ملاقات کرتے۔ اور اکثر تعلقہ دارون کی ملاقات کا یہ دستور تھا کہ جب وہ لشکر کے قریب پہونچتے تو حاکم بھی کچھ دور تک مع فوج کے اُنکے سامنے آتا اور چند رفقاے معتمد کی ہمراہی مین

زمیندار و حاکم کی ملاقات ہوتی اور بعد گفتگوے باہمی اپنی اپنی فوج مین داخل ہوتے بعض زمیندار نخوت شعار ناعاقبت بین بلا تشدد حاکم و تجویز سنگینی جمع محض دلیری و شجاعت کے زعم پر ناحق آمادۂ پیکار ہوتے اور بندگان خدا کا ناحق کشت و خون ہونے کے بعد آشتی پر آجاتے ہر تعلقہ دار اپنے تعلقہ کا حاکم مجاز تھا تصفیۂ معاملات رعایا و سزادہی باشندگان اُن کے حیطۂ اختیار مین تھی۔

واجد علی شاہ کے عہد مین صاحب رزیڈنٹ کے مشورے سے ہر علاقے مین تھانہ دار مقرر ہوے تھے لیکن تھانون کا عدم و وجود برابر تھا جس موضع مین تھانے کا مکان ہوتا تھا وہان کی رعایاے بازاری البتہ کسی قدر تھانے کی حکومت مانتی تھی تعلقہ دار لوگ تنازعۂ سرحدی مین بغیر اطلاع و اجازت سرکار کے باہم جنگ کیا کرتے تھے۔شاہ وقت و زمیندار تعلقہ مین صرف اسی قدر باریک فرق تھا کہ زمیندار خراج گذار و شاہ باج گیر تھا باقی جملۂ مراتب حکومت مساوی تھے۔

آمدنی ملک

واجد علی شاہ کے اخیر عہد تک ایک کرور مین تیس لاکھ روپے کی آمدنی ملک کا مع مال سوائی کم و بیش حساب ہوتا تھا جیسا کہ افضل التواریخ مین مرقوم ہی اور ہتپرشاد کی تاریخ مین ملک کی آمدنی مال اِس عہد کی ایک کرور انتیس لاکھ اکتالیس ہزار آٹھ سو اٹھارہ روپے لکھی ہی اور کہین اِس سے کم بھی بتائی ہی۔اس کتاب مین کاتبون نے اختلاف کر دیا ہی۔

رقم نانکار و چندہ جو رعایتاً زمانۂ قدیم سے قانون گویون اور دوسرے اشخاص مستحق کو ملتی تھی وہ قریب پچاس لاکھ کے تھی۔ملک ویران نہ تھا کاشتکار کم تھے

کیونکہ اِس ملک مین نوکری پیشہ زیادہ تھے۔ واجد علی شاہ کی تخت نشینی سے پہلے ملک کا محاصل ڈیڑھ کڑور روپے کا تھا لیکن ہر طرح کی بے اِنتظامیون کے سبب کڑور روپے بھی داخل خزانۂ شاہی نہین ہوتے تھے جیساکہ بہت پرشاد نے ایک مقام پر لکھا ہے۔

متفرق باتین

ابواب سرکاری بہت قسم کے تھے اہل حرفہ سے بھی محصول لیا جاتا تھا مختصر تصریح یہ ہی بٹ چھپائی یعنی ہر سال بٹے چھاپے جاتے تھے کندلہ یعنی تار کشان دریبۂ برگ تنبول فروش۔ وگنجیات و آبکاری وغیرہ وغیرہ۔

(۲)۔ اِس ملک مین نامی مہاجن وساہوکار مالدار صاحب عزت بہت تھے۔ ہندوستان کے ہرایک شہر مین ان کی ہنڈی چلتی تھی۔

(۳)۔ سکّے شاہان دہلی وشاہان اودھ وسرکار انگریزی کے ہر عہد کے اِس ملک مین بعد وضع بٹہ چلتے تھے ان کی تبدیل وبدل اور خرید وفروخت مین مہاجن مفاد کثیر اُٹھاتے۔

(۴)۔ دارالضرب یعنی ٹکسال خاص لکھنؤ مین تھی ہر سال روپے اور اشرفی کا سنہ ابتدا ے غرۂ محرم سے تبدیل ہوجاتا اور اِس سال کا روپیہ تا آخر سال گہن کہلاتا تھا اور وہی خزانۂ بادشاہی مین داخل ہوتا بعد آغاز دوسرے سال کے یہ روپیہ چلن کہلاتا تھا اور فی صدی ایک روپیہ نو آنہ بٹہ لیا جاتا۔ چاندی ضرب لکھنؤ کی خالص وبلا آمیزش ہوتی تھی زیور اِس روپے کو گلا کر بنایا جاتا تھا خاصکر مچھلی دار روپیہ قدیم یعنی چھوٹی گولی کا روپیہ بہت کامل لعیار تھا۔

(۵)۔ اِس ملک مین سڑک اور ریل نہ تھی سڑک کانپور سے لکھنؤ تک حکام انگریزی کی تجویز سے امجد علی شاہ کے عہد مین بنی تھی۔

فیض آباد کے پاس اودھ یعنی اجودھیا مین ہنومان گڑھی کی مسجد کا واقعہ

اِس واقعہ کی تاریخون کے سوا اُن کاغذات کا مجموعہ بھی میری نظر سے گذرا ہی جس مین ہر قسم کے تحقیقاتی امور مندرج ہین۔ یہ نقل ہی اِس مقدمے کی مثل کی اِس مین اہلِ معاملہ کے بیانات گواہون کے اظہارات اور موقعہ کی تحقیقات حکام کی طرف سے اور نقشۂ مقامات متنازعہ فیہ غرض سب کچھ ہے اور اول سے آخر تک موافق و مخالف فتوے بھی مندرج ہین جن سے بخوبی یہ ہنگامہ روشنی مین آگیا ہی اور تمام کارروائی زبان فارسی مین ہی تاریخ اجودھیا مین لکھا ہی کہ ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے وقت مین ابھے رام بہت بڑا فقیر کامل تھا ہنومان جی نے اُسکو خواب مین اپنے درشن دئے اور تعمیر مندر کے لئے ہدایت کی اُنھین دنون مین نواب صاحب سخت بیمار ہوئے اور ابھے رام سے رجوع لائے اُسنے دعا کی اور دعا کی برکت سے نواب صحت پاکر نہایت مشکور ہوئے اور ابھے رام نے مندر ہنومان جی طیار کرایا مشہور ہی کہ اِس مندر کی تعمیر مین نواب صاحب نے بہت مدد فرمائی۔ قبل اِس سے کہ کوئی دوسرا مضمون شروع کیا جائے اِس مجموعۂ کاغذات قلمی سے ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور شجاع الدولہ کے پروانے جو مندر ہنومان گڑھی کی تعمیر کی اجازت کے لئے صادر ہوئے تھے یہان نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہی

مہر
احمد شاہ بہادر بادشاہ غازی
صفدر جنگ فدوی ابوالمنصور خان
برہان الملک وزیر الممالک

رفعت پناہ غفور بیگ محفوظ باشند

انبکہ رام بیراگی التماس نمود کہ در اودھ میخواہد کہ جاے ہنومان تعمیر سازد لہذا مرقوم مے شود کہ احدے متعرض احوال او نشود و غور و اعانت لازم داند کہ بخاطر جمع در انجا بودہ بعبادت الٰہی و دعائے خیر پردازد مرقوم ہفتم شہر ذیقعدہ سنہ ۳ مطابق سنہ ۱۱۶۴ ہجری۔

برہان الملک

مہر شجاع الدولہ

متصدیان مہمات حال و استقبال بلدۂ اودھ بدانند

بظہور پیوست کہ حقائق و معارف آگاہ ابھے رام بیراگی باغ و مکان ہنومان برائے سکونت فقرا در بلدۂ مذکور احداث ساختہ و احدے مزاحم نشدہ لہذا نوشتہ مے شود کہ الحال ہم از مکان مذکور بوجہے من الوجوہ موافق معمول متعرض نشدہ در امورات متعلقہ مورد پرداخت نمودہ باشند کہ فقرا بخاطر جمعی در انجا سکونت دارند درین باب تاکید دانند و حسب المسطور بعمل آرند مرقوم ۱۵۔ ربیع الاول سنہ ۲ مطابق سنہ ۱۱۶۰ ہجری۔

اجودھیا مین مساجد۔ اجودھیا مین جہان تبخانۂ جنم استھان رام چندر جی تھا اُسکے متصل سیتا جی کی رسوئی ہے بابر بادشاہ نے وہان ۹۲۳ھ ہجری مین ایک عالیشان مسجد جو جامع مسجد ہے باہتمام سید موسی عاشقان بنوائی تھی جس کی تاریخ خیر باقی (۹۲۳) ہے آجتک وہ مسجد سیتا کی رسوئی کہلاتی ہے اور پہلو مین وہ مندر باقی ہے کہتے ہین کہ وقت فتحیابی اہل اسلام تین مندر یعنی جنم استھان جہان مہاراجہ سری رامچندر جی کی ولادت ہوئی تھی اور سرگدوار عرف رام دربار اور ترتیا کے

ٹھاکر کا باقی تھا بابر نے جنم استھان کو منہدم کر کے مسجد بنوائی اور اُسی جنم استھان کا پتھر جو سنگ کسوٹی کا نہایت منقش اور قیمتی بنا ہوا تھا اپنی مسجد مین لگایا جو آجتک موجود ہی سرگ دوار دریاے سرجو پہ ۱۸۳ گز تک محدود ہی یہ مقام بہت متبرک ہی رام گھاٹ دریا کی مسجد فدائی خان صوبہ دار نے بنائی تھی جسکو ہندوون نے یہانتک مٹا یا کہ ایک دو منار اور تھوڑی دیوار ایک کنارے کی باقی رہی۔ امجد علی شاہ کے وقت مین اسکی تعمیر کا حکم ہوا تھا مگر اُن کو موت نے مہلت اجل نے فرصت نہ دی اور قلعہ مین بھی ایک مسجد تھی یہ قلعہ لچھمن جنت کو معاف ہو گیا۔ اس لئے وہان مسلمانون کا گذر مشکل ہو گیا۔ اجودھیا مین ایک ٹیلہ تھا رام چندر جی نے اُس مقام پر ہنومان جی اپنے رفیق کو بعد فتح لنکا کے بٹھا یا تھا اس لئے ہنومان پرست ہنود اُسکو ہنومان بیٹھک کہتے ہین یہ قلعہ کا پھاٹک تھا لیکن خرابی اجودھیا کے بعد کہ اِس مقام پر ایک اِملی کا درخت اور ٹیلہ باقی رہا۔ یہان بھی اورنگ زیب عالمگیر نے تبخانے کو کھدوا کے ایک مسجد قناتی بنوادی تھی اسی کے موافق محراب و ممبر تھے۔ ہندوون کو اِس مسجد کے مٹانے مین اصرار رہا اہل اسلام بُعد کے باعث وہان جا نہ سکے۔ برہان الملک کے عہد مین بعض ہندوون نے مسجد کو جو اُس بلندی پر تھی گرا دیا۔ فوج سرکاری پہونچی اُنکو سزا دیکر تبخانے کو توڑ کر بدستور مسجد بنا دی۔ بعد ایک مدت کے ایک ہندو فقیر بھی املی کے درخت کے نیچے جھنڈی گاڑ کر رہا ایک چھوٹی سی کوٹھری بنائی اُس مین بت رکھ کر ہنومان کا مقام قرار دیا ایک عرصہ گذر جانے کے بعد مسلمانون کو غافل پا کے ہندوون نے جا با کر پھر کٹا کر دوارہ بنا کے ہنومان کی مورت رکھدین لیکن قاضی محمد عاقل نے اُس مسجد کی مرمت

کرا دی اور اُنھین کی اجازت سے پاتی شاہ فقیر مسلمان اُس مین رہتا تھا نماز پڑھتا تھا اذان کہتا تھا اور مسجد کے پہلو مین ایک چبوترہ تھا اُسپر عشرہ محرم مین تعزیہ رکھتا تھا۔ جب شجاع الدولہ بکسر کو گئے تو اتیت وہان آرہے اور مسجد کے متصل چھپر ڈال لیا اور ہنومان کی مورت کو اُس مین قائم کیا مگر حاصل مین مسلمان فقیر کا بھی حصہ رہا جب فقیر کو تسخیر کر لیا رفتہ رفتہ مکان معقول تعمیر کر لیا اب آمد بھی بڑھ گئی اس عرصے مین فقیر کا انتقال ہو گیا اُس کے وارثون نے مال تال لیا اور علٰحدہ مسجد سے عقب اُس ٹیکری کے کھرونیا تالاب پر تکیہ جمایا لیکن اتیت مراعات کئے جاتے تھے حقوق فقیر دئے جاتے تھے بعد چندے بیراگیون نے اتیتون کو نکالا اپنا عمل کر کے مسجد کے ممبر کو توڑ ڈالا اِس بات پر قاضی حبیب اللہ نے بلوا کیا اور پھر ممبر بنایا اور بیراگیون سے اقرار نامہ عدم تعرض مسجد کا لکھوا کے کسی مسلمان فقیر کو اذان کے واسطے مقرر کر دیا غرض یہ چارون مسجدین سلاطین ماضیہ کی بنوائی ہوئی اجودھیا مین واقع تھین۔

اجودھیا کے ہندوونکی حکومت مین آنے سے مسجدون کے آثار بگڑنا

جب علاقہ پچھم راٹھ وغیرہ کی حکومت راجہ درشن سنگھ کے حوالے ہوئی تو اُس علاقے کے ہندوون کی قوت زیادہ ہو گئی آس پاس اُس ٹیلے کے احاطہ کھچوایا لڑائی کے قابل قلعہ بنوایا اسکے سبب سے روز بروز ہندو فقرا زور پکڑتے گئے مسجد کے آثار بگڑتے گئے ہندوون کی نظامتین ہونے لگین مہنت زور پکڑ گئے مسلمانون کو اُنکے مقابلے کی طاقت نرہی اُس مسجد کے گرد دیوار قائم کر کے مکان گڑھی مین ملا لیا اور ہنومان گڑھی اُسکا نام رکھا پرستش کرنے لگے اُس مسلمان فقیر کو پہلے تو کچھ دیتے رہے جب وہ مر گیا تو مہنتون نے مسجد کا اب

نام ونشان مٹا دیا طاق ومحراب ومنبر کو منہدم کرکے مسجد کا گمان باقی نرکھا جب انتہا کو درشن سنگھ کی حکومت پہونچی تو اجودھیا مین کئی برس تک اذان اور گاؤکشی بندرہی شاید عہد حکومت محمد علی شاہ مین پھر اذان کی رسم جاری ہوئی اور گاؤکشی بھی بدشواری ہوئی

الغرض یہانتک ہنگامون کی نوبت آئی کہ سوائے مسجد منہدمہ ہنومان گڑھی کے مسجد بابری جہان سیتا کی رسوئی تھی اُس کے صحن مین بھی ہندون نے تبخانہ بنایا اور مسجد واقع رام گھاٹ دریا کو بھی خراب کرکے اُسکے صحن مین اپنے مسکن بنائے مسجد مین کوڑا ڈالنے لگے اور مسلمانون کی سیکڑون قبرین توڑکر اینٹون اور پتھرون سے بڑی شان وشوکت کے تبخانے بنائے یہان تک کہ مسجدین پست اور تبخانے بلند ہوگئے تحقیقاتی کاغذات کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک مہنت نے بیان کیا کہ اُس ٹیلہ خاص کا رقبہ جسپر رامچندرجی نے ہنومان کو بٹھایا تھا تخمیناً ڈیڑھ بیگہ پختہ کا ہے اور سیتارام کا مندر ہنومان کے مندر کے بننے سے دس سال کے بعد بنا ہے۔

شاہ غلام حسین کا مسجد کی آبادی کے لئے جہاد کا عزم کرنا

۱۲۷۱ ہجری مین واجد علی شاہ کے عہد مین شاہ غلام حسین نے مولوی محمد صالح کی امداد سے دوبارہ مسجد کی آبادی اور تبخانے کی بربادی کے لئے بعزم جہاد حیدرآباد مین کہ گومتی کے پار ہے محمدی جھنڈا قائم کیا حسن علی خان بانکے کا بیٹا احسان علی خان رسالہ دار اُن کا مددگار ہوا بلکہ رستم علی خان اور بہادر علی خان دونون بھائی شریک ہوکے مستعد کارزار ہوئے دوسرے بعض مساکین بھی ان کے شریک حال ہوئے اور یہ سب فیض آباد کو چلے۔ ردوناہی تک پہونچے تھے کہ اعلیٰ علی قائم مقام آغائی ناظم

سلطان پور کے ملازمون نے روکا جانے ندیا شاہ صاحب نے لکھنؤ کا راستہ لیا اور جو فیض آباد پہونچ گئے تھے اُن کو نثار حسین نائب کوتوال ور کپتان الگزینڈر آر نے نکال دیا بہانے سے ٹالدیا۔ بعد چندے پرچۂ اخبار فیض آباد سے ہندو مسلمانون کی تکرار کا بادشاہ کے حضور مین گذرا ملاحظے کے بعد آغا علی خان معروف بہ آغائی ناظم اور مرزا منعم بیگ کوتوال کے نام حکم ہوا کہ مسجد کی تحقیقات کرو اس سہارے پر شاہ صاحب نے پھر چند مسلمان قاضی نور علی ساکن مضافات اعظم گڑھ کے ساتھ اجودھیا کو بھیجے یہ لوگ مسجد بابری مین مقیم ہوئے تھوڑے دنون کے بعد شاہ صاحب بھی داخل مسجد مذکور ہوئے مولوی صالح بھی اُن کے ساتھ تھے اور کسی کے کہنے سے وہان سے نہ نکلے ان کے پاس جماعت کم تھی اور کچھ سامان بھی نہ تھا مگر کمر ہمت بیراگیون کے ہاتھ سے مسجد کے نکالنے کی باندھی کپتان آر صاحب ور مرزا منعم بیگ کوتوال اور مرزا اعلیٰ علی نے مسلمانون کو ان کی شرکت سے روکا اور بیراگیون کی مدد کو راجہ مان سنگھ اور راجہ کشن دت رام پانڈے چکلہ دار اور دوسرے زمیندار گرد و پیش کے جوق جوق پہونچ گئے یہان تک کہ دس ہزار آدمی جمع ہوگئے اور گھاگھرا کے گھاٹ روک لئے کہ شاید کوئی مسلمان مدد کے لئے اِدھر کا قصد کرے تو اُتر نہ سکے مولوی صاحب اور شاہ صاحب کے ساتھ تمام سو آدمی تھے اور وہ بھی غربا کسی زبردست آدمی نے ساتھ ندیا ان کی یہ حالت تھی کہ ملا تو روزی نہین تو روزہ کسی نے انکی کمک نہ کی اور خبر نہ لی

بیراگیون کا مسجد مین مسلمانون کو ذبح اور قرآنون کو پامال کرنا

آخر ہشتم یا دہم یا بارھوین ذیقعدہ ۱۲۷۱ ہجری مطابق جولائی ۱۸۵۵ء کو تقریباً

دو تین سو مسلمان نماز کے واسطے مسجد بابری مین کہ سیتا کی رسوئی مین ہی جمع ہوئے
شاہ صاحب پیش امام ہوے یہ خبر بیراگیون کو پہونچی اُنھون نے مسجد کو گھیر لیا سرکاری
آدمی جو ہندوون سے رشوتین کھا چکے تھے اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر ہٹ گئے مسلمانون نے
جو دیکھا کہ خواہ مخواہ گھیرے مین مرتے ہین وہ بھی مقابلے اور لڑنے مرنے کو آمادہ ہوے
آخر کار کوتوال کے پیادون اور الگزینڈر آر کے سوارون نے متوسط ہو کر دفع شر کیا
لیکن اتنی دیر ہنگامہ رہا کہ مسلمان جمعہ کی نماز ادا نہ کرسکے دوسرے روز شنبے کو جان ہرسی
انگریز بھی لکھنؤ سے کپتان آر کی شرکت کے لئے اجودھیا پہونچ گیا دونون انگریزون نے
مسجد کو دیکھا اُسکے دروازے مین کواڑ نہ تھے شاہ صاحب سے ملکر کہا کہ مسجد کے دروازے مین
کواڑ نہین کسی طرح کی آڑ نہین یہ مناسب ہی کہ ایک جوڑی کواڑ کی قائم ہو تا کہ حفاظت
ہوجائے مخالف دفعۃً آنے نہ پائے مولوی صاحب نے جھٹ پٹ دو مجاہدون کو کواڑ
لانے کے واسطے بیگم پورہ کو کہ ایک محلہ اجودھیا مین ہی بھیجا کسی مرد مسلمان نے ایک
جوڑی کواڑ کی گاڑی پر لدوا کے دونون مجاہدون کے ساتھ کی گاڑی کچھ آگے بڑھی
تھی کہ بیراگیون نے خبر پاکر دفعۃً آکر گھیر لیا اہلِ مسجد کو خبر ہوئی تو رستم علی خان اور
بہادر علی خان اور فقیر بخش نائی اور بہادر خان اور ایک اور مجاہد فوراً وہان پہونچ گئے
لڑائی ہوئی ان ساتون نے بہت سے ہندوون کو تہ تیغ کیا آخر خود بھی مارے گئے
گڑھی کے متصل یہ ہنگامہ ہوا مسلمانان مسجد کو خبر ہوئی تو تلوارین لے لے کے چھٹے
مان سنگھ کے لوگ سدراہ ہوے یہان بھی ایسی تلوار چلی کہ فیصلے کے بعد مقتولون کا حساب
ہوا تو مسلمانون سے ہندو زیادہ شمار مین آئے جب مینھ برسنے لگا اور بدلی خوب
گھر آئی تو شاہ صاحب کی جماعت مسجد مین پھر آگئی اُس وقت ایک ترہ فروش

تھوڑا ساکھانا مجاہدون کے واسطے لایا وہ دن کے بھوکے تھے دسترخوان بچھایا کھانے کا لگا لگایا۔ دونون انگریزون نے بھی مسلمانون سے کہلا بھیجا کہ تم کمرین کھول کے بخاطر جمع اپنی مسجد مین رہو باہر نہ نکلو تم سے کوئی نہ بولیگا جب تک فیصلہ نہو لیگا۔ اب مرزا اعلیٰ علی اور دونون انگریز اور مرزا نثار حسین مع اپنی سپاہ اور توپ کے وہان سے ہٹکر دور ایک کھرنی کے درخت کے تلے جا کھڑے ہوئے ایک گھڑی نہ گذری تھی کہ ہزارون بیراگی نعرے مارتے ہوئے آئے اور مسجد کو گھیر لیا۔ جب علی شاہ فقیر کے کوٹھے سے چڑھکر غلام حسین کے ہمراہیون پر گولیان برسانا شروع کین اور مسجد مین آکر مجاہدون کو ذبح کیا اُن کے جسمون کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے مسجد مین لہو بہنے لگا۔ اکثر مسلمانون کے گلون مین قرآن شریف حمائل تھے اُنکو پُرزے پُرزے کرکے پانوون سے روندا اور جلایا اور جنگلہ جو سرکاری حکم سے مسجد بابری کے چبوترے پر تیار ہوا تھا توڑ ڈالا اور مسجد کی دیوار کو جزائرون سے چھلنی کردیا مقتولین کی لاشین بے گور و کفن پڑی رہ گئین دوسرے دن مرزا نثار حسین نے درِ مسجد پر ایک بڑا غار کھدا کر گل در گل دفن کردیا ان کے مارے جانے کی تاریخ کسی نے بَلَغَ العُلٰی (۱۲۷۱) سے نکالی ہے۔ افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ غلام حسین کے ساتھ ایک سو تیس[۱۳۰] آدمی کام آئے تھے تاریخ اِس واقعہ کی یہ ہی۔

پئے سالش کمر چو ہمت بست ملہم غیب گفت یافت شکست

اِن کے دفن کے بعد بیراگی مسجد مین جوتیان پہنے آئے ہوم کیا سنکھ بجایا بہت سے ادبیان کین۔ اُسکے قریب شہدائے سید سالار مین سے خواجہ مٹھے کی قبر تھی اُسے توڑ ڈالا بیراگیون کی جمعیت زیادہ نہ تھی لیکن راجہ مان سنگھ اور پانڈے راجہ کشندت رام کے

سیکڑون ہندو کے نوکر اور گرد و پیش کے ہندو زمیندار مدد کو پہونچے تھے اِس لئے دس۱۰ بارہ۱۲ ہزار کے قریب کثرت ہوگئی تھی یہانتک نوبت پہونچی کہ بیگم پورے کے رہنے والون پر جو غلام حسین کے رشتہ دار تھے بیراگیون اور گوہار کے لوگون نے جاکر حملہ کیا اُن بیچارون نے جس طرح ہوسکا حفظ ناموس کیا آخر کار مجبور ہوکر گھرون مین اسباب چھوڑکر فیض آباد کو چلے گئے۔ بیراگیون کو اس قدر قوت ہوگئی کہ کسی مسلمان کو ہنومان گڑھی سے گذرنے نہین دیتے تھے۔

سلطنت کی طرف سے مسجد کی تحقیقات

دو چار دن پیشتر اِس معرکے کے حکام سرکار سے جب کچھ بن نہ آئی تب یہ راے ٹھہرائی کہ مولوی نہال الدین اجودھیا مین جاکے بصلاح و صوابدید مولوی حفیظ اللہ داروغۂ عدالت فیض آباد اور مولوی سید محمد پیش نماز اِس باب خاص مین ساکنان اجودھیا اور فیض آباد سے استفسار کرین بعد تحقیقات کما ینبغی بے رو و رعایت کیفیت واقعی بادشاہ کے حضور مین پیش کرین اگر نشان مسجد کا دیکھین مشاہدہ اپنا بیان کرین چنانچہ سولھوین ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری کو یہان سے روانہ ہوکر دو منزل پہونچے تھے کہ سُنا کہ مجاہد پہلی منزل پہونچے حوصلہ پست ہوگیا لیکن تعمیل حکم کے لیے وہان پہونچے تحقیقات شروع کی ان مولویون اور میر سید علی صاحب مجتہد فیض آباد کے روبرو اکثر رئیسون نے دیکھنا مسجد کا اور بعضون نے اُس مین پڑھنا نماز کا ظاہر کیا اور قاضی یار علی نبیرۂ حبیب اللہ نے کئی محضر سابق کے دکھائے کہ اُن محضرون سے بھی مسجد کا ثبوت ہوتا تھا طرفہ یہ کہ بعض ہندوون نے بھی بنائے مسجد کے موافق

گواہی دی چنانچہ اُن دونون صاحبون نے کیفیت راست براست بے کم و کاست بادشاہ کے حضور مین ارسال کی جب یہ کیفیت یہان آئی اور بعض اہل غرض درباریون نے ملاحظہ فرمائی سمجھے کہ اب کوئی ایسا فریب کیا جائے کہ پھر مہنتون سے کچھ پرشاد ہاتھ آئے یہ فقرہ جماکے وزیر کے پاس حاضر ہوکے عرض کیا کہ حضور یہ کیفیت جو دونون مولویون کی دوحرفی ہی اسکا کیا اعتبار اِک طرفی ہی اسپر تعمیر مسجد کا حکم لگانا اور اپنی رعایا کو ستانا ضعف عملداری ہی بلکہ رعیت آزاری ہی آپ نائب سلطان ہین آپ کے نزدیک ہندو مسلمان دونون برابر ہین انصاف یہ چاہتا ہی کہ راجہ مان سنگھ اور آغا علی خان ناظم کو ارشاد ہو کہ وہ جاکے دیکھین اور اِس امر کو خوب چھانین کو راجہ صاحب مدعا علیہ ہین لیکن یہ ایمان کا مقدمہ ہی غرض گو کی بات نہ مانین گے نواب صاحب کو خود یہ منظور تھا نیت مین فتور تھا کیفیت کی جانب خیال نہ کیا ٹال دیا مگر مان سنگھ اور آغائی کو روانہ کیا اِن دونون نے اجودھیا مین پہونچکر مسلمانون کو دھمکایا ہندوون کو سر چڑھایا مسلمان بیچارے بقول شخصے قہر درویش بجان درویش صلح پر راضی ہوئے آخر آغائی اور مان سنگھ نے ایک اقرار نامہ اور صلحنامہ مہنتون سے لکھوا کے سرکار مین بھیجدیا کہ اب یہان کسی طرح کا فساد و عناد ہندو و مسلمانون مین باقی نہین ہے آپس مین نااتفاقی نہین ہے جب اِس مضمون کا اقرار نامہ اور صلح نامہ وزیر نے ملاحظہ کیا مارے خوشی کے ہنس دیا اور کہا کہ الحمد للہ جو ہونا تھا ہوگیا مگر اب فساد مٹ گیا مگر ایسی کچھ صورت ہوئی کہ نواب کے نزدیک تعمیر مسجد اور جو خون مسلمانون کا ہوا تھا اُسکے انتقام کی ضرورت نہ ہوئی۔

مسلمانون کا مولوی امیر علی کی سرغنائی مین جہاد کو کھڑے ہونا

پہلے سند یلہ مین اہل اسلام نے مولویون کی تحریک سے اجتماع کر کے جہاد پر کمر باندھی بعض آدمیون نے منع کیا کہ یہ بات اچھی نہین حاکم وقت اور انگریزون سے مقابلہ پیدا ہو جائے گا کچھ بن نہ پڑے گی اور توہین اسلام کے واسطے ہو جائے گی غرض ایک نہ مانا۔

اِدھر بعض علمائے لکھنؤ کے کان کھڑے ہوئے اُنکے ساتھ کچھ مسلمان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ آج ہندوون نے ہنومان گڑھی کی مسجد کھودی ہے اگر ایسی ہی مسلمانی ہو وی ہے تو کل لکھنؤ مین عمل کرینگے ہر خانۂ خدا مین ایک ایک بت دھرینگے آخرش ارباب فرنگی محل سے مولوی عبدالرزاق صاحب اور بندگی میان کے پوتے مولوی سید امیر الدین علی عرف مولوی امیر علی ساکن امیٹھی نے جوش حرارت اسلام کی وجہ سے چاہا کہ توہین اسلام کا دفعیہ کرین اسلیئے جہاد پر کمر باندھی اور بہت سے آدمیون نے ان کا ساتھ دیا۔ امیٹھی مین جاکر محمدی جھنڈا گاڑا جب یہ خبر نواب علی نقی خان کو پہونچی کہ علمائے فرنگی محل بھی جہاد پر آمادہ ہوئے یہ سنتے ہی حد سے زیادہ پریشان ہوئے اور مولوی مفتی محمد یوسف کو بلوا کے دریافت کیا کہ فرنگی محل مین کن کن صاحب نے یہ فساد اُٹھایا ہے ہم تو اس خاندان کو بہت مانتے ہین اپنا اُستاد جانتے ہین ہمارے خلاف کرتے ہین برائے خدا جلد جایئے فتنۂ خوابیدہ نہ جونکایئے ہنگامے کو مٹایئے اُنکو سمجھا کے نشیب و فراز دکھا کے امیٹھی سے پھیر لایئے وہ جو فرنگی محل مین آئے اور غیظ و غضب نواب کی خبر لائے پھر تو گویا مولوی عبدالرزاق کے گھر پر قیامت کبریٰ تھی نور کے تڑکے حسب الحکم وزیر مولوی نقیر اللہ رفیق شرف الدولہ غلام رضا اور

میر صفدر علی چکلہ دار حیدر گڑھ امیٹھی کو روانہ ہوے اُنھون نے پہونچکر بکمال نرمی ابلاغ حکم سرکار کیا کہ حضور عالم کہتے ہین کہ تمکو کیون اضطراب ہی پہلے تدارک اس کا ہمپر واجب ہی اگر خدانخواستہ ہم اِس امر دینی مین کچھ پہلو تہی کرین اُس وقت تمکو مناسب ہی اُسوقت مولوی امیر علی نے بھی اُن سے بکمال لطف بات کہی اور مناسب وقت کے جواب دیا آخر کوئی امر طے نہوا میر صفدر علی نے دو ایک روز بعد یہ نوشتہ لکھدیا اور زبانی بھی بحلف اقرار کیا کہ اگر مسجد ثابت ہو گی تو نواب صاحب بہادر اُسی وقت بنوا دینگے اور بیراگیون سے بی ادبی کا انتقام بھی لینگے اور اگر ثابت نہوئی تو مجبوری ہی جہاد کا نام بھی نہ لیجیے گا اِس عہد و مواثیق پر وثوق کرکے مولوی عبدالرزاق مع اعوان و انصار اپنے گھر کو آئے مگر مولوی امیر علی تشریف نہ لائے مولوی عبدالرزاق صاحب نے حسب الطلب نواب سے ملاقات کی نواب نے خلعت دینے مین بہت اصرار کیا مولوی صاحب نے انکار کیا رخصت ہو کر مکان پر آئے دو ایک بار اور دربار گئے جب نواب تعمیر مسجد مین چنان اور چنین کرنے لگے تب یہ اپنے پھر آنے پر خود نفرین کرنے لگے چاہا کہ پھر واپس جائین اب شہر سے نکلنا دشوار تھا کہ لوہے کے پل و ناکجات پر سرکار کی طرف سے بندوبست تھا۔

مولوی امیر علی کا وزیر کی طلب پر آنا اور بے نیل مرام اپنی جماعت مین پھر جانا

جب مولوی عبدالرزاق کے پھر آنے پر بھی وزیر کو اطمینان نہوا اور مولوی صاحب کی جمعیت کا جوش جہاد کم نہوا تو اُنھون نے بادشاہ سے عرض کیا کہ فدوی بہت چاہتا ہی کہ یہ فساد کسی طرح سے بند ہو جائے مگر خانہ زاد سلطنت یعنی خواجہ سرا پردۂ غفلت مین

بانی مبانی اِس فساد کے ہوتے ہیں میر حیدر جو بشیر الدولہ خواجہ سرا کا منشی اور متوسل ہے اس کا ایک عزیز مولوی امیر علی نامی چاہتا ہے کہ اس آتش فتنہ و فساد کو خوب بھڑکائے اور مفت ہیں میری بدنامی اور نارسائی ظاہر ہو۔ بشیر الدولہ اِس سے واقف ہوا تو اُسنے اپنے سر سے الزام اُتارنے کے لئے منشی میر حیدر کو روانہ کیا کہ ایسا کچھ نشیب و فراز دکھاؤ کہ مولوی صاحب کو پھیر لاؤ چنانچہ حسب الحکم میر حیدر نے امیٹھی ہیں جا کے مولوی صاحب سے عہد و پیمان کیا اور رخصت دلا دینے پر بشیر الدولہ کی طرف سے قرآن درمیان کیا مولوی صاحب اس وجہ سے دو تین دن کے بعد میر حیدر کے ساتھ نا کے تک پہونچے اور وہاں سے بشیر الدولہ کے ساتھ کہ وہ استقبال کو گئے تھے شہر ہیں آئے اور امجد علی شاہ کے امام باڑے ہیں اُتارا جب تک رہے اُن کی ضیافت کی۔ اور اپنے ساتھ علی نقی خان کے پاس لیگئے وزیر نے سب طرح سے مولویصاحب کو سمجھایا اور چاہا کہ خلعت دیکر رخصت کریں لیکن مولویصاحب نے خلعت نہ لیا اور جہاد سے ہاتھ نہ اُٹھایا بلکہ بہت بے لطف گفتگو کی جس سے وزیر کے دل کو ملال ہوا وزیر نے مآل اندیشی کی راہ سے اُنکو قید کرلینا چاہا تاکہ فساد کو طول نہو میر حیدر نے بشیر الدولہ سے کہا کہ یہ صورت ہوئی تو پہلے ہیں اپنا گلا کاٹ کر مرجاؤں گا آخرش اُسی شب کو مولوی صاحب کو اُن کے مکانپر پہونچا دیا۔ سلامتی کے ساتھ وہ نکل گئے مولویصاحب نے جمعہ کی نماز پڑھی اور تقریباً (۱۷۰) آدمی مجاہدین سے لے کر روانہ ہوے راہ ہیں ایک نقیر آزاد نے مولوی صاحب سے کہا کہ ہرگز نہ جاؤ ضرور مارے جاؤگے مولوی صاحب اس لطیفۂ غیبی سے کچھ متنبہ نہوے۔

مولویصاحب کی فہمائش کے لئے وزیر کی طرف سے چند معززین کو بھیجا جانا۔

جب سلطنت ہیں مولوی صاحب کی روانگی کی خبر پہونچی تو علی نقی خان نے

وزیر نے اُسے اپنا مہمان کیا مولوی صاحب کے پاس بھی چند افسران فوج بھیجے گئے اُنھون نے وزیر کی طرف سے کہا کہ یہ مہینہ ماتم فرزند رسول کا تھا مین عزاداری مین مشغول تھا انشاء اللہ تھوڑے توقف مین بہت کام بن جایگا چنانچہ مان سنگھ کو اجودھیا کو بھیجا گیا ہی اگر وہ مسجد بنوا تا ہی تو بہتر نہین تو ہنتون کو لاتا ہی روبکاری ہوگی اب ہرگز تامل نہ ہوگا آپکو بھی مناسب ہی کہ مولوی برہان الحق اور مولوی عبدالرزاق اور مولوی تراب علی کو بطور رسالت روانہ فرمایئے اور اب آگے نہ جایئے اِن کی گفتگو سے مولوی امیر علی نے توقف کیا اور تینون مولویون کو فقط پانچ دن کے وعدے پر اس عرضی منظوم کے ساتھ بھیجا۔

سپاس وحمد بدرگاہ خالق کونین
سلام حضرت باری بسیّد الثقلین
درود حضرت حق بر رسول عالی جاہ
برآل اطہر واصحاب آن رسول اللہ
یہ استہار جہاد یہ کر دیا ارقام
باطلاع تمامی امم رسول کرام
کہ جب جناب رسالت پناہ پاک رسول
گئے جہان سے کیا قرب کبریا کو قبول
یہ کہہ گئے تھے صحابہ سے احمد مختار
کہ مین نے چھوڑے ہین دنیا مین دو بزرگ شعار
اِک اہلِ بیت رسالت دگر کلام مجید
یہ دونون واسطے تم سب کے ہین امام سعید
جدا نہووینگے تا حشر دونون نیک انجام
محافظ انکے رہین جملہ صاحب اسلام
دریغ و درد و تاسف کہ بعد ہجر رسول
کیا نہ حکم پیمبر کا شامیون نے قبول
بدشت کرب و بلا با ہزار ظلم و ستم
رسید از طرف شام لشکرِ اظلم
حسین ابن علی صاحب لوا و تاج
کہ جس کے نانا کو قرب خدا ہوئی معراج
گذشت تشنہ و مظلوم سیّد الشہدا
شہید گشت جگر گوشۂ رسولِ خدا

محمدِ حنفی ابن حیدرِ کرار
پس از شہادتِ فرزند احمدِ مختار

چہار طرف سے اِسلامیون کو جمع کیا
یزید مرتد و ملعون سے انتقام لیا

دیار شام کو لوٹا بہ حشمت و اقبال
کیا یزید کی افواج سے جدال وقتال

سرِ شمر تنِ ناپاک سے اُتار لیا
دمشق مین عمر سعد کو بھی مار لیا

میانِ سال نہ وہ جاہ و احتشام رہا
نہ فوج اُسکی رہی اور نہ شاہ شام رہا

اب اِس زمانے مین افسوس وآہ وواویلا
ہوا ہے از سرِ نو اہل دین کو رنج و بلا

کہ کافرانِ اودھ نے زراہِ ظلم و عناد
کیا ہے لشکرِ اِسلام سے کمال فساد

قریب دیر جہا بیر واجب التعزیر
بنا تھی مسجدِ اسلام ہم چو بدر منیر

بعہدِ درشن مظلوم و کافر گمراہ
کیا فساد یہ بیراگیون نے خاطر خواہ

لگے بنانے بڑھاکر یہ کافرِ مقہور
سواد مسجدِ اقدس مین خانۂ لنگور

حصار دیر مین محصور کر لیا مسجد
شمول معبدِ مقہور کر لیا مسجد

خبر یہ سُنکے اُٹھے اہلِ دین بشیون وشین
گئے قلیل جماعت سے وان غلام حسین

جوان سنگھ حرامی ہے نطفۂ شیطان
زراہِ بغض و عداوت لعین بے ایمان

ملازم اپنے روانہ کئے بجنگ و جدال
تب اہلِ دین سے برپا ہوا جدال وقتال

محاصرے مین لعینون کے آگئے غازی
شجاعت اپنی جہان کو دکھا گئے غازی

بجنگ کافرِ ظلم مجاہد بن سعید
خدا کی راہ مین غازی ہوے تمام شہید

پس از شہادتِ آن کشتگانِ راہِ خدا
چہار طرف سے آکر کے لشکرِ اعدا

بنا ے مسجدِ عالی کو کر دیا مسمار
زراہِ بغض و عداوت لعین ناہنجار

رکھا تھا مسجدِ عالی مین وان کلام مجید
کیا لعینون نے اوراق کبریا کو شہید

جلایا آگ مین قرآن ایزدِ باری — ہر ایک لاش کو دی خوب ذلت و خواری
اودھ کا ناظمِ گمراہ تھا جو آغائی — بچشم دیکھ گیا مومنون کی رسوائی
اُسی نے قتل کیا ہی سپاہ غازی کو — اُسی نے گور دکھائی ہر اِک نمازی کو
زمکرا علیٰ علی سب وہین شہید ہوئے — خدا کی راہ مین مردانِ دین شہید ہوئے
جو کوتوال ہے اُس شہر کا وہ منعم بیگ — لیا مہنتون سے اُسنے بخوبی اپنا نیگ
شریک قتل رہا وہ بھی اور نثار حسین — نصیب باد سوادالوجوہ فی الدارین
اِنھین کے ظلم سے پارہ ہوا کلام مجید — اِنھین کے مکر سے مؤمن ہوے اودھ مین شہید
مہیوی والے زمیندار نے بظلم و ستم — کٹایا قصبۂ کھیری کو زیر تیغ دودم
امام باڑے کو پھونکا مع ضریح شریف — ہزار حیف کہ اِسلام ہو گیا ہی ضعیف
ہوا ہی بانیِ این جور و ظلم و شور و فساد — لعین و مرتد و مکار راے ہر پرشاد
امید ہے کہ شہنشاہ قبلۂ عالم — ابوالمظفر و منصور و خسروِ اعظم
سپہر رفعت و قدسی صفات و والا جاہ — خدیوِ کشورِ ہندوستان فلک درگاہ
محبِ پنجتنِ پاک افتخارِ زمن — خلیفۂ سبحانی تاجدار زمن
جناب واجد علی شاہ ظلِ سبحانی — رئیس اُمتِ والا حبیبِ یزدانی
زبانِ فیض مبارک سے یون کرین ارشاد — کہ کافرانِ اودھ پر شتاب ہووے جہاد
وزیر حضرتِ خاقان حضورِ عالمِ دین — کرین وہ دستخطِ والا اِس امر پہ تزئین
جناب قبلۂ و کعبہ ہین مجتہد اسلام — زآلِ احمدِ مختار شاہِ خیرانام
یقین ہے کہ شریک جہاد ہو جائین — معین لشکرِ نیکو نہاد ہو جائین
بعہد میمنت عہد حضرت سلطان — جناب واجد علی شاہ سایۂ رحمان

لواے نصرت اسلام ہوگیا استاد
باعتقاد صحیحہ بفضل ربانی
غریب و بے کس و مسکین و بادل غمگین
اُٹھا ہے خادم شرع رسول والا جاہ
دین ولا کہ سہالی مین کر دیا ہے مقام
براے معذرت عرض حال این روداد
روانہ کردئے علماے صادق الایمان
اہالیان خلافت پناہ قیصر جاہ
بپاس دین رسالت پناہ صلِّ علی
روانہ ہووے گا شنبے کو لشکر اسلام
بسمت شہر اودھ از براے عزم جہاد
امیدوار عنایات ظل سبحانی
محب آل نبی عبدہ امیر الدین
بپاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
بحکم حضرت سلطان دین ذو الاکرام
کہ اہل دین سے اور کافرون سے ہیگا فساد
بہ پیش نائب ذی جاہ حضرت سلطان
کرینگے منصفی و معدلت سے گروہ نگاہ
کہ فرض عین ہے مقہور کردن اعدا
براے غارت و تاراج شہر لچھمن و رام

اللہم انصر من نصر دین محمد واخذل من خذل دین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

۲۷ محرم سنہ ۱۲۷۲ ہجری کو وکلاے لشکر اسلام وافسران فوج لکھنؤ مین داخل ہوے۔ نواب احمد علی خان اور مولوی غلام جیلانی اور مولوی غلام امام شہید اور مولوی فضل حق خیرآبادی چار ثالث مقرر ہوے لیکن یہ عجیب ہے کہ ایک دن بھی وکلاے اسلام اور مہنت کی روبکاری روبرو نہوئی بلکہ مہنت اور اُسکے ساتھیون کی تو قدر بھی ہوئی صوبہ سنگھ کپتان کی لین مین جگہہ رہنے کو ملی مولوی صاحبان کو پوچھا بھی نہین ارکان دولت نے اپنے طمع نفسانی سے مولوی صاحب کی عرضداشت منظوم بادشاہ کے ملاحظے مین نگذرانی آخرکار کوتہ اندیشون نے دنیا کے طمع سے اپنا کام کیا۔ مہنت اور مولوی امیر علی کے وکیلون کو رخصت کردیا۔

وزیر کا رزیڈنٹ کو ہنومان گڑھی مین مسجد کے ثابت نہونے کی اطلاع دینا

مولوی صاحب کو بہت کچھ سمجھایا اعتنا نہوئی راجہ نصرت جنگ - راجہ مان سنگھ قائم جنگ اور تہور علی خان رسالدار کی رپورٹ کی بنیاد پر بظاہر اپنے بچاؤ اور ہنتون کی بے جرمی کی باتین لاطائل ذہنی تراشین اور بادشاہ سے باتفاق ہمزبان ہوکر عرض کیا اور رزیڈنٹ کے پاس پرچۂ پیام مشروحًا بھیجا کہ ہنومان گڑھی مین مسجد کا ہونا کسی طرح ثابت نہین ہوتا بعد مدارج تفہیم ہر فریق کو عدول حکمی کی سزا دیجائیگی رزیڈنٹ نے اِس مضمون کی رپورٹ گورنر جنرل کو دی اور پرچۂ پیام کا یہ جواب بھیجا کہ اہالیان سلطنت نے اِس باب مین حق وانصاف ادا کیا اور مذہب وملت کی رعایت نکی حاکم وقت کو ایسا ہی عدل وانصاف چاہیئے اِس مدت حکمرانی مین کبھی ایسا امر واجبی اور مناسب حال جیسا چاہیئے سرزد نہین ہوا اِس پرچۂ پیام نے خاتمہ کر دیا غافلون نے چاہا کسی جعل وفریب سے یہ امر لیت ولعل مین رہ جائے مگر چارۂ علاج خود بند کر دیا تھا - اب مولوی صاحب کے وعدے کی مدت بھی تمام ہوئی - ہنومان گڑھی مین مسجد کا ہونا تحقیقات اور اکثر ثقات کے مشاہدے سے ثابت ہوچکا تھا اِس عہد کے منقضی ہونے کے بعد مولوی صاحب مایوس ہوئے اور چاروناچار مستعد مرگ ہوکر اہل جہاد کی جماعت کے ساتھ اجودھیا کا عزم کیا اور وہان سے بانسے کو کوچ کر گئے اور پھر وہان سے دریاباد گئے اور عیدگاہ کے باغ مین مقام کیا علی نقی خان کے حکم سے توپخانہ اور تلنگون کی پلٹن اور نقیب کپتان بار وصاحب وحاجی مرزا حسین علی کمیدان گلابی پلٹن کی ماتحتی مین روانہ ہوئے اِس فوج مین کثرت سے مسلمان تھے اِس فوج کو یہ حکم تھا کہ مولوی صاحب

اور مجاہدین کو آگے نہ بڑھنے دے رزیڈنٹی سے متواتر تاکیدی پرچہ پیام آنے لگے کہ اِس فتنے کا انسداد جلد کرنا چاہیئے۔ رزیڈنٹ نے صاف کہدیا تھا کہ مولوی صاحب کے فساد کو نہ روکا تو سلطنت کی خیر نہین ہی اور حریفون نے اپنے بچاؤ کے لئے بادشاہ سے مولوی صاحب کی نسبت بہت سی خلاف باتین بنا بنا کے بیان کین علی نقی خان وزیر بھی خائف تھے اور جھنتون اور اُن کے طرفدارون سے متفق تھے اور اپنی جیب طمع بھر چکے تھے پھر کیونکر صاف صاف خدا سے ڈرکر عرض کرتے۔ غرض پندرہ دن تک مولوی صاحب دریاباد مین رہے۔

مولویون کا مجاہدین کے لشکر مین پہونچکر تفرقہ اندازی کے لئے وعظ کہنا

وہ مولوی صاحبان جو سندیلے مین محرک جہاد ہوئے تھے وزیر سے متفق ہو کر اُنکے حکم سے دریاباد مین مجاہدین کے لشکر مین فہائش کے لئے آئے اور چاہا کہ اُنکو اِس ارادے سے روکین اور عیدگاہ کی مسجد مین بیٹھ کر گول گول باتین خوف حاکم وقت وخوف جان وآبرو سے بطور وعظ کے بیان کین جاہل یہ سنکر سب سے پہلے بگڑے کہ واہ مولویو تم سب اہل دنیا ہو کل تمنے ہمکو آمادہ جہاد کیا تھا اب حاکم وقت کے سمجھانے سے ہم کو مرتد کرتے ہو اب ہمین فریب نہ دو یہ فضیلت مال دنیا جاہلون کے ہاتھ سے جاتی رہیگی یہ سنکر عوام سے ڈرکر چپکے لوٹ گئے۔

افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ سلطنت نے مولوی سعد اللہ کو دوسرے ۲۲ علمائے منتخب کے ہمراہ مولوی صاحب کی خدمت مین بھیجا مولوی صاحب نے کسی سے ملاقات نکی لیکن حدیقۂ شہدا سے ملاقات ہونا ثابت ہی اُس مین لکھا ہی کہ بروقت ملاقات کے

اِس جہاد کے باب مین علماے حنفیہ و امامیہ کے فتوے و اقوال

افضل التواریخ مین لکھا ہو کہ عالمان حنفی و امامیہ سے فتویٰ طلب ہوا تو علماے حنفیہ نے یہ فرمایا کہ جب تک بادشاہِ عہد عزم غزا نکرے رعایا بطور خود منصب جہاد نہین رکھتی اور عالمان امامیہ نے بغیر امام ممانعت کلی کی۔ قیصر التواریخ مین لکھا ہو کہ اِس عرصہ مین بادشاہ اور علی نقی خان کی تحریک سے سلطان العلما مجتہد العصر نے بھی کچھ تحریر کیا اور وہ تحریر مولوی صاحب کے پاس پہونچی لیکن اُسے خلاف نفس الامر سمجھے اور تحقیق یہ ہو کہ سلطان العلما نے کوئی فتویٰ سرکاری ایما سے بالتصریح نہین لکھا تھا بلکہ یہ جواب دیا تھا کہ ایک شخص نے بے غرض نفسانی رفع توہین اسلام پر کمر باندھی اور مرنے پر آمادہ ہوا ہو سراسر اُسکے حق بجانب ہو کیونکر خلاف شریعت غزاے محمدی حاکم کے دباؤ سے لکھون لیکن مقام حیرت ہو کہ لکھنؤ دار المؤمنین مشہور ہو اُسمین صرف ایک شخص مسکین ضعیف و نحیف نے ہمت مردانہ کی ہو مقام عبرت ہو علماے فرنگی محل نے بھی اِسی طرح سے تحریر کیا بلکہ کہنے لگے کہ حاکم وقت کو اپنے شہر مین رہنے دینے کا اختیار ہے مگر ہم کبھی اِس شخص کے قتل کا فتویٰ نہ دینگے۔

لیکن بعض دنیا طلب علماے اہلِ سنت نے جیسے مولوی حسین احمد۔ اور مولوی غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی۔ اور مولوی محمد یوسف۔ اور مولوی فضل حق خیر آبادی (مؤلف ہدیۂ سعیدیہ و حاشیۂ قاضی مبارک وغیرہ) اور مولوی سعد اللہ اور دوسرے علماے گمنام نے محض بطمع دنیا مولوی امیر علی صاحب کے قتل کا فتویٰ عبارات مختلف سے رنگین کرکے دیا اور دلّی کے بعض علما نے بھی ایسی براہان اور حجت کے

ساتھ لکھا کہ جب اہل اسلام قلیل ہون اور کفار کا غلبہ ہو اُسوقت خلاف حکم اولوالامر یعنی حاکم وقت کے جنکے اختیار مین ہون خواہ انگریز ہون یا مسلمان جہاد حرام ہے پس جو شخص ایسے امر کا مرتکب ہو وہ طاغی و باغی ہی (انتہیٰ)

مین نے اسکے متعلق جو قلمی کاغذات کا مجموعہ دیکھا ہی اُس مین ہنتون کے بیانات موضع متنازعہ کا نقشہ اور ابھے رام بیراگی کے نام اگلے والیان اودھ کے فرمان۔ واجد علی شاہ کا شقہ علی نقی خان وزیر کے خطوط مجتہد کے نام مجتہد کے خطوط مولوی امیر علی کے نام اور مولوی صاحب کے جوابات دوسرے اہلکاران متعلقہ کی تحریرین علما کے فتوے سب کچھ موجود ہین ان مین مجتہد صاحب کی کوئی تحریر مولوی امیر علی کے موافق موجود نہین بلکہ اُن کے کام کے خلاف ہی۔

چنانچہ ایک خط مین مجتہد صاحب مولوی امیر علی کو لکھتے ہین کہ سابق ازین آن والا مقام در خط خود در پاسخ رقیمہ تفہیم وافہام کہ ازین جانب مرسل گردیدہ وعدہ وعمل بر نصح و وعظ تخیف نمودہ بودند چنانچہ وکیل سامی مولوی مسیح الزمان خان صاحب بعد ملاقات ملازمان والاشان حضور عالم صاحب بہادر دام اقبالہ یک مرتبہ نزد این جانب نیز آمدہ بودند از ایشان ہم مدارج تفہیم وافہام کما ینبغی بعمل آمدہ غالبا بیان نمودہ باشند۔ تعجب ست کہ الحال مسموع میشود کہ باز تصمیم بر حرب وجدل ساختہ از مقام بیرون آمدہ راہ پیش روی را اختیار نمودہ اند این معنی باعث تحیر وتحسر گردید کہ این خلف وعدو نکث عہد از چہ راہ است خلاصہ این کہ جسارت بر جہاد با عدم مکنت واستطاعت واستعداد القاے نفس در تہلکہ است وقال اللہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ وعلت غائیہ جہاد حصول غلبۂ اسلام وشوکت مسلمین ست

وچون درمانحن فیہ بسبب عوائق وموانع جدیدہ اومنعکس گشتہ مثمر ثمر غیراز تہتک اسلام وسفک دمار مسلمین نیست بلکہ چہ عجب کہ منجر بمقاتلۂ مسلمین بامسلمین شود پس صورتی برا ے جہاد متصور نمی تواند شد لہذا توقف دراطراف وجوانب ولحاظ عواقب امور دوراندیشی لازم ست واعتماد براقوال وافعال عوام جہال نمودہ جسارت برچنین امور عظیمہ مناسب نیست بنابرہ نصح وخیرخواہی مسلمین وحفاظت وحراست عرض ونفوس محرمہ مؤمنین نوشتہ وما علی الرسول الا البلاغ ؎ بررسولان بلاغ باشد وبس + والسّلام علی من اتبع الهدیٰ - حررہ یوم الجمعۃ بست خلون من صفر المظفر ۱۲۷۱ھ

مکرر آنکہ فسخ عزیمت محاربہ را واجب ولازم دانستہ ازارادۂ آن بازآیند وچون جناب حضور عالم بہادر دام اقبالہ وعدۂ حتمیہ دربارۂ ضمان خودجان ومال وعرض وآبروے سامی فرمودہ اند متوکل علی اللہ ہرجا کہ باشند اطمینان داشتہ باشند-

اِس خط میں مجتہد صاحب نے عالمگیری اور درمختار کی روایت سے جو بیان شرط اباحت جہاد میں ہی اپنی راے پر استدلال بھی کیا ہی-

جو شخص یہ خط اور حکمنامۂ سرکاری کہ مولوی امیر علی صاحب کی حفظ آبرو کے لئے سرکار سے دیا گیا تھا اُنکے پاس لیکر گیا تھا اُسنے جواب میں مجتہد صاحب کو لکھا کہ مولویصاحب نے اُس حکمنامے کو جعلی سمجھا - اسپر پھر مجتہد صاحب نے مولوی صاحب کو یہ خط لکھا -

مولوی صاحب رفیع المناصب منیع المراتب سمحہ اللہ احسن المواہب

بعد اہداے سلام سنت الاسلام اشتیاق انضمام خیرانجام واضح ولائح باد پیشتر خطے مہری خود معرفت بعض کارکنان سرکار فلک اقتدار مرسل گشتہ بود والحال نیز احتیاطاً نقلش ملفوف نمودہ شد تعجب ست کہ تاحال جوابش نفرستادند وچون تاخیر بسیار

دریابخش نمودند لهذا خان گرامی شان عبدالرحیم خان صاحب را مع نقل حکمنامہ معلّی کہ بعد روانگی خط سابق نزد من رسید فرستادم فی الواقع آن نقل مطابق اصل ست مقام اشتباہی نیست چنانچہ مہر محکمہ شرعیہ کہ دران النقل مثل الاصل منقوش ست بر نقل حکمنامہ ثبت ست خلاصہ آنکہ احتمال جعل و تدلیس در مانحن فیہ متطرق نمی تواند شد ترقب کہ جواب خط سابق و آنچہ الحال مکنون خاطر باشد نوشتہ بزودی تمام تر ارسال نمایند و نصح و خیر خواہی این جانب را در بارہ مسلمین تلقی بالقبول لازم و متحتم دانند و بعد رسیدن خط سامی آنچہ صلاح خواہد بود خواہم نوشت حررہ یوم الخمیس الأربعین من شہر صفر ختم اللہ بالحسن والظفر ۱۲۷۲ھ

مہر طغرای مجتہد العصر

دیگر آنکہ بعد تحریر این خط مسموع شد کہ از دریا باد ہم بیشتر کوچ کردہ اند چنین بیشروی عقلاً و عرفاً و شرعاً خوب نیست ہرگز ہرگز ارادۂ محاربہ نخواہند کرد زیرا کہ سابق ازین آنچہ خونریزی مسلمین شدہ ظاہر ست والحال ہم سفک دماء مسلمانان طرفین کہ خواہد شد باعث بران از روے انصاف کہ خواہد بود و فساد و عناد زائد و مقصود غیر حاصل و چنین کارے عاقل نمی کند و پیشتر وعدہ ہم کردہ بودند کہ موافق نصح این جانب عمل خواہند کرد بہر حال ہر جا کہ این خط بآن صاحب برسد توقف نمایند۔

بادشاہ نے ایک شقہ خاص اپنے قلم سے مولوی امیر علی کے لئے لکھکر دیا تھا اور وہ مجتہد العصر کے پاس بھیجا گیا تھا کہ وہ مولوی صاحب کو پہونچا دیں اس فقرے میں اُسی کی طرف اشارہ ہے مع نقل حکمنامہ معلّی کہ بعد روانگی خط سابق نزد من رسید فرستادم اس سے معلوم ہوا کہ اب مولوی امیر علی کے عزم سے بہت تشویش پھیل گئی تھی بادشاہ تک پریشان ہوگئے تھے۔ وزیر اور بادشاہ نے مجتہد صاحب کے ذریعہ سے

اِس لئے اپنے نوشتے بھیجے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری بات پر مولوی صاحب کان نہ دھرینگے اور مجتہد صاحب کو مقدس سمجھکر اُن کے قول کا اعتبار کرینگے چند علمانے ایک فتویٰ مرتب کیا تھا جسکی نقل یہ ہے۔

سوال

چہ می فرمایند علماے دین و مفتیان شرع متین کہ مولوی امیر الدین علی بانتقام بے ادبی با کلام مجید و انہدام مسجد و کشتہ شدن شہیدان اودھ از دست کفاران اودھ بموجب احکام علما و احادیث نبوی و احکام آیات کلام مجید کمر ہمت براے جہاد بستہ راہی ہنومان گڑھی مے شوند در مقام دریاباد افواج شاہی سد راہ شدہ مخالفت کوچ می سازند و مولوی مذکور کہ بجوش حمیت دین و عدۂ جان نثاری از حضرت باری نمودہ فسخ عزیمت نمی سازند و بادشاہ باعث فساد عالم بالادست مجبور شدہ براے مصلحت چند ایام منع روانگی می فرماید درین حال گر مولوی امیر الدین علی کوچ سازند و مقابلہ و مجادلہ از مجاہدان و افواج سلطان اسلام بوقوع آید پس مرگ مسلمانان طرفین چگونہ خواہد بود حسبۃً للہ بلا رو و رعایت دستخط مزین فرمایند۔

جواب

ہوالموفق درین حال جماعۂ مولوی امیر الدین علی راہرگز قتل روا نیست بل درنہی قولہ تعالیٰ و لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ داخل شدن ست کذا فی العالمگیریہ ہرکہ مرتکب منہی عنہ باشد اصلا مثاب نخواہد شد واللہ اعلم۔ کتبہ محمد سعد اللہ عفی عنہ۔

فی الواقع فسخ عزیمت می باید و در شہادت دغدغہ است واللہ اعلم کتبہ محمد یوسف

صح الجواب۔ حررہ حسین احمد غفر اللہ ذنوبہ۔

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب کتبہٗ بخطہٖ عبداللہ عفی عنہ۔
ایک گمنام شخص نے مولوی امیر علی کے قتل کے بعد یہ فتویٰ لکھا۔

سوال

امیر علی سنی المذہب وہمراہیانش اندرین قضیہ ومعرکہ مقتضیہ ناجی وشہید گردید یا ناری پلید

جواب

سوائے فرقۂ اثنا عشریۂ امامیہ کسے ناجی نیست کشتہ شود خواہ بموت خود بمیرد واللہ یعلم عبدہٗ حسین بن علی۔

مجاہدین کی جماعت سے کچھ آدمیون کا چلا جانا اور مصارف مجاہدین

سراج الدین کمیدان بھی ریاست کی طرف سے فہائش کو بھیجا گیا اُسکے کہنے سے کچھ لوگ بریلی۔ رامپور اور پیلی بھیت کے خوف زدہ ہوکر اپنے گھرون کو چلے گئے اُنھین بقدر ضرورت کچھ زادراہ بھی دیا گیا اور کچھ افغان ولائتی کوہی فتوے سنتے ہی اُٹھ گئے اب مجاہدین متفرق اور پریشان حال چھ سو کے قریب تن برگ دیکر رہ گئے اُنپر فاقے ہونے لگے موت سبکی نظر مین تھی پچاس روپے روز نواب علی خان راجہ محمود آباد اپنے پاس سے اور پچاس روپے شیخ حسین علی اُن کے کارندے چندہ کراکے کفالت مجاہدین کے لئے دیتے تھے میر عباس ہمشیرہ زادہ میرک جان نامی پیر اک جس کا ذکر فسانۂ عجائب کے آغاز مین دوسرے اہل کمال لکھنؤ کے ساتھ ہی مجاہدین کے لشکر کا کوتوال تھا اُس کی معرفت روپیہ تقسیم ہوتا تھا۔

مجاہدین بادشاہی فوج کے ہاتھوں سے عالمِ آخرت کا راستہ لیتے ہین

۲۶ صفر ۱۲۷۲ھ ہجری مطابق ۷ نومبر ۱۸۵۵ء روز چہارشنبہ کو مولوی صاحب نے نماز بجماعت پڑھی اور لشکرِ اسلام لیکر محمد پور کو روانہ ہوے اُسوقت تقریبًا تین سو (۳۰۰) آدمیون سے زیادہ ہمراہ نہ تھے جب یہ غول کچھ دور جا پہونچا تو کپتان بارلو کو خبر ملی اُسنے چار کمپنیان اور دو توپین لیکر تعاقب کیا اور تین (۳) کمپنیان گلابی پلٹن کی حاجی مرزا حسین علی کی ماتحتی مین تیار ہوئین۔ بارلو نے شیخ حسین علی سے کہا کہ اگر یہ غول محمد پور جا پہونچا تو سمجھ لو کہ بہت دور نکل گیا فورًا پالکی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑھو حکمت عملی سے مولوی صاحب کے غول کو مقام زد پر ٹھہراؤ آن کی آن باتون مین لگاؤ پھر ہم سمجھ لینگے ایک دم کی فرصت آگے بڑھنے کی نہ دینگے تمپر مولوی صاحب کو اعتماد ہی شیخ صاحب اُسی وقت باد صرصر سے زیادہ سرعت کرکے چشم زدن مین آندھی کی طرح گھوڑا دوڑا کر آپہونچے اور شجاع گنج کے اُس پار مولوی امیر علی کے غول کو ٹھہرایا ساتھ ہی بارلو بھی مع توپخانہ آیا شیخ حسین علی مولوی صاحب سے باتین بنانے لگے اُدھر بارلو کا ہرگولہ انداز موقع سے توپین جمانے لگا شیخ نے ہاتھ باندھکر اور ٹوپی قدمونپر رکھکر عرض کیا کہ آپ یکبارہ اور ہمارا کہنا مانین اور ردولی تشریف فرما ہوکے دو تین دن مقام کرین اگر خدا نے چاہا تو بے جنگ و جدل مسجد بن جاے گی بندگان خدا پر آنچ نہ آئیگی یہ بکھیڑا بیکار ہے بندہ ذمہ دار ہے یہ باتین مولوی صاحب کے دل مین اتر گئین اُدھر انگریز نے اونچی ٹیکری دیکھکر توپین لگا دین تلنگون کی صفین جما دین مولوی صاحب رضامند ہوکے ردولی کو روانہ ہوئے اُدھر شیخ صاحب کہ اپنا کام تمام

کر چکے تھے موضع بھلسر کو چلدیے اہل جہاد اسباب ظاہری سے محض بے سامان تھے دوم دو دن
کے بھوکے پیاسے سوم ایک منزل کے تھکے ماندے کمرین سفر کی باندھے قضا کار جب لشکر
امیر علی حسب رہنمائی حسین علی اُس ٹیکری کے برابر پہونچا بارلو کے مُنھ سے نکلا فیر مسلمان
گولہ اندازون نے طوعًا و کرہًا چھرون کو بھر دیا مگر جوش دینداری سے توپون کو اونچا کر دیا
دو چار ضرب باد ہوائی سرکین اگرچہ عالم دھوان دھار ہوا لیکن خالی وار ہوا توپ کی
آواز سُنتے ہی مولوی صاحب کا گھوڑا بھڑکا مولوی صاحب زمین پر گر پڑے اور اِس
صدمے سے دو ایک دانت بھی ٹوٹے مولوی صاحب نے ساتھیون کو آمادہ کیا کہ جوانو پہلے
گولہ اندازون کو ڈانٹ کر توپین چھین لو غازیون نے تلوارین میان سے لین اور اللہ اکبر
کہکر ایک ہی حملے مین ڈھالین توپون کے موںھ پر رکھ دین گولہ انداز بھاگ نکلے لیکن
بارلو نے یہ تدبیر کی تھی کہ اِن توپون کے پیچھے کچھ دور دو توپین اور لگائی تھین اور
گھات مین کمپنیان جمائی تھین وہان سے نشانہ تاک کر توپ سرکی اِسنے غازیونکی فوج
زیر و زبر کی پہلا چھرا مولوی صاحب کے بازو پر لگا خون جاری ہوا ہاتھ بیکار ہوا لڑائی
سے عاری ہوئے مگر ابھی مسلمان اُنکے ہمت دلانے سے برابر لڑ رہے تھے کہ کمیار کے تعلقہ دار
اور ٹھاکر سنگھ بھیلیہ کے آدمی لشکر مجاہدین کے پس پشت سے نمودار ہوئے یہ لوگ اِس
بغلی گھونسے سے بے خبر تھے اُدھر سے اِدھر جھکے دوہری لڑائی پڑ گئی انکے سہارے
سے لڑائی بگڑ گئی بندوق کی باڑھ چلی توپ کا چھرہ پڑنے لگا بہت سے ہندو مارے گئے
مسلمان بھی قتل ہوئے ظہر کے وقت سے لڑائی شروع ہوئی تھی مگر تیزی عصر کے وقت
سے پکڑی کہ توپ و بندوق دونون کا استعمال زور و شور سے ہونے لگا عصر سے شام تک
تلوار چلی پانسو ہندوون کو تہ تیغ کیا آخر سب مسلمان بھی جان بازی کرتے کرتے

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یہ بیان حدیقۂ شہدا کے موافق ہی۔

افضل التواریخ مین تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہی کیونکہ دونون نے جوش مذہبی کے تعصب سے لکھا ہی اِس آخری کتاب مین مذکور ہی کہ مولوی صاحب کو محمود آباد سے روانگی کے وقت بارلو صاحب نے ممانعت کی مولوی صاحب نے جوش غضب سے بندوق سر کی بارلو بچ گیا پھر تو طرفین سے جنگ شروع ہو گئی بارلو کے گولہ اندازون نے مولوی صاحب سے ساز کیا تھا آسمانی فیر سر ہونے لگے اور مولوی صاحب بڑھتے ہوئے گروہ مجاہدین کے ساتھ لشکر کے قریب پہونچے جب یہ کارسازی فوج کی بارلو کو معلوم ہوئی فوراً راجہ شیر بہادر تعلقہ دار کمیار متعلقۂ نظامت بہرائچ کو اطلاع دی اور توپ بند کر کے شمشیر خون آشام میان سے نکالکر حملہ آور ہوئے اِس زمرے مین دھنیے جولاہے اور کنجڑے وغیرہ زیادہ تھے تلوار کی چمک دیکھتے ہی پسپا ہوے چند آدمی جو مرد شریف و باوضع و ایماندار تھے کچھ دیر ٹھہرے آخرکار مولوی صاحب نے مصلحتہً رزمگاہ سے کنارہ کیا مردم مجتمع متفرق ہو گئے۔ مولوی صاحب اور اُن کے چند مصاحب و رفیق ہٹتے ہوئے نالۂ رحیم نگر مین شجاع گنج کے متصل پہونچے اور لشکر کے جمع کرنے کی فکر کی کہ یکایک مردمان راجہ کمیار و بارلو صاحب نے ۲۶ صفر ۱۲۷۲ھ ہجری روز چہار شنبہ وقت نزول آفتاب اُسی نالے مین اُن سب کو شربت قتل پلایا۔ لاش اُس نالے مین رہی اور سر لکھنؤ روانہ ہوا۔

تاریخ قتل

گفت از روے ہمّت ازلی
قتل شد مولوی امیر علی
۱۲۷۲

دیگر

سے بجاؤ تیغش بجاے دگر

نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ مولوی سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنی تاریخ حیات مین خود فرمائی تھی ؎

بذکرِ حق سراپا گوش دارم — مئے مہرِ علی در جوش دارم
شنو تاریخ من قبل از شہادت — سرِ میدان کفن بر دوش دارم

اِس ہنگامے مین مولوی صاحب کے ہمراہیون مین سے ۲۲۵ آدمی کام آئے اور ایک سو چند آدمی ہندوؤن کے مقتول ہوئے۔

قیصر التواریخ مین یون لکھا ہی کہ مولوی صاحب محمود آباد سے روانہ ہوکر آٹھ کوس حیات گنج مین جا پہونچے دن چھپنے کے قریب تھا شمال کی جانب ایک باغ مین ٹھہرے منظور یہ تھا کہ فریضۂ ظہر کے بعد ردولی مین جو تین کوس تھا چلکر ٹھہرینگے جتنے نمازی تھے وہ ایک ایک دو دو ردولی کو چلے شاہی فوج سدراہ ہوئی گلابی کمپنی جوار کے کھیت مین اور بارلو کی کمپنی اور توپین کھیت کے سرے پر جین اتفاقاً کئی تلنگے اپنی قطار سے بڑھکر راستے پر کھڑے ہوئے تاکہ مجاہدون کو جو ردولی جاتے تھے منع کرین کپتان بارلو نے خود مولوی صاحب کے پاس آکر کہا کہ مولوی صاحب بادشاہ وقت اور رزیڈنٹ کے حکم کے خلاف آپ کو آگے جانا مناسب نہین اپنی جماعت کو منع کیجیے اور آپ کو بھی مناسب ہی کہ اس عزیمت سے باز رہیے ورنہ ہم کو حکم ممانعت کا ہے۔ مولوی صاحب نے کپتان کو جھڑک کر کہا کہ کافر سامنے سے ہٹ جا ورنہ کوئی مجاہد کودکے مار ڈالیگا کپتان اپنی فوج مین گھوڑا بھگا کے چلا گیا اور حکم دیا کہ آگے بڑھین

تو اول خالی توپ داغو نہ مانیں تو فیر کرو- تلنگے مجاہدین کے گولیان مارنے لگے لیکن مجاہدین
کے اسّی آدمی جوار کے کھیت سے نکلکر دفعۃً توپ پر جا پڑے اور بند کردی چارون
طرف سے فوج کے سپاہی گولیان برسا رہے تھے مگر مجاہدین دل کھولکر تلوار سے
خوب لڑے اور اُن کے غول سے صدائے تکبیر بلند تھی گولیون کا کچھ خیال نکرتے تھے
جب یہ صورت ہوئی بارلو الگ ہو گیا اور گلابی نے پیچھے سے آکر کمر ماری غرض آدھ گھڑی
مین یہ سب خاک مین مِل گئے اور تین توپین خالی مغربی جانب سے چلین جنگلی آوازسے
بہت مجاہد فرار ہوئے اُس وقت مولوی صاحب سترہ اٹھارہ آدمیون کے ساتھ اپنے
سجادے پر مشغول نماز تھے تلنگون نے دور سے لوگون کی جمعیت دیکھکر توپ ماری
آم کے درخت مین گولہ لگ کر بڑا ٹہنا نمازیون کے سرونپر گرا بعد اِسکے تلنگے یورش
کرکے گولیان مارنے لگے دوسری طرف سے کمیار کا تعلقہ دار راجہ شیر بہادر اپنی جمعیت
کے ساتھ آپڑا اسب کا کام تمام کیا اور مفرورین کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا
مولوی صاحب اپنے سجّادے پر رو بقبلہ گرے باقی نمازی اُن کی لاش کے گرد پڑے
تھے ایک تلنگے نے مولوی صاحب کا سر کاٹ لیا - بارلو نے وہ سر وزیر کے پاس
بھجوا دیا جب وہان سر لیکر پہونچے تو اُنھون نے کہا کہ یہان کیون لائے چاہتے ہو کہ
لکھنؤ مین بھی کوئی ہنگامہ برپا ہو دو تلنگے اور شتر سوار لیکر آئے تھے حکم ہوا کہ اِسکو رزیڈنٹ
کو ملاحظہ کراکے موقع قتل پر لیجا کر دھڑ کے ساتھ دفن کردو یہ ڈرسے کہ اگر واپس لیجائینگے
مبادا مجاہدین مین سے کوئی اِسکو دیکھکر چھین لے اور ہمین مارڈالے رزیڈنٹ کو
ملاحظہ کراکے معلوم نہین سر کو کہان پھینک کر چلے گئے - افضل التواریخ مین لکھا ہے
کہ بادشاہ کے حکم سے قصبۂ چنہٹ مین لبِ تالاب دفن کردیا تلنگون نے مقتولین کے

بدن سے لباس بھی اُتار لیا اور اُن کے ہاتھون سے ہتھیار بھی لینے لگے مولوی صاحب
کے ہاتھ سے تلوار جدا نہوتی تھی اِس لئے کلائی کو ہاتھ سے کاٹ لیا اس سے
معلوم ہوا کہ نماز کی حالت مین مارا جانا غلط ہی یہ کمال حماقت تھی کہ لڑائی تو جاری
تھی اور وہ سجادے پر مشغول نماز ہوتے سُنا ہی کہ اِس گروہ مین دو عورتین بھی
بعزم جہاد شریک تھین اور دونون ماری گئین القصہ شاہی فوج نے میدان
جنگ سے کوچ کر کے محمد پور مین جو تین کوس تھا مقام کیا مقتولین کی لاشین وہین
خاک وخون مین غلطان چھوڑ دین - دوسرے دن کہ جمعرات تھی مسلمان مینداروں
نے کہ قریب رہتے تھے جمع ہو کر ہر ایک مقتول کی لاش کو اُٹھا کر اُس آم کے
درخت کے تلے دفن کیا مولوی صاحب کے پہلو مین اُن کے جوان بھتیجے کو دفن کیا جسکی
لاش مولوی صاحب کے ہاتھ پر گر پڑی تھی اور دوسرے مقتولون کو ایک گڑھا کھود کر
پیوند زمین کیا اسکے سوا جہان جسکی لاش متفرق پڑی تھی اُسے وہین دفن کر دیا
۱۳۳ آدمی جان سے مارے گئے تھے مجروحین کا حساب نہین - مجروحین خوف
جان سے آٹھ دس کوس تک بھاگے اور راجہ شیر بہادر کے آدمیون نے کپتان
بارلو کے حکم سے اُنکا تعاقب کر کے تمام مجروح مفرورین کو تہ تیغ کیا صرف میر عباس
کوتوال لشکر بہزار خرابی بچکر اپنے گھر پہونچا بادشاہی فوج کے مقتول و مجروح
کی تعداد ۱۲۵ ہے جیساکہ قیصر التواریخ مین مرقوم ہے مقتل مین مولویصاحب کا
مقبرہ بنا دیا گیا ہی ہر پنجشنبے کو لوگ جمع ہوتے ہین اہل منت مرادین مانگتے ہین -
جب اِس حادثے کی خبر دہلی مین پہونچی تو مولوی امام بخش صہبائی فاروقی
نے اِس ماتم مین یہ مرثیہ لکھا -

سخت مجبا زند سکّانِ دیارِ لکھنؤ — بیذ تے گرد خداوند اسوارِ لکھنؤ
تا کجا در خویش مے گیری از آغوش ہوا — برق بے باکانہ زن بر خارزارِ لکھنؤ
تا بکے ہنگامہ آراید بچشمِ اہلِ دل — از میان بردار اے صرصر غبارِ لکھنؤ
کم چہ خواہد گشت ای طوفان نوح از موج آب — گر ز جوشت قطرۂ آید بکارِ لکھنؤ
سیدِ مظلوم را کردند بے دنیان شہید — تُف باہلِ لکھنؤ لعنت بکارِ لکھنؤ
بر سرِ نعشِ شہیدِ بے کسے خونہا ببار — اے سحاب ار چند باشی از بخارِ لکھنؤ
بر حسین انچہ از یزید آمد بخاکِ کربلا — برِ علی آمد ہم از اہلِ دیارِ لکھنؤ
عاقبت از بر زن و کویش شود روزے بدر — ہم چنین باشد میسّر کار و بارِ لکھنؤ
در تلاشِ اینکہ از خاکش چسان بیرون رود — مے طپد نقشِ قدم در رہگذارِ لکھنؤ
ہر در و دیوار او از شش جہت نفرین کند — بر صغارِ لکھنؤ و بر کبارِ لکھنؤ
گرمیِ غم یارب از بحرش برانگیزد بخار — باز ابر آتش ببارد بر بہارِ لکھنؤ
دشتی ای آہ مظلومان چرا عصیان صبر — منجنیقے شو کہ بکشاید حصارِ لکھنؤ
تا بکے بینم بہ بندش گردنِ احرار را — بگسلد یارب کمندِ روزگارِ لکھنؤ
قوت از بازو و آب تیغ بیدادش رود — تا کجا بینم جفائے بے شمارِ لکھنؤ
دست ناپاکش بسوز ای چرخ در عینِ بہار — پائے گلچینان نیاید تا بخارِ لکھنؤ
چون ز قتلِ سیدِ مسکین کہ خلدش باد جائے — شد لگدکوبِ مطاعن اعتبارِ لکھنؤ
از پئے نفرین و ہاتف ز روئے درد دل — گفتہ باد افتنہ مقرون با دیارِ لکھنؤ

انچہ در ادنیٰ شرار کلک صہبائے فگند
تا ابد مثلش نیابے در دیارِ لکھنؤ

مظلوم مسلمانون کے خون کا سلطنت پر وبال

تذکرۂ حکومت المسلمین مین لکھا ہی کہ امیر علی کا معرکہ بھی بے انتظامی سلطنت پر قوی دلیل ہوگیا اور اِس واقعہ سے زیادہ تر بدانتظامی ملک کی شہرت پذیر ہوئی جب اِس خونین حادثے سے تین ماہ کے بعد انتزاع سلطنت ہوا ایک شخص نے دیوان حافظ سے تفاول کیا یہ شعر نکلا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

اُردو اخبار کے کارسپاڈنٹ کی رپورٹ

اُردو اخبار نمبر ۴۸۔ تاریخ ۲۔ دسمبر ۱۸۵۵ء مطابق ۲ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۲ ہجری مین لکھا ہی کہ ہمارے ایک کارسپاڈنٹ مقام لکھنؤ سے لکھتے ہین کہ مولوی امیر علی کے ساتھ ساڑھے چھ سو کے قریب آدمی مارے گئے بارہ جگہہ گنج شہیدان ہی اور فوج سرکاری مین سے آٹھ سو آدمی مارے گئے اور چونکہ یہ سب ہنود تھے گنگا مین بہادے گئے کہتے ہین کہ چار گھڑی پیشتر اِس لڑائی کے مولوی امیر علی صاحب یہ مصرع پڑھتے تھے ؎ سرِ میدان کفن بر دوش دارم ؛ شعرانے حساب کیا تو اِسمین سے تاریخ نکلتی ہے۔ کہتے ہین کہ مجتہد العصر (سید محمد بن سید دلدار علی) کو بڑا غم ہی اور جتنے مولوی فرنگی محل مین تھے سبھون نے بُرے بھلے مسئلے لکھ کر مولوی امیر علی کی جماعت بھی توڑ دی اور انھین قتل بھی کروا دیا مگر مجتہد العصر سے جسنے مسئلہ پوچھا وہ دستخط کیا کہ سنی و شیعہ بہت راضی ہوے۔ چنانچہ جتنے اہلِ سُنت ہین سب نے فرنگی محل کے مولویونکو

چھوڑ دیا اور اُن کی مذمت اور ہجوین لکھ لکھ کر گلی کوچے مین دربدر لگا دین اور مجتہد العصر
کے پاس جمعہ کے دن مسجد آصف الدولہ مرحوم مین سُنّی لوگ جوق جوق آتے ہین اور
اُن کے ثنا خوان رہتے ہین۔ ہم واسطے ملاحظہ لوگون کے ایک فتوے مجتہد العصر کا
اور ایک فتوے مولوی سعد اللہ اور مولوی محمد یوسف کا لکھتے ہین۔ مجتہد صاحب سے کسی نے
پوچھا کہ جو لوگ فیض آباد مین غلام حسین شاہ کے ساتھ شہید ہوگئے اور کلام اللہ کے ساتھ
ہندوون نے بے ادبیان کین اسپر آپ کیا حکم فرماتے ہین مجتہد العصر نے یہ دستخط کیا
قصاص مسلمانان از کافران و قصاص کلام اللہ و بنا نمودن مسجد بر حکام وقت بہ تجویز
حاکم شرع واجب ست۔ اور جو مسئلہ کہ مولوی سعد اللہ اور مفتی محمد یوسف نے
لشکر مین مولوی امیر علی صاحب کے بیان کیا یہ ہو کہ جو کوئی مولوی امیر علی کے ساتھ
مارا جائیگا دوزخی ہو جس طرح کُتّے بلّی مرتے ہین اسی طرح مرینگے۔ سو یہ بات سُنکے
بہت لوگ مولوی امیر علی صاحب کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے انتہی۔

واجد علی شاہ کی معزولی مین علی نقی خان کی سازش

محاربۂ غدر مین منشی میڈی لال نے لکھا ہو کہ سب کو معلوم ہو کہ ابتدا سے سنہ
جلوس مین بادشاہ کا مزاج اصلاح و اعتدال پر تھا مگر کیا کرین کہ ایسا ہی مرض
انکو لاحق ہوا کہ اطباے حاذق نے تشخیص کیا کہ بادشاہ فکر بندوبست مملکت مین
توجہ کم کرین ورنہ باعث علالت شدید کا ہوگا اس سبب سے مدار المہامی
علی نقی خان کو کہ وہ سُسر تھے تفویض ہوئی اس خاندان شاہی مین جیسے کہ چلمہ
کھایا ہو سُسر سے کھایا ہو غرضکہ جون ہی مدار المہامی اِن ذات شریف کو ہوئی

اُنھون نے رفتہ رفتہ اندر سے باہر تک سبکو ہم آہنگ درہم زبان کرکے ظاہر مین خیرخواہ بنے اور باطن مین ہجوم طمع کی وجہ سے درپئے تخریب بنیان سلطنت ہوے اور اپنا بھی کام بنالیا کون کیے کون سنے ایک گروہ مصاحبون کا اس سے علیحدہ تھا اُن کو بھی جوڑ توڑ لگا کر بیپا کر دیا اور کچھ لوگون کو جعل سازی سے نکالدیا اپنے آپ رہ گئے اندر اور باہر انھین کا طوطی بولتا تھا جب کہ سب جانب سے اُنکو اطمینان حاصل ہوا اور مراسم دوستانہ سرکارین مین وصی علی خان کی صلاح سے جو سرکارین کے مغوی و مجرم تھے خلل اندازی کرنے لگے اور بادشاہ بھی ان کی حرکات وسکنات خلاف سے آگاہ ہوے تو چاہا کہ یہ دفع ہون مگر بسبب خلق اور حلم اور اثبات عدم تلون مزاجی کے دفعۃً دفع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر موقع کے منتظر تھے کہ اِس عرصے مین اتفاقاً اوٹرم صاحب رزیڈنٹ نے اِنھین ذات شریف کے مشورے سے معزولی بادشاہ مین شورش مچائی۔

صوبۂ اودھ کے انگریزی ملک مین الحاق کے وجوہات

اُس وقت سے کہ لارڈ کلایو نے ۱۷۶۵ء مین نواب وزیر شجاع الدولہ کو اُن کا ضبط شدہ ملک واپس دیا اس خاندان کی حفاظت سرکار انگریزی کے ذمّے رہی اور چونکہ والیان ملک کو نہ تو باہر کی یورش کا خطرہ اور نہ خانگی بغاوت کا اندیشہ تھا اسلئے امتداد زمانہ مین اس ملک کے رئیسون نے پرلے درجے کی اوباشی اور جفاشعاری اختیار کی مگر اُن مین اتنی خوبی البتہ تھی کہ وہ سرکار انگلشیہ کے خیرخواہ بنے رہے گنگا اور گھاگرا کے مابین کی سرزمین جس کی آبادی اب ایسی کثیر ہے کہ روے زمین پر کسی اور دیہاتی قطعون کی آبادی اُسکو نہین پہونچتی بشتہا پشت سے

حالت ابتری مین تھی[ع]۔

ہندوستان مین کوئی ایسا کم بخت شامت کا مارا صوبہ نہ تھا کہ وہ اتنی مدت تک شکنجہ فرسا ظلم و تعدی کا رہا ہو جیسا کہ ملک اودھ۔ وہان سپاہ انگریزی موجود تھی اُسکے خوف کے مارے رعایا سرکشی نہین کر سکتی تھی اور سارے ظلم و ستم سہتی تھی اور سینے سے آہین کھینچکر چپکی ہو رہتی تھی۔ وارن ہیسٹنگز۔ لارڈ کارن والس۔ سر جان شور۔ لارڈ ولزلی۔ اور لارڈ مائرا کے تمام مباحثون اور گفتگوون اور نصائح و پند کا کچھ اثر نہ تھا[ع]۔

والیان ملک اودھ کو جنھون نے ۱۸۱۹ء مین لارڈ مائرا کی صلاح سے بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا اور شاہ دہلی کی اطاعت بالکل چھوڑ دی بار بار فہمائش کی گئی کہ اپنے ملک کا انتظام کرین۔ سنہ ۱۸۰۱ء مین ایک عہدنامہ سرکار انگریزی اور نواب سعادت علی خان سے قرار پایا تھا جس کی شرط ششم مین یہ مشروط تھا کہ باقی ماندہ ملک مین نواب اور اُن کے ورثہ کی حکومت بلا مزاحمت رہیگی اور نواب اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی اور اُنکی جان و مال کی حفاظت ہوگی اور نواب ہمیشہ حسب ہدایت و صلاح افسران کمپنی کے کاربند ہونگے مگر اس صوبے کا یہ حال ہوا کہ سنورنا تو درکنار رہا اور بھی رہا سہا بگڑ گیا۔ یہان کی بدعملی اور ظلم و زیادتی اِس درجے کو پہونچ گئی تھی کہ اُس کے پاس جو انگریزی ضلعے تھے اُن کی امن و عافیت مین بھی خلل پڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا۔

[ع] دیکھو تاریخ ہند مؤلفۂ ہنٹر صاحب ۱۲

[ع] دیکھو تاریخ ہند مؤلفۂ منشی ذکاءاللہ صاحب ۱۲

۱۸۳۱ء مین لارڈ ولیم بنٹنگ جو ہندوستانی ریاستون کے دلی خیرخواہ تھے غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پاس خود آئے اور انتظام ملکی مین جو جو خرابیان تھین وہ سب بادشاہ کو جتائین اور فرمایا کہ عہدنامے کے موافق ایسا انتظام رکھو کہ جس سے بیچاری رعایا کو آرام پہونچے۔ اُسپر کوئی ظلم وستم نہ کرنے پائے ورنہ سرکار انگریزی تمکو بھی نواب مرشد آباد کی طرح پنشن خوار بنا دیگی۔ اور کاروبار سلطنت چھین لیگی اِس دھمکی سے البتہ کچھ کچھ اصلاح ہوئی مگر تھوڑے دنون مین ہمان آش در کاسہ تھی جیساکہ حال پہلے تھا ویسا ہی پھر ہوگیا۔ اور بدانتظامی ملک مین قائم رہی جس شخص کو اپنی حفاظت کی قوت تھی اُسکے سوا کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔ مالگذاری کا ٹھیکہ دار بزور شمشیر زر تحصیل وصول کیا کرتا تھا۔ شمار کیا گیا ہی کہ طرح طرح کی زیادتیون کی وجہ سے ہرسال اودھ مین دو ہزار آدمی مارے جاتے تھے لٹیرون نے ہر راستے کو خطرناک کر رکھا تھا۔ ہر زمیندار کی خاص اودھ مین گڑھی تھی۔ اور اگر اُسکو مناسب معلوم ہوتا تھا تو وہ حکام شاہی سے مبازرت کرتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ آغاز صدی سے برٹش فوج اودھ مین موجود تھی مگر لارڈ ولزلی نے جس حکمت عملی کا برتاؤ کیا تھا اُسکی نسبت پچاس برس تک افسوس رہا تھا۔ اسکے سبب سے یہ فوج حکام کا ظلم قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ حاکم ومحکوم مین کسی طرح کی مداخلت کی مجاز نہ تھی۔ ۱۰ نومبر ۱۸۴۷ء مین واجد علی شاہ کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد لارڈ ہارڈنگ صاحب خود لکھنؤ مین آئے اور بادشاہ کو متنبہ کیا کہ اگر دو برس کے عرصہ مین اچھا انتظام نہوگا تو بمجبوری گورنمنٹ انگریزی مداخلت کرکے اودھ کی حکومت اپنے ذمے کریگی۔ اس دوسال مین بھی کچھ صورت بہتری کی انتظام مین پیدا نہ ہوئی مگر اس نظر سے کہ ایسے

سنگین امر مین دست اندازی مناسب نہین گورنمنٹ نے یکایک اِس امر کا کرنا مناسب تصور نہ کیا جو لارڈ ہارڈنگ صاحب فرما گئے تھے اور جنگ دوم برہما کے سبب سے بھی انتظام اودھ کی جانب توجہ نہوئی ۱۸۵۴ء تک ملک اودھ مین کچھ بہبودی نظر نہ آئی جو گورنمنٹ انے بار بار ضروری تصور کرکے تفہیم کی تھی اور اُسکی رعایا ظالمون کے ظلم سے نالان اور گریان تھی پس جس بات کی نیک نہاد لارڈ بنٹنگ اور سپاہی مزاج لارڈ ہارڈنگ نے صرف دھمکی دی تھی اُسکو لارڈ ڈلہوزی نے کر دکھایا گورنر جنرل موصوف نے صاحب رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ ملک اودھ کا دورہ کرکے تمام رعایا کی بدحالی کی کیفیت لکھین اور رپورٹ اِس بارے مین کرین کہ آیا جو عہدنامہ ۱۸۰۱ء کی رو سے گورنمنٹ انگریزی پر فرض ہی اُس مین اور بھی تامل ہوسکتا ہی جو ابتک امر سنگین کے اختیار کرنے مین ناگواری طبیعت کی وجہ سے ہوا ہی۔

کرنیل سلیمن صاحب کا ملک اودھ مین دورہ کرکے اُسکی بدنظمی کے بیان مین گورنر جنرل کو رپورٹ کرنا اور یہ صلاح دینا کہ سرکار انگریزی اودھ کا انتظام ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھ مین لے لے

۱۳ محرم ۱۲۶۶ہجری مطابق ۲۹ نومبر ۱۸۴۹ء روز پنجشنبہ کو سلیمن صاحب مع کپتان برڈ صاحب کے ملک کے دورے کے لیے جانے کو بادشاہ کے پاس آئے اور اُنسے ملکر روز شنبہ یکم دسمبر کو مع عملہ دفتر فارسی و انگریزی کے بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے اِس سے قبل رزیڈنٹ ہمیشہ حاکم وقت کے ہمراہ ہوتے تھے شوکۃ الدولہ

نواب محمد خان سفیر شاہی اور راجہ بختاور سنگھ مہتمم رسد رسانی لشکر ہمراہ ہوے علی نقی خان وزیر جنہٹ تک مشائعت کو گئے سلیمن صاحب نے ابتدا سے انتہا تک ہر ضلع کا سفر کیا اور زمین ملک اودھ اور پیدایش ور محاصل ہیگہ کا تخمینہ کیا تعلقہ دار اور ناظم حاضر ہوتے تھے اور سفیر شاہی کی معرفت رزیڈنٹ سے ملتے تھے جو اُن سے پوچھا اُس کا جواب پایا لوگون نے اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے اور جو لوگ عمال وزیر کی بے اعتدالیون سے ناراض تھے اُنھون نے رزیڈنٹ کی خدمت مین شکایتی عرضیان پیش کرنی شروع کین وزیر کی نالیاقتی اور بد انتظامی کے ثبوت کے لئے رزیڈنٹ نے وہ عرضیان لیکر تمام استغاثات کو وقتاً فوقتاً گورنر جنرل کی خدمت مین بھیجنا شروع کیا اور ہر تفصیل سے دلیل بے انتظامی ملک اور نالیاقتی وزیر کی نکالتے تھے۔
جب بیسواڑے کے علاقے مین نواب گنج امین الدولہ مین آئے تو علی نقی خان بھی گئے بعد ملاقات کے شکار کھیلکر چلے آئے۔ دورہ کرکے ۱۴۔ ربیع الثانی ۱۲۶۶ ہجری مطابق ۲۷۔ فروری ۱۸۵۰ء روز چہار شنبہ کو شام کے وقت صاحب رزیڈنٹ واپس آئے پہلے شاہ منزل مین آئے اِس وجہ سے کہ مرزا ولی عہد استقبال کو گئے تھے اور بادشاہ تفریحاً کہین تشریف لے گئے تھے اُس دن ملاقات نہوئی ہار اور عطر لیکر رخصت ہوے۔ ۶۔ مارچ کو شام کے قریب بادشاہ رزیڈنسی مین تشریف لے گئے۔ تعارفات معمولی کے بعد کچھ حال سیر و سیاحت اور تعلقہ دارون کا مذکور رہا۔ بعد ازان مراجعت کی۔ شوکت الدولہ سفیر شاہی ۵۔ مارچ۔ مطابق ۲۲۔ ربیع الثانی کو عہدۂ سفارت سے موقوف ہوے۔ عجیب اتفاق ہوا کہ لشکر مین سفیر کی کنیز نے اُن کی بی بی کے جور و ظلم سے بھاگ کر رزیڈنٹ کے خیمے پر جاکر فریاد کی اور اُنسے

بالمشافہ جور وظلم کا سب حال بیان کیا اُنھون نے خانگی حال سنکر اپنے پاس آنے کی ممانعت کردی اور کنیز کا مقدمہ مجتہد العصر کے سپرد کردیا مرزا وصی علی خان کو مجتہد العصر سے خصوصیت تقلیدی تھی اسلیے روبکاری کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ ایسا ظالم ایسی خدمت جلیل کے قابل نہین اِس وجہ سے سفیر صاحب موقوف ہوے۔ روز سہ شنبہ ۲۷۔ ربیع الثانی مطابق ۱۴۔ مارچ کو خلعت سفارت بادشاہ نے مسیح الدولہ حکیم مرزا علی حسن خان اپنے معالج خاص کو عنایت کیا۔ محمد خان اپنے عیال واطفال اور اسباب کو لیکر فرخ آباد کو چلے گئے اُن کے بڑے بھائی رئیس فرخ آباد کی سرکار مین مختار تھے۔ نقش سلیمان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ محمد خان حافظ رحمت خان کے پوتے اور عمر خان کے بیٹے ہین شہر لکھنؤ مین اول چند سال تک کلکٹر رہے تھے وکالت کے زمانے مین شوکۃ الدولہ خطاب پایا تھا بعد زوال سلطنت واجد علی شاہ اُن کو اپنے ساتھ کلکتے لے گئے وہان اُنھون نے انتقال کیا لاش اُن کی بریلی مین آئی اور حافظ رحمت خان کے مقبرے مین دفن ہوئے۔ غرض کرنیل صاحب نے اپنے دورے کا حال روزنامچے کے طور پر لکھکر گورنر جنرل کے روبرو پیش کیا اُس مین رعایا پر ظلمون کے ہونے کا وہ حال لکھا گیا جس کے سُننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین وہ لکھتے ہین کہ بادشاہ کے پاس سپاہ ستر ہزار ہی جسکی تنخواہ بہت تھوڑی ملتی ہے اور اکثر چڑھی رہتی ہی وہ رعایا کی چھاتی پر مونگ دل دل کے اپنا پیٹ پالتی ہی۔ اُن کے گروہ جابجا غریب دہقانون سے دھینگا مشتی کرکے رسد لیتے ہین اور اُن کی آبادی کو ویرانہ اور خرمنون کو بے دانہ بناتے ہین اُن کے گھرون کے کواڑ اور کھڑکیان تک اُتار کر اپنا توا گرم کرنے کے لئے لے جاتے ہین۔

رعایا کا قول تھا کہ ٹھگ اور ڈاکو بیکسون پر کبھی ترس بھی کھاتے ہین مگر سپاہ شاہی کے دل مین کبھی رحم نہین آتا نہ چولھے مین آگ چھوڑتے ہین نہ گھڑے مین پانی۔
۲۴۶ قلعے یا گڑھیان تھین ۷۶۴ توپین اُنپر چڑھی رہتی ہین۔ زمیندار اکثر راجپوت تھے اُنھون نے بہت سی زرخیز زمینون کو جنگل اور بن بنا رکھا تھا۔ وہ بدمعاشون اور چورون اور لُٹیرون کے کمین گاہ بن رہے تھے جس مین وہ مسافرون اور تاجرون کو بیٹھے لوٹتے تھے۔ دار السلطنت سے سولھا ہی میل کے فاصلے پر ایک تعلقہ دار نے تیس میل زرخیز زمین کو جنگل بنا رکھا تھا اور اِس احاطے مین چار گڑھیان بنا رکھی تھین جہان کہین کچھ امن بھی تھا وہان کسی جھونپڑے پر پھوس نظر نہ آتا تھا۔ بادشاہ سلامت وہ سلیمان بارگاہ تھے کہ جب انسان کو پری بنا آئے تو اُنکے پاس جائے پُکھراج پری و نیلم پری کا بھیس بدلے تو اُنکے اندر کے اکھاڑے مین پہونچ سکے منصب وزارت اُن کا جب پائے کہ قانون ستار سے خوب واقفکار ہو۔ مصاحب اُن کا جب بنے کہ طبلے پر تھاپ لگانی آتی ہو اور نقل اُتارنے مین بھانڈون کو مات کرتا ہو جو کوئی عہدہ دار اول مقرر ہوتا تو پہلے نذرانہ پیش کرتا غرض اِس لنکا مین جو تھا باون گز کا تھا چھوٹے بڑے جتنے اہلکار تھے رشوت ستانی اور ایذارسانی کے سوا کچھ کام نہ رکھتے تھے[۱]۔

گو کرنیل سلیمن صاحب ہندوستانی ریاستون کی ضبطی کے دشمن تھے مگر اُنھون نے بھی یہ لکھا کہ اودھ کے تخت سلطنت کو مین دل سے قائم رکھنا چاہتا ہون مگر پچاس برس کے تجربے سے یہ امر یقین کے مرتبے کو پہونچ گیا کہ بادشاہ اودھ سے کوئی

[۱] دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ منشی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

امید نہین ہوسکتی کہ معموری بلاد اور آسودگی عباد مین کوشش کریگا اور اپنی رعایا کو ظالمون کے ظلم وجفا سے بچائیگا اور کوئی انتظام خلق کے آرام کا کرے گا- مین یہ نہین خیال کرتا ہون کہ برٹش گورنمنٹ کی خوطینت اور خصلت ایسی واقع ہوئی ہو کہ موافق عہدنامون کے اِس ملک کی شامت زدہ رعایا کی حفاظت کا فرض اُس کو مدت تک اِس امر سے باز رکھیگا کہ وہ اِس ملک کا انتظام اپنے ہاتھ مین ہمیشہ کے لئے لے لے اور بادشاہ کے واسطے اُسکی شان و مرتبے کے موافق وظیفہ مقرر کردے-

افسوس اور صد ہزار افسوس

کرنیل سلیمن صاحب نے اودھ مین آکر خوب آرام اُٹھایا پچھلی تکالیف یہان کے لُطفون نے بُھلا دین اور وہ زور باندھا کہ بڑے بڑے عہدہ دارون کے ساتھ اسطرح پیش آجاتے کہ بہادر قومون مین رہکر اُن کے ایک چھوٹے سے افسر کے ساتھ بھی ایسی جرأت نکرسکتے اُسوقت ہندوستانی ریاستین علی العموم ایسی بے انتظامیون سے پاک صاف نہ تھین جو اودھ مین پائی جاتی تھین یہ کام کہین زیادہ تھے کہین کم- چنانچہ الور کے مہاراؤ راجہ بختاور سنگھ نے جو ۱۸۱۵ع مین فوت ہوئے ایکبار بیماری کے آرام نہونے کے سبب رسول شاہی فقیرون پر جنکے وہ بہت معتقد تھے جادوگری کا شبہہ کرکے بہت سے بےگناہون کے ناک کان کٹوا کر مٹکے مین بھروائے- لیکن اصلی بات یہ ہے کہ وہ ریاستین بہادرون کے زیر قدم تھین لکھنؤ کے رئیس اِس جوہر سے عاری تھے-

نواب امیر خان سے سرکار کمپنی نے عہدنامہ کیا تو علاوہ والی ملک بنانے کے

پانسو روپے روزانہ اُن کے بیٹے وزیر محمد خان کے لئے مقرر کئے جو ہندوستان
کے کمانڈر انچیف کی تنخواہ کے برابر ہے اور کمزور نواب اودھ کے پاس
گورنر جنرل کا ایک ایجنٹ صرف اس لئے رہتا تھا کہ وہ خط ایک کے
دوسرے کے پاس پہونچائے اس ایجنٹ کا خرچ اودھ کی ریاست پر
۱۱۲۲۳۰۰ روپیہ سالانہ ڈالا جاتا تھا۔ انگریزی رزیڈنٹ تو مہاراجہ
سیندھیا کے پاس رہتا اور ضعیف نواب اودھ اخراجات ادا کرتا اس کی
تفصیل آپ آصف الدولہ کے حال مین دیکھین سلیمن صاحب کو چاہیے تھا کہ
وہ اسی طرح تحمل سے اودھ مین کام لیتے جس طرح ہلکر اور سیندھیہ کے
دربار مین رہکر اُن کو لینا پڑتا اور زیادہ سے زیادہ واجدعلی شاہ کے
اختیارات سلب کر کے ایک کونسل جو ملکی ہندو مسلمان تجربہ کار اہلکارون
سے مرکب ہوتی مقرر کر دیتے یا بادشاہ کو معزول کر کے اُن کے کسی لائق
عزیز کو منصوب کر دینے کا مشورہ گورنمنٹ کو دیتے۔

کرنیل سلیمن کو یہانتک ریاست کا وقار گرانا منظور تھا کہ یکم ستمبر
۱۸۵۰ء مطابق ۲۶۔ محرم ۱۲۶۷ ہجری روز یکشنبہ کو عہدۂ سفارت
شاہی رزیڈنٹی سے موقوف کر دیا اور یہ تجویز کیا کہ دو مرتبہ ہر مہینے مین
بادشاہ اُن کے پاس جایا کرین اسی طرح وہ دو مرتبہ بادشاہ کے پاس
آیا کرین اس کے سوا جب ضرورت ہو رزیڈنٹ کا اسسٹنٹ بادشاہ سے
مل لیا کرے لیکن بادشاہ نے اس حکم کی منسوخی کے لیے بڑی تصریح کے ساتھ پرچہ
پیام لکھا اور اس تجویز سے مخالفت کی اسلئے ملتوی رہی۔

کرنیل سلیمن کا رخصت لیکر جانا اور جنرل اوٹرم صاحب کا اُن کی جگھ مقرر ہونا۔ اور اِنؔ کا بھی گورنر جنرل کو اودھ کا انتظام گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ مین لے لینے کا مشورہ دینا۔

کرنیل سلیمن صاحب نے علالت مزاج کی وجہ سے ڈاکٹر کی تجویز سے ۱۵ مہینے کی رخصت لی اور پرچۂ پیام بادشاہ کو بھیجا کہ مین تبدیل آب وہوا کی غرض سے ایک مہینے تک چھاونی منڈیاؤن مین رہونگا کپتان ہیر صاحب قائم مقام سرکارین کے مقدمات کا انصرام کرینگے اور ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۵۴ء مطابق ۲۱ محرم ۱۲۷۱ ہجری روز پنجشنبہ کی شام کو ۷ بجے ڈاک مین میرٹھ کو روانہ ہوے راہ مین ڈاکٹر کی تجویز مین کچھ خدشہ گذرا کہ شاید کارپردازان سلطنت سے موافقت کرکے اسی پردے مین لکھنؤ سے میرے اخراج کی تدبیر کی ہو اپنا خلجان رفع کرنے کے لئے میرٹھ کو گئے ڈاکٹرون کو جمع کرکے اپنی علالت مزاج اور آب وہوا کی تبدیلی کا حال بیان کیا۔ بالاتفاق سب نے کہا کہ ہمارے نزدیک آب وہواے شملہ تمھارے واسطے اچھی نہوگی بلکہ لکھنؤ کی آب وہوا اچھی تھی۔ چنانچہ اُنھون نے ڈاکٹرون کی اِس راے سے گورنر جنرل کو مطلع کیا مگر اُن کی تحریر مقبول نہوئی اور یہ جواب ملا کہ جنرل اوٹرم صاحب رزیڈنٹی لکھنؤ کے لئے عدن سے مقرر ہو چکے ہین بعد انقضاے مدت رخصت البتہ تم اپنی جگھ پر واپس جا سکتے ہو اس حکمت عملی کو اکثر سمجھے کہ دشمن نے اپنا وقت پاکر یہ صورت سلیمن صاحب کے اخراج کی

نکالی اور اُن کی مدت رخصت کو خواب پریشان سمجھے اور اپنی کوتہ اندیشی سے
سلیمن صاحب کی مدت رزیڈنٹی کی فروگذاشتین جمع کرکے ایڈیٹران اخبارات
کلکتہ کو کچھ دیکر عبارات رنگین مین چھپوائین اور یہ نہ سمجھے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا
سلیمن صاحب نے ایک انگریز تاجر برنڈن نامی کی حرکات ناشایستہ دیکھکر شہر سے
نکلوا دیا تھا اُسنے لندن مین جاکر نالش کی بہت سی خاک اُڑائی لیکن خاک حاصل نہوا
جب سلیمن صاحب چلے گئے اور بظاہر کسی طرح کا کھٹکا نرہا تو ۱۱۔ صفر ۱۲۷۱ھ ہجری
مطابق ۳۰۔ نومبر ۱۸۵۴ء روز جمعہ کو مرزا وصی علی خان بھی شادان و فرحان کاکوری
سے علی نقی خان وزیر کے پاس چلے آئے پانچ اشرفیان نذر دین اور وزیر کے
پانون پر سر رکھکر بہت سا شکر گذار ہوے اور بالاجمال رزیڈنٹ کی ناقہمی و ناانصافی
کی شکایت اور اپنا بچنا بیان کیا سلیمن صاحب کی رخصت کے زمانے مین کئی
انگریزون کے عہدۂ رزیڈنٹی پر مقرر ہونے کی خبر مشہور ہوئی چنانچہ سر جارج
شیکسپیر صاحب کی شہرت زیادہ تھی۔ مگر گورنر جنرل کی تجویز سے میجر جنرل جیمس اوٹرم
صاحب لکھنؤ کے رزیڈنٹ مقرر ہوے کیونکہ گورنر جنرل اودھ کے متعلق جو کام کرنے
والے تھے اُسکے لئے یہ کرنیل سلیمن سے بھی زیادہ موزون تھے۔ اوٹرم صاحب پہلے
کلکتے کو آئے گورنر جنرل کی ملاقات کے بعد روانہ لکھنؤ ہوئے مسیح الدولہ سفیر شاہی عارضۂ
دنبل وغیرہ مین گرفتار تھے کپتان ہیر صاحب کی تحریر کے ذریعہ سے کشان کشان
کانپور گئے۔ ۴۔ دسمبر ۱۸۵۴ء مطابق ۸۔ ربیع الاول ۱۲۷۱ھ ہجری روز دوشنبہ کو
نصف شب کے وقت رزیڈنٹ کوٹھی دلکشا مین داخل ہوے ۵۔ دسمبر کو مرزا
ولی عہد اور علی نقی خان وزیر اور دوسرے امرا جلوس شاہی کے ساتھ استقبال

کو گئے شاہ منزل مین ٹی پارٹی ہوئی۔ بعد اسکے صاحب رزیڈنٹ اور صاحب اسسٹنٹ
مرزا ولی عہد اور علی نقی خان کے ساتھ بادشاہ کی ملاقات کو گئے۔ شوقیہ چند کلمات
کے بعد عطر و ہار لیکر رخصت ہوے تھوڑی دیر کوٹھی رزیڈنٹی مین ٹھہر کر چھاؤنی
منڈیاؤن مین چلے گئے اور خزانہ رزیڈنٹی کے کاغذات پر متوجہ ہوئے اور باقی سب
کام کپتان ہیر صاحب کے حوالے ہوئے جنرل وٹرم صاحب اور کرنیل سلیمن صاحب سے
خط وکتابت جاری تھی سلیمن صاحب نے اپنے عہد کی تمام خرابیون کا حال جو صوبہ
اودھ مین واقع ہوتی رہین اوٹرم صاحب کو سوجھا دیا اور جو شخص اِن خرابیون کے
بانی تھے اُن کے حالات لکھ بھیجے لیکن اسکے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ سلیمن صاحب نے
دو برس کی رخصت طلب کی ہی غالب ہی کہ کانپور سے کلکتے کو روانہ ہون اور
گورنر جنرل سے ملکر لندن کو چلے جائین اُنھین دو عارضے مہلک تھے ایک ذیابطیس
دوسرا آشوب چشم۔ چنانچہ جب کلکتے سے جہاز پر سوار ہوے کئی دن کے بعد مر گئے
کم فہم اور ناعاقبت اندیش اُنکے لکھنؤ نہ آنے سے بہت خوش ہوئے تھے کہ خدا نے ہماری
دعا مستجاب کی مگر اُن ثمرات کو نہ سمجھے جو اُنھون نے اپنے تردد سے اِس سرزمین پر
کشتکاری کی تھی کہ یہ اپنی فصل پر نشوونما کر کے اپنا ثمرہ دکھلائینگے جنرل وٹرم صاحب
بھی دل سے یہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی ریاستین جو چند باقی ہین وہ قائم رہین۔
اُن کے نام بھی لارڈ ڈلہاوزی کا حکم آیا کہ اودھ کے انتظام کا حال اور رعایا کی کیفیت
دیکھ کر لکھو کہ اب بھی وہان پہلی ہی سی صورت ہی یا کچھ درستی ہو گئی ہی اُنھون نے
یہ لکھا کہ نہ تو ابتک کسی فوج کی درستی ہوئی اور نہ آئندہ کسی اصلاح اور فلاح ملکی کی
امید ہی اب گورنمنٹ پر موافق عہدنامون کے واجب اور فرض ہی کہ ملک کے انتظام کو

اپنے ہاتھ مین لے لینے مین ذرا سا بھی تامل نہ کرے اور اِس کام کے واسطے بہت جلد قطعی تدابیر عمل مین لائے اُنھون نے یہ بھی بیان کیا کہ پچاس لاکھ آدمی جنکے واسطے عمدہ گورنمنٹ ہونے کے لئے ہم کفیل ہین وہ فقط اِس بادشاہ اور اُسکے خاندان کے قائم رکھنے کے اندر تباہ و برباد ہو رہے ہین۔

لارڈ ڈلہاوزی اور اُن کی کونسل کا بادشاہ اودھ کے ملک کی دیوانی و فوجداری اور سپاہ کے اختیارات سرکار کمپنی کے انتظام مین داخل کر لئے جانے کے بارے مین کورٹ ڈائرکٹرز کو درخواست کرنا۔ وہان سے اودھ کو سرکار کمپنی کے ملک مین داخل کر لینے کے واسطے حکم ہونا۔ گورنر جنرل کا ملک اودھ کو ضبط کر کے تخت بادشاہی کو بالکل اُلٹ دینا

اب گورنر جنرل نے ایک یادداشت نہایت مفصل لکھی برسون سے جو شہادتین بدنظمی ملک اودھ کی بیش ہوتی تھین اُنکو بالتفصیل لکھا اور جو رائین اِس معاملے مین تھین لکھین اور اُنھون نے اِس سے قطع نظر کی کہ آسودگی رعایا کی خاطر سلطنت کا لینا گورنمنٹ پر واجب ہی اُس مین بیان کیا کہ اگر ہماری سپاہ اودھ مین موجود نہ ہوتی تو رعایا نے اپنا ہاتھ پتھر کے تلے سے کبھی کا نکال لیا ہوتا اور اُنپر ہرگز ظلم و ستم نہ ہونے پاتا اسلئے چُپ چاپ رہنا ہمارے انصاف اور عدالت کا مقتضی نہین ہے

گویا بادشاہ نے اُن عہدون مین جو رعایا کی آسائش کے لئے کیے گئے تھے بیوفائی کی مگر برٹش گورنمنٹ کے جو اتحاد اور اخلاص کے پیمان تھے اُن مین سرمو عہد شکنی نہین کی بلکہ وہ ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کی ضرورتون کے وقت مین اپنے مقدور کے موافق مددگار اور معاون رہے اسلئے احسانمندی اور انصاف کا اقتضا یہ ہے کہ ہم رعایا کی آسودگی اور بہتری کے لئے بادشاہ کی علو مرتبگی اور عالی منصبی مین جسقدر ممکن ہو تنزل کم کرین - ملک کی ترقی اور رعایا کی بہبودی بغیر اسکے بھی ہو سکتی ہی کہ ملک اودھ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ بنایا جائے اور تخت بادشاہی بالکل اُلٹ دیا جائے - اِس لئے میری رائے نہین ہی کہ ملک اودھ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ بنایا جائے - بلکہ جسقدر ملک بادشاہ کے قبضے مین ہی وہ اُس کے بدستور بادشاہ بنے رہین لیکن دیوانی اور فوجداری اور سپاہ کا انتظام کمپنی کے سپرد کردین اور سالانہ روپیہ اُنکو اِسقدر ملا کرے جس سے وہ اپنی شان شاہی کو نبھائے رہین - اِس رائے کے ساتھ سر برنٹر پی کاک ممبر کونسل نے اتفاق کیا - سرجان گرینٹ نے اختلاف کیا اور کہا کہ اودھ سرکاری عملداری مین شامل کرنا چاہیے - جرنیل لو نے جو پہلے لکھنؤ کے رزیڈنٹ بھی رہ چکے تھے یہ کہا کہ ملک اودھ مین بدانتظامی اِس مدت دراز سے پھیل رہی ہی کہ جب تک وہ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ نہین بنے گا وہان کا عمدہ انتظام ہی نہین ہوگا غرض لارڈ ڈلہاوزی کی اِس رائے کے مخالف بھی ہو گئے کہ سلطنت کا ست نکال لینا چاہیے مگر اُسکی کھال مین استخوان باقی رکھنا چاہیے کہ وہ مردہ بصورت زندہ نظر آتی رہے اور بالکل نظرون سے غائب ہو کر دفن نہ کی جائے - آخر کو یہ سب رائین اور کرنیل سلیمن اور جرنیل اوٹرم کی

رپوٹین کورٹ ڈائرکٹرز کی خدمت مین بھیجی گئین دو مہینے تک وہان بہت غور وخوض کیا گیا۔ لارڈ ڈلہاوزی کی راے کے خلاف سب ڈائرکٹرون کی بالاتفاق یہ راے ہوئی کہ اودھ کو ممالک سرکار کمپنی مین داخل کرلینا چاہیئے اور تخت شاہی کو قائم نہ رکھنا چاہیے۔

ہندوستان مین جس وقت یہ حکم آیا لارڈ ڈلہوزی اُسوقت ایسے علیل تھے کہ ہل بھی نہین سکتے تھے اُن کو یہ خیال ہوا کہ ایسا خطرناک کام اپنے جانشین کے عین ابتدائی زمانۂ حکومت کے لئے چھوڑ جانا انصاف کے بہت بعید ہوگا۔ اور اگرچہ کورٹ آف ڈائرکٹرز کے پس وپیش کے باعث اُن کو اِس نازک کام کے انجام دینے کے لیے صرف چند ہفتے رہگئے تھے تاہم اُسکا اختتام کو پہونچانا رعایاے اودھ کے حق مین وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اور اپنے دل کا حال ایک خانگی خط مین اِس طرح بیان کیا ہی کہ اِس فرض کے ادا کرنے کی نیت سے خداے قادر مطلق کی عنایت پر بکمال عجز وانکسار بھروسہ کرکے مین اِس خدمت کو جسپر لکھوکھا بندگانِ خدا کی آزادی اور بہبودی موقوف ہی سنجیدگی تمام ادا کرنے پر آمادہ ہون اور اگرچہ میرا دل تشویش سے خالی نہین مگر اُسکے ساتھ ہی مجھکو اِس بات کا اطمینان کلی حاصل ہی کہ اِس فعل کے حق بجانب ہونے مین ہرگز شک نہین گورنر جنرل نے اِس حکم کی تعمیل بڑی سرگرمی سے کی سپاہ کو سرحد پر جانے کا حکم ہوا۔ جب فوج انگریزی کے کانپور مین جمع ہونے کی خبرین اُڑین اور اِس بات کے سب مین چرچے ہونے لگے تو بادشاہ نے رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ سے اِس باب خاص مین دریافت کیا اُسنے جواب دیا کہ راجہ نیپال لاکھ آدمیون کی جمعیت کے ساتھ اپنے مقام پرستش کو جاتا ہی اُسکے اہتمام کو

فوج سرکار جمع ہوئی ہو آپ رعایا کی تشفی کے لئے اشتہار جاری کردین تاکہ فوج کا مطلب دل سے جاتا رہے اور جو کوئی اس کے خلاف سمجھے گا مجرم سرکار ہوگا اور مین بھی صاحب مجسٹریٹ کانپور کو شہر مین منادی کردینے کے لیے لکھتا ہون۔ جنرل وٹرم گورنر جنرل سے اِس باب مین مشورہ کرنے کو گئے تھے اُن کو ہدایت ہوئی کہ وہ بادشاہ سے اِس عہدنامے پر دستخط کرائین کہ مین سلطنت اودھ خود سرکار کمپنی کے حوالے کرتا ہون۔

۳۰- جنوری ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲- جمادی الاولی ۱۲۷۲ھ ہجری روز چہارشنبہ کو کپتان ہیر صاحب جنرل وٹرم صاحب کے استقبال کو ناکہ چارباغ تک گئے علی نقی خان بھی بعد زوال شمسی نہایت اطمینان کے ساتھ استقبال کو گئے اُس وقت تک کسی طرح کا کھٹکا و وسوسہ بلکہ گمان بھی دل مین نہ تھا اور جو کچھ افواہ خلائق یا دوستانِ دور و دراز سے سنتے تھے اُسے نٹل۔ افسانۂ بازاری جانتے تھے۔ بمبئی کے کئی تاجرون اور عملۂ انگریزی نے متواتر بذریعۂ خطوط اور بعض نے بالمشافہ خبر پہونچائی اور بعض انگریزون نے پارلیمنٹ لندن کی تجویز کی بھی اطلاع کردی اور اُس کی صورتِ اصلاح امکانی بھی بتائی لیکن ارکانِ سلطنت ان سب باتون کو لغو و مہمل سمجھے اور اگر کسی نے مقربانِ بادشاہ سے کہا مثل خواب پریشان سمجھ کر اُڑا دیا غرض ۳ بجے جنرل وٹرم صاحب داخل رزیڈنٹی ہوئے تو پین سلامی کی چلین اُس وقت جنرل صاحب نے علی نقی خان سے کہا کل دس بجے ہمارے پاس آؤ گورنر جنرل کے احکام تم کو سُنائین گے اور سرکار کمپنی کی فوج ممالک محروسہ کے انتظام کے لئے آتی ہے آپ کسی امین کو اہتمام رسد کے لیے

روانہ کرین غرض اُسی وقت راجہ جے لال سنگھ اہتمام رسد کو روانہ ہوئے۔ پنجشنبے کو
علی نقی خان وزیر خواب غفلت سے بیدار ہوئے معلوم نہین تمام رات کس خواب
وخیال مین کٹی اب دلپر افکار کا ہجوم ہوا وقت خاص پر صاحب رزیڈنٹ کے
پاس پہونچے اُنھون نے کہاکہ نواب گورنر جنرل نے حسب الحکم کورٹ ڈائرکٹرز
۱۲ لاکھ روپیہ سالانہ مصارف ذات بادشاہ کے لئے اور تین لاکھ روپیہ عملہ وشاگرد پیشہ
کے لیے مجموع پندرہ لاکھ روپیہ مقرر فرمایا ہی اور نواب شجاع الدولہ کی اولاد کی تنخواہ
اپنے ذمے لی ہی اور ملک محروسہ کا انتظام موافق دستور سرکار کمپنی کے ہوگا محبت نامہ
بھی انھین احکام کا بادشاہ کو پہونچیگا۔ اور یہ جدید عہدنامہ گورنر جنرل نے تجویز کیا ہی
چاہیے کہ اِسپر بادشاہ اپنی مُہر کمال رضامندی سے کردین اور اس بارے مین تمہاری
بڑی خیرخواہی سرکار کمپنی مین ہو گی کیونکہ تم کو بادشاہ کے مزاج مین پورا دخل ہی
اسکے جلدو مین لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر بادستور قصبۂ مچھر ہٹہ نسلاً بعد نسلٍ تمہارے
واسطے مقرر ہوگا ورنہ درصورت خلاف مجرم سرکار قرار پاؤگے۔ بعد زوال شمسی جس سے
نیر اقبال سلطنت پر زوال آیا وزیر نے مراجعت کی اور نہایت مضطرب الحال بادشاہ
کے پاس آئے اور حقیقت حال مشروحًا بادشاہ سے عرض کی اور بہت سا نشیب وفراز
سمجھایا مقربان خاص نے بھی بالاتفاق وزیر کے خوف سے بقاے دولت کی یہی صلاح
عرض کی بلکہ مہاراج بالکرشن نے اصل مطلب کا راضی نامہ لکھکر نظر انور مین گذرانا اِس
عرصے مین بادشاہ کی والدہ اور محمد جواد علی بادشاہ کے حقیقی بھائی آئے اور اُنھون نے
مشورہ دینے والون کو کلمات پرغضب کہے اور اِس صلاح کو رد کیا جمعہ کے دن عصر کے وقت
صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے کہا کہ نواب گورنر جنرل نے

حسب الحکم کورٹ ڈائرکٹرز باجازت وزیر اعظم انگلستان بنظر اتحاد و روابط قدیم اس خاندان عالی شان کے کمال عطوفت و خیر خواہی سے مشاہرۂ مذکورۂ بالا آپ کے لیے مقرر فرمایا ہی اور تمام بارِ تکالیفِ شاقۂ انتظام ممالک محروسہ بذات خود گوارا کیا ہی بہر صورت پرورش رعایا اور آبادی ملک اور دادرسی مظلومان اور دولت خواہی و خیر اندیشی حضرت مرتکز خاطر ہی۔ اب حضرت ان تکالیف لاحقہ سے فارغ البال ہو کر شب و روز اپنے عیش و عشرت مین بسر فرمائین اور انصاف شرط ہی کہ بادشاہ دہلی جو تمام ہندوستان کا مالک تھا اُس کے لیے لاکھ روپیہ ماہوار مقرر ہو۔ پس آپ کے واسطے سب طرح سے سمجھکر مقرر کیا ہی اور اب کوئی مقام افہام و تفہیم کا باقی نہین رہا کس واسطے کہ کرنیل سلیمن نے اپنی مدت منصوبی مین ہر جزو کل مین کس طرح سمجھایا اور ہر امر مین آپ کو اختیار دیکر آپ خود ممد و معاون رہے مگر اُن کی اس خیر خواہی کو مدار المہام سلطنت محض اپنے طمع نفسانی و فہم نادرست سے پرکاہ کی برابر بھی نہ سمجھے بلکہ اُسکے خلاف مین کوشش بیفائدہ کرتے تھے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد سے آج تک جسقدر عہد نامے ہوئے وہ سب منسوخ ہوئے کیونکہ جب تعمیل اُن کے خلاف ہوئی ہمنے تامل و تساہل مین ملتوی رکھا اسلئے یہ نیا عہد نامہ ہی حضرت اسپر اپنی استرضاے خاطر مبارک سے بلا اکراہ و اجبار مہر کردین کہ ہمیشہ طریق روابط اتحاد قدیم و رسوم معاشرت و ملاقات و دستور تعظیم و تکریم بالاترا ایام سابقہ سے سرکار کمپنی کی طرف سے حضرت کے ساتھ عمل مین آئے گا جو خوشنودیِ خاطر اقدس اور اعتبار خاص و عام کا موجب ہوگا۔ اور نارضامندی و نامنظوری و ناگواراے خاطر ہمایون کی صورت مین اس باب خاص مین نواب گورنر جنرل کے ملال خاطر کا موجب ہوگا اور ایک عہد نامہ بادشاہ کو دکھایا جس کا

مضمون یہ تھا کہ کل ملکی اور جنگی حکومت اودھ کی گورنمنٹ انگریزی کے اختیار مین ہمیشہ کے لیے رہے اور خطاب شاہی بادشاہ حال تک رہے اور اُنکی اولاد ذکور صلبی تک بادشاہ کی عزت و توقیر قائم رہے اور اُنکا کل اختیار محل مین اور دلکشا مین اور موضع بی بی پور مین رہے۔ مگر اُن کو اختیار سزاے قصاص دینے کا نہوگا۔ اور بادشاہ واجد علی شاہ بارہ لاکھ روپیہ سالانہ واسطے مصارف کے پائین گے جس سے حیثیت شاہی قائم رہے اور سوا اسکے تین لاکھ روپیہ سپاہ چوکی پہرہ محلات کے خرچ کے لیے اُن کو ملیگا اور اُن کے جانشین کو صرف بارہ لاکھ سالانہ ملیگا اور اُن کے ہم جدی واسطہ دارون کو گذارہ گورنمنٹ انگریزی سے ملیگا۔

آثار محشر مین لکھا ہی کہ اُس زمانہ مین یہ مشہور ہوا تھا کہ اوٹرم صاحب کو گورنر جنرل نے اتنی باتون کے لیے حکم دیا تھا۔ (۱) بادشاہ اور اُن کے اقارب واعزہ کے لیے پندرہ لاکھ روپئے مقرر ہوئے ہین۔ (۲) سرکار کمپنی کو ملک رضامے خاطر سے دینے کے کاغذ پر بادشاہ سے دستخط کرالین (۳) اگر بادشاہ مہر نہ کرین تو اُسکی کیفیت تحریر کرین۔ (۴) بادشاہی توپخانہ ضبط کرلین۔ (۵) بادشاہ دلّی یا آگرہ مین رہین۔ (۶) گوالیار چونکہ قریب ہی اِس بارہ مین کمیٹی کرنے کے بعد حکم دیا جائیگا (۷) جہان کلکٹری یا مجسٹریٹی ہو وہان بادشاہ کا قیام ہونا چاہیے۔ (۸) بادشاہ کے عزیز واقارب شہر سے علٰحدہ کردئے جائین یا بادشاہ کے ساتھ چلے جائین۔ (۹) اودھ مین دو برس تک جرنیلی کا عمل درآمد رہے۔ (۱۰) بادشاہ کے رشتہ دارون کے ہاتھ مین جسقدر نوٹ ہین دو سال تک اُن کی آمدنی اِن لوگون کو نہ ملے۔ (۱۱) جملہ ساکنان لکھنؤ سرکار انگریزی مین روزگار کرین۔ (۱۲) تمام بادشاہی عہدہ دار قید ہون۔

(۱۳) اہلکاران شاہی نے جو کچھ زر محاسبہ وصول کیا ہو وہ سپاہ کی تنخواہ مین دیدیا جائے۔ (۱۴) تنخواہ عملۂ بادشاہی کی سرکار کمپنی سے تعلق رکھے۔ (۱۵) جو اہلکار محاسبے سے پاک ہون اُن سے تعرض نہ کیا جائے۔ (۱۶) بادشاہ جہان رہنا چاہین دو ماہ مین وہان اپنا اسباب اُٹھا لیجائین۔ (۱۷) بادشاہ کے ہر ایک عزیز و اقارب کی نانکار ضبط کر لی جائے۔ (۱۸) زمیندار لوگ دو برس تک اپنی اپنی زمینداری سے بے دخل رہین اور تحصیلدار اُن کے علاقے کا زر تحصیل رعایا سے وصول کر کے انگریزی خزانے مین داخل کرین۔ (۱۹) تحصیلدارون اور چکلہ دارون سے ایک سال کی ضمانت لے لی جائے انتہی اِنمین سے بہت سی باتین بے اصل معلوم ہوتی ہین۔

منشی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ رزیڈنٹ نے جس وقت بادشاہ سے اِس عہدنامے پر دستخط کرنے کے لیے کہا تو اُس شامت زدہ کے حواس بجا نہ تھے وہ اِس طرح روتا تھا جیسے کہ دائی کی گود مین بچہ گھُٹّی دینے کے وقت روتا ہے اپنی پگڑی اُسنے رزیڈنٹ کے پیرون مین رکھدی اور عہدنامے پر دستخط کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا کہ مین ایسے جبر و ظلم صریح پر کسی طرح راضی نہین ہو سکتا اگر مدار المہام اور اہالیان سلطنت کی غفلت سے امور مرجوعہ سلطنت مین خرابی پائی جاتی ہے تو اِس صورت مین اِس کی اصلاح اُن کے تغیر و تبدل سے ممکن ہے نہ یہ کہ اِس حیلے سے ملک پر قبضہ کر کے وارث سلطنت کو معطل و بے دخل کر دیا جائے۔ نواب گورنر جنرل کے ارشاد سے تعجب ہے کہ مواخذہ ہمارے آبائے کرام کا جو قدیم سے مکنون خاطر ہوتا چلا آیا ہے وہ سب میرے زمانے پر منحصر رکھا تھا جو عہدنامے سرکار مین ہوئے ہین کیونکر اُن کے اور عدالت کے خلاف ہوگا ہمارے آبائے کرام نے کبھی عہدشکنی نہین کی

اِس واسطے کہ ہر عہد سلطنت مین جس طرح عہدنامہ مرکوزِ خاطر اہالیان سرکار کمپنی ہوا
ہرامر ناسخ کو جب چاہا منسوخ کرکے دوسرا داخل کیا ہمارے آبائے کرام نے اُسے بکمال
رضامندی بلااکراہ قبول کیا اور کبھی سبقت اپنی طرف سے کسی عہدنامے کے
تبدل و تغیر کی نہین کی بہرحال سرکار کمپنی کی مرضی کے تابع رہے۔ اور مشکل
وقتون مین فوج اور روپے اور اسباب ورسامان ضروری سے اعانت مین مضائقہ
نہین کیا اور اپنے آپ لاکھون روپے کا نقصان گوارا کیا اور کبھی اُسکی شکایت
نہین کی اور سلطنت کی بعض رعایا واقربا کی حمایت سرکار کمپنی نے اپنی عدالت کے
خلاف کی اُسکے لیے اپنے حلم وبردباری سے سرکار کمپنی کی مرضی کو مقدم سمجھا - بادشاہ کی
والدہ جو اُسوقت شریک صحبت تھین اُنھون نے اِس جلسین سے بہت کلمات آشتی
جو مناسب حال تھے فرمائے اور کہا کہ یہ ٹکڑا زمین کا جو ہمارے قبضۂ واختیار مین ہے
محض عطیۂ جناب ملکۂ معظمہ (کوئن وکٹوریہ) ہی گورنمنٹ انگریزی کی ہمت سے اُسکا
چھین لینا بہت بعید ہی کہ خود تاج بخشی کی وزارت سے مرتبۂ بادشاہی دیا اب
بے قصور ایسے امر کا صدور شان وشوکت شاہنشاہی کے خلاف ہی کہ فقط حیلۂ غفلت
ٹھہراکر ایسی اہانت وتوہین سے ملک چھینا جاتا ہی - ہندوستان مین جن یاستون
مین نوبت فتنہ وفساد وجنگ وجدل کی پہونچی پھر اُن کا ملک اُن کے وارثون کو دیدیا ہے
اور ہمارے ساتھ باوجود اِس طاعت وفرمانبرداری کے جو ہمیشہ سے ہوئی بے التفاتی ظاہر ہو
اگر سلطنت کے کامون مین بادشاہ کی طرف سے غفلت شعاری ہی تو سرکار کمپنی نے پہلے
جلوس کے وقت لیاقت وقابلیت کا امتحان لے لیا ہوتا اور اگر مدار المہام سلطنت کی
غفلت ہی تو مواخذہ اور سیاست اُنپر ہونا چاہیے آپکو اختیار ہے - کوئی بھی انتظام

اور اصلاح حال کے بہانے سے کسی کا گھر چھینتا ہے یہ بات انصاف سے دور ہے۔
یا جس کی طرف آپ کو مظنۂ تخریب ہو ہم اُسکو آپ کے حوالے کر دین۔ رزیڈنٹ نے
جواب دیا کہ ہم کو تمام باتون کا مواخذہ منیب سے چاہیے نہ نائب سے۔ والدۂ بادشاہ
نے جواب دیا کہ جب آپ یا نواب گورنر جنرل ہماری فریاد نہ سُنین تو اُسوقت ہم اپنا
عرض حال جناب ملکۂ معظمہ سے کرین اور یہ تاج اور عبا ے خاص عطیۂ ملکۂ عالیہ ہے
جسے ہم اپنا مزید تفاخر سمجھتے ہین اِس امانت سرکار انگلش کو سرکار مین دیدین۔
رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ ہم کو اور نواب گورنر جنرل کو اس مین کچھ دخل نہین اور
یہ تصور نہ فرمائیے کہ بے اجازت صاحبان کورٹ ڈائرکٹرز اور بے حکم ملکۂ معظمہ کے
ایسا بڑا کام از خود کیا ہے اگر وزراے سلطنت آپ کو اجازت ولایت جانے کی دیدین
اُسوقت بعد تنقیح کلی ملک کے تفویض کرنے کا جناب ملکۂ معظمہ کو اختیار ہے۔ پھر والدۂ
بادشاہ نے کہا کہ اگر آپ واجد علی شاہ سے ناراض ہین تو میرے دوسرے بیٹے جنرل
سکندر حشمت کو وارث سلطنت کیجیے یا مرزا ولی عہد کو بادشاہ بنائیے اور اجراے
امور سلطنت عملداری سرکار کمپنی کے موافق اہالیان سرکار کمپنی کی طرف سے عمل مین
آئے والدہ بادشاہ کی اِس تقریر کے بعد جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم زوجہ
محمد علی شاہ نے کہ واجد علی شاہ کی دادی ہین کہا کہ سب سے بالاتر یہ ہے کہ امجد علی شاہ
کے بیٹے مصطفےٰ علی خان کو تخت پر بٹھائیے اگرچہ وہ ہماری غیر کفو عورت سے ہین
رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اُنکی تخت نشینی سے تمکو کیا فائدہ کھیتو بیگم نے کہا کہ اس نظر
سے کہ نام سلطنت باقی رہے اور یہ بدنامی ہمارے نام سے جاتی رہے۔ یہ سُنکر جنرل
اوٹرم صاحب رخصت ہوئے۔ اِس خبر وحشت اثر کے مشہور ہوتے ہی بادشاہی محلات

اور تمام شہر مین گھر گھر مین عجب ماتم برپا ہوا۔ اور ہر ایک دیوار و در سے وحشت و
ویرانی برس رہی تھی۔ تین دن تک کسی نے کچھ نہ کھایا۔
اب بادشاہ کو اپنے وزیر کی دیانت داری و وفا شعاری اور لیاقت و خوش کرداری
کا حال معلوم ہوا مگر اب کیا ہو سکتا تھا وقت تدبیر کا ہاتھ سے جا چکا تھا اُسکی کردار
ناسزاوار کا علاج اور چارہ کچھ نہو سکتا تھا کفِ افسوس ملکر رہ گئے۔
اب بعض نامی اشخاص اصلاح کے درپے ہوئے چنانچہ نواب محسن الدولہ اور
نواب منورالدولہ اور شرف الدولہ محمد ابراہیم خان وغیرہ کی رائے اِس بات پر
قرار پائی کہ بادشاہ نے جو عہد اور راضی نامے سے انکار کیا ہے اُسپر مستقل و قائم رہین
اور انگریزون کا شک و شبہہ دفع کرنے کی غرض سے ملازمین شاہی کو حکم قطعی پہونچے
کہ کوئی شخص ہتھیار نہ باندھے اور توپین جہان جہان ہین چرخ سے گرا دیجائین اور دروازون
کے سپاہی گارد اور پہرے کے اپنے اپنے ہتھیار میگزین مین داخل کردین فقط لاٹھیون سے
پہرہ دین انگریزون کے تردد کا یہ پہلا مرحلہ بآسانی طے ہو گیا۔ تاہم انگریزون نے احتیاطاً
دو کمپو شہر مین بُلا لیے اِس عرصے مین اور بھی انگریزی فوج یعنی گورون اور ہندوستانیون
کی پلٹنین اور ترک سوارون اور گورون کے رسالے اور گھوڑ چڑھے توپخانہ کی بارہ
توپین اور بیل باتری کی بارہ توپین شہر کے پاس آگئین اور یہ فوج کربلائے تال کٹورہ
کے قریب عالم باغ کے سامنے میدان مین ٹھہری فوج کہتی تھی کہ ہمارے انگریز
قیصر باغ کو قیصر گڑھ تصور کر رہے تھے ورنہ اس قدر فوج لانا عبث تھا اور کیونکر ایسا
شبہہ نہوتا جہان فوج شاہی کے سوار و پیادے جنگ جو کی کثرت پچاس ہزار سے کم نہ تھی
اسکے سوا زمیندار اور تعلقہ دار اور راجے اور ملک محروسہ کی تمام رعایا مسلح تھی مگر

افسوس ہی کہ یہان سب نے نامردی کی اور اہلکارون نے بڑی نمک حرامی کی۔
روز دوشنبہ ۴۔فروری کو صاحب رزیڈنٹ اور کپتان ہیراور جنرل ایلا صاحب
کمان افسر فوج بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل کی تحریر جو بادشاہ کے نام پر تھی دی
اُس مین کئی مدین بہت توضیح سے لکھی ہوئی تھین اور پچھلے معاملات کی تفصیل مسند نشینی
نواب سعادت خان کے عہد سے اس وقت تک تھی اور ہر امر جزئی وکلی مین سلطنت
کی بے التفاتی اور بعض الفاظ بادشاہ کی غفلت اور بے پروائی کے بیان مین درج تھے
بادشاہ نے جب اسکو پڑھا تو دل پُر درد سے بے اختیار ایک آہ کھینچکر جناب باری
کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ خداوندا تو شاہد حال ہی کہ مجھپر یہ جفا اور جبر صریح ہی اور حیلۂ
انتظام سے میرا گھر مجھ سے چھینا جاتا ہی۔مین کبھی گوارا نہ کرونگا کہ یہ آبرو ریزی خاندان
سلطنت کی میری وجہ سے ہو تھوڑی دیر کے بعد جو کچھ افاقہ ہوا تو رزیڈنٹ نے
دلجوئی کی راہ سے بادشاہ کی تسکین خاطر کے لیے کہا کہ بخدا ہمارا قلب بھی متحمل نہین
ہوسکتا کہ آپ کو ایسے صدمۂ روحانی مین دیکھین۔جب نواب گورنر جنرل نے یہ احکام
ارشاد فرمائے تھے تو میرے قلب کا بھی عجب حال ہوا تھا۔بہر حال یہ راضی نامہ فارسی
وانگریزی مضمون واحد کا حاضر ہی برضا ورغبت اسپر مُہر فرمائیے کہ مین نے ملک محروسہ
سرکار کمپنی انگریز بہادر کے تفویض کیا اور مشاہرہ مجوزہ بہ طیب خاطر بلا اکراہ قبول کیا
بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر حکم صدر بد عملی وبے انتظامی وعدم تحصیل زر کی نسبت ہی
تو تفویض ملک مین مضائقہ نہین ورنہ جبر وتعدی سے نہین ہوسکتا۔اسکے بعد رزیڈنٹ
نے کہا کہ سات مکان وسیع مثل شاہ منزل۔مبارک منزل۔خورشید منزل
سکندر باغ۔بادشاہ باغ۔رمنہ۔اور کوٹھی دلکشا سیر وتفریح کے لیے آپ کے

قبضہ و اختیار مین رہینگے۔ باقی تمام مکانات شاہی ہمارے قبضے مین آئین گے۔
جن مین عدالتین نشست کرینگی حکام کا قیام ہوگا اور املاک شاہی مین جو خون ہونگے
تو اُن کا تصفیہ بھی ہماری تجویز سے ہوگا۔ آج سے تین دن تک آپکو اختیار ہے بعد
اسکے ہمارے احکام جاری ہونگے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے راضی نامہ جو وزیر کے ذریعہ
سے حاصل ہوا تھا بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میری اسپر مہر ہے
یہ درست ہی لیکن جب مین نے برضامندی مہر کی ہو تو پھر میرے انکار کا کیا سبب ہے
اور جب آپ خود ہر امر جزئی کو بالمشافہ کہتے ہین پس ایسے امر عظیم کے واسطے مجھ سے
کیون نہ پوچھا اور یہ مہلت تین دن کی کیا ضرور ہی آپ کو ہر وقت اختیار ہی۔ پھر رزیڈنٹ
نے کہا کہ اگر ہماری رضامندی کے موجب کیجیے گا تو وہ امر کرینگے جو باعث مسرت ہوگا
اور اگر ہماری ناراضی منظور ہی تو قیام لکھنؤ بھی دشوار ہوجائیگا۔ والدۂ بادشاہ نے
جواب دیا جو خرابی اس گھر کی تمھاری بدولت ہونی تھی ہو چکی اس سے بدتر اور کیا
ہوگا اب قیام اس شہر کا اور دوسرے کا اور جو جا ہو دونون برابر ہین اس سے زیادہ
ہماری آبروریزی کیا ہوگی اور جبر صریح اس سے زیادہ کیا ہوگا صاحب رزیڈنٹ
بعد اسکے رخصت ہوے جب درِ دولت پر پہونچے تو گارد نے دستی سلامی دی اور جا بجا
پہرون کو بے ہتھیار دیکھکر متعجب ہوئے مصلح السلطان سے پوچھا جواب دیا کہ بادشاہ
نے فوج سرکاری کی آمد کی وجہ سے صاحبانِ انگریز کے رفع ترددات کی غرض سے
ملازمان سلطنت اور رعایاے شہر کو ہتھیار باندھنے کی ممانعت کردی ہی اور توپین بھی
اِسی واسطے چرخ سے گرادی ہین۔ روز پنجشنبہ ۷ فروری کو اول صبح سے ایک
تلاطم عظیم شہر مین برپا ہوا اور کوچہ و بازار مین رعایا منادی صور اسرافیل کی منتظر ہی

کوتوال شہر کوٹھی رزیڈنٹی مین اس منادی کے لیے حاضر تھا لیکن منادی موقوف رہی رعایائے شہر خاص بازار سے بیلی گارد تک جمع تھی اِس عرصے مین صاحب رزیڈنٹ نے وزیر کو طلب کیا تو بادشاہ کے حکم سے علی نقی خان داخل رزیڈنٹی ہوئے اور اُن سے ملاقات کرکے پھر آئے۔ اِس موقع پر ایک ثقہ آدمی نے وزیر کو بازار سے گذرتے دیکھا تھا اُن کا بیان ہو کہ آزاد آدمی اُسپر تف اور لعنت کی آوازے کستے تھے اور نہایت سخت الفاظ مین تعریض کرتے تھے۔

اِسکے بعد مہاراجہ بالکرشن اور شرف الدولہ غلام رضا اور منصف الدولہ سید باقر افسر عدالت اور مرزا علی رضا کوتوال شہر اور میر نادر حسین مہتمم روندا اور دوسرے اہلِ خدمت مثل بندہ علی خان اور دیانت الدولہ اور احسن الدولہ اور اعظم علی بیگ اور طالب علی وغیرہ حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے صاحب رزیڈنٹ سے اپنی خدمت کو بیان کیا صاحب رزیڈنٹ جو اس وقت چیف کمشنر تھے ہر ایک کو ہر ایک صاحب کے سپرد کرتے تھے۔ باقی درجۂ دوم کے اہلکارون کو حکم ہوا کہ تم اپنے اپنے متعلق کے کام سے ہوشیار رہو خلاف حکم سرکار نہ کرنا ورنہ نارسا ٹھہروگے بعد اسکے سب رخصت ہوئے۔ مرزا علی رضا کوتوال شہر نے چاہا کہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائے لیکن چیف کمشنر نے اُس کا استعفا قبول نہ کیا اور تنخواہ مین دو سو روپئے اضافہ کر دئے اور شہر کی صفائی کے لیے حکم دیا۔

غرض جبکہ واجد علی شاہ نے عہدنامے پر دستخط کرنے سے قطعی انکار کر دیا تو ضبطی ملک اودھ کا اشتہار جاری کیا گیا اسپر کسی نے کان تک نہ ہلایا ملک پر قبضہ ہو گیا نہ کسی کی نکسیر پھوٹی نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری۔ تمام تعلقہ دار اور اہلکار اور رئیس

چپ چپاتے نئے حاکمون کے پاس حاضر ہوئے پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ جو ملک اودھ کی کل آمدنی کے ایک ساتوین حصے سے کچھ زیادہ تھا بادشاہ کا وظیفہ مقرر ہوا وزراے اودھ کی مدت وزارت ۱۴۳ سال ۳ ماہ ۲۴ دن ہوا اور مدت بادشاہت ۴۱ سال تاریخ معزولی یہ ہے ؎ لکھنؤ شد خراب واویلا ؛ ۱۲۷۲

واجد علی شاہ کی معزولی کی تاریخ از راے پورن چند متخلص بعاجز

بیک دورۂ چرخ فیروزہ رخت ۔ نہ قصر شہی ماند و نے تاج و تخت
نمودار شد صورتِ انقلاب ۔ برافتاد از آسمان آفتاب
مہِ چار دہ در عروجِ کمال ۔ ز جورِ فلک دید شانِ ہلال
ز سر دور شد ظلِ لطف الٰہ ۔ سریرِ شہی منتزع شد ز شاہ
نہ چتر مرصع نہ تاج بلند ۔ مقدر بجاہِ بلا در فگند
بہارِ محمد امین گرد شد ۔ گلستان منصور خان زرد شد
بہ گلزار بختِ شجاع سعید ۔ ز دشت بلا بادِ صرصر رسید
گلِ گلشنِ آصف سینہ چاک ۔ در افتاد از شاخ دولت بخاک
چنین شور در خاص و عام اوفتاد ۔ ہماے سعادت بدام اوفتاد
خیابان غازی نہال نصیر ۔ ز دست خزان گشت در دار و گیر
سموم غم و رنج و درد و الم ۔ بباغ محمد علی زد قدم
چو کافور رنگینیٔ سرمدی ۔ بریدا از رخ لالۂ امجدی
بہ ایوانِ شاہی درون و برون ۔ دلِ اہلِ دولت سرا بود خون

نه یاری بغم خواریِ شاه بود　　بدل یاس و حرمان بلب آه بود
عزا خانه شد منزلِ لکهنؤ　　الم حلقه زن بود در چارسو
عجب ماتمِ جان گزا پیش شد　　که هر خویش و بیگانه از خویش شد
ندانم چه غوغا چه اسرار بود　　که شورِ قیامت نمودار بود
برآشفت روحِ امین در جنان　　بفردوس زد گریه منصور خان
بلرزید گوهرِ شجاع شجاع　　لبِ روحِ آصف بخواندا الوداع
سعادت زبس گریهٔ دردناک　　بغلطید سیماب سان زیرِ خاک
بخاکِ نجف روحِ غازی طپید　　طپان بود جانِ نصیرِ سعید
بروحِ محمد علی تاب بود　　ز غم چشمِ حیرت پر از آب بود
بنالید امجد علی زار زار　　سرِ خویشتن زد بسنگِ مزار
نفیر از جهانے دریغا چه شد　　صدا بود هر سو که آیا چه شد
کسے دست بر سر زد و آه کرد　　کس از درد و غم شورِ جانکاه کرد
کسے سینه می کوفت از دستِ غم　　کسے سر همی زد بسنگِ الم
کسے بود از جانِ شیرین به تنگ　　کسے را شد از زندگی عار و ننگ
دل عاجز از شورشِ ناگهان　　ز فرطِ الم بود غوغا کنان
چو از دستِ شه رفت تخت و کلاه　　بگفتم شده منتزعِ ملکِ شاه
۱۲۷۲

تاریخ دیگر

سرِ عالی گهر واجد علی شاه　　ز سر افگند چون تاجِ خلافت
بهارستانِ قیصر باغ شد زرد　　سوادِ لکهنؤ شد بے لطافت

خزان آمد بباغستانِ شاہی | روان شد بلبلِ باغ ظرافت
نہ تاجِ زر نہ تختِ خسروی ماند | بسر شد سایۂ چترِ ندامت
رقم بنمود عاجز عیسوی سال | سعادت رفتہ از نجمِ سعادت ۱۸۵۶ء

نقل اشتہار گورنمنٹ انگریزی جو ہر تھانے پر لگایا گیا

ساکنان ملک اودھ کے لیے بموجب حکم بندگان نواب مستطاب معلّی القاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے جاری ہوا واقع ہفتم فروری سنہ ۱۸۵۶ء مطابق ۲۹-جمادی الاولی سنہ ۱۲۷۲ ہجری

بموجب اُس عہدنامے کے جو سنہ ۱۸۰۱ء مین مؤکد ہوا سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر نے حفاظت بقیۂ ملک اودھ کی ایسے سررشتۂ بندوبست کے جاری کرنے کی معرفت اپنے اہلکارون کے جملہ دشمنان اندرونی و بیرونی سے اپنے ذمے قبول کی اور والی اودھ خود ذمہ دار ہوا کہ اُسکے باعث سے رفاہ خلائق وحفاظت جان ومال ساکنان ملک اودھ کی حاصل ہو چنانچہ اس عہدنامے کی رو سے ذمہ داری سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر کو عائد ہوئی۔ پچاس برس کے زیادہ عرصے سے اُسکی تعمیل وعدہ وفائی کے ساتھ برابر تمام وکمال ہوتی رہی اگرچہ سرکار دولتمدار اُس عرصے کے درمیان جنگ وجدال مین متواتر مصروف رہی تاہم ملک اودھ کی سرزمین پر کوئی بیرونی دشمن قدم نہ دھرنے پایا اور کسی طرح کا فساد عظیم تخت اودھ کی پائداری مین خلل انداز نہین ہوا۔ سرکاری فوج ہمیشہ شاہ اودھ کے قرب وحضوری مین حاضر باش رہی اور جب کبھی

بادشاہ کے اقتدار کی نسبت کسی نے ناحق دھمکی دکھلائی تو اُس فوج کی اعانت دینے مین ہرگز دریغ نہین ہوا۔ باوجود اِس معاہدۂ عظیم اور استوار عہدنامے کے جملہ والیان ملک اودھ کی جانب سے برعکس اسکے علی الاتصال بالکل تساہل وتغافل ہوتا چلا آیا ایسے سررشتۂ بندوبست کے اجرا کے واسطے جو میثاق ظہور مین آیا کہ اُس کے بموجب رعایا وسکنائے ملک اودھ کی جان ومال کی حفاظت ہووے گویا دیدۂ ودانستہ بطور اپنے رویّے کے اُس سے انحراف کرتے رہے اِس میثاق سے انحراف کرنے کی وجہ سے ممکن تھا کہ سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر اِس سے کہین پہلے اُس عہدنامے کو ناجائز کردیتی اور والیان ملک کی خبرگیری سے انکار کرتی۔ لیکن ابتک کمپنی انگریز بہادر کو ایسے امور کا اجرا جو ایک دودمان عالی شان کے اقتدار و اختیار کے مخل ہون منظور نہ تھا اِس لیے اُنھون نے اپنی رعا کی نسبت کیسے ہی حکامات خلاف عدل وانصاف جاری کئے لیکن کمپنی انگریز بہادر ہمیشہ دوستی و وداد پر قائم رہی تاہم کمپنی انگریز بہادر اُس تعدی عظیم وپریشانی سے رعایائے ملک اودھ کو بچانے کے لیے جو اُسکو علی الاتصال عائد حال ہوتی رہی بکمال کوشش متوجہ رہی۔

بہت برس گذرے کہ گورنر جنرل بہادر لارڈ ولیم بنٹنگ نے اس نظر سے کہ جو کوشش رعایائے ملک اودھ کی بہبادی کے لیے ظہور مین آئی تھی اُسکی مزاحمت ہو دربار اودھ مین اطلاع دی کہ ضرورۃً ملک اودھ کا تمام وکمال انتظام اہلکاران سرکار کمپنی انگریز بہادر کے اہتمام مین داخل کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جو کلمات تنبیہ لارڈ ولیم بنٹنگ کی جانب سے ظہور مین آئے تھے آٹھ برس کا عرصہ گذرا کہ لارڈ ہارڈنگ بہادر نے بذات خود اُنکا اعادہ کیا۔ اُس زمانے مین والی ملک اودھ کو بڑے اصرار کے ساتھ

سمجھا گیا کہ آیندہ ایسا ہی واقعہ وقوع مین آئیگا۔ یہ بات تمام عالم پر روشن ہو گئی
کہ دوستانہ طور پر وقت مناسب مین تنبیہ و آگہی مناسب دی گئی مگر وزرا و بادشاہان
اودھ کی تمردی و نالائقی یا سہل نگاری کے سبب سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کے
دوستانہ مقاصد رائگان ہوئے۔ پچاس برس کے عرصے سے زیادہ تک جو صلاح
بے غرض و چشم نمائیہاے غضبانہ مع متواتر تنبیہات و اعتراضات و تہدیدات
کے وقوع مین آئی اُن مین سے کوئی بھی اصلاح پذیر نہوئی۔ اور عہدنامے کے
اصل میثاق پر عمل نہونے اور شاہ اودھ کے وعدے کی تعمیل نہونے سے بسبب
نالائقی و خیانت و تعدی کے ملک اودھ کی بیچاری مایوس رعایا ضائع و برباد ہوتی ہی
یہ بات تمام ملک مین مشہور ہی کہ شاہ اودھ ملک مذکور کے اکثر والیان پیشین کی طرح
اِس ملک کی مہمات کے انتظام مین پوری مداخلت نہین کرتے ہین۔ عموماً تمام
ملک اودھ کی حکومت کا اختیار یا تو کمینہ مقربون یا جابر و خائن شخصون کو جو کارگذاری
مین نالائق اور درجۂ اعتبار سے ساقط ہین تفویض ہوتا ہی محصلان مالگذاری اپنے
علاقون مین سرخودی کے ساتھ حکمرانی کر کے رعایا سے بلا لحاظ اقرار سابق یا حال
کے جبراً کوڑی پیسے تک مواخذہ کرتے ہین۔ اور شاہ اودھ کی اکثر فوج بے ربط و ضبط ہی
اور بخشیان فوج کی بداعمالی کی وجہ سے تنخواہ سے محروم ہے اور اپنی محنت کے
عوض مین دیہات کو گویا لوٹنے کے واسطے مجاز ہے یہانتک کہ جس ملک کی حفاظت
کے واسطے جو فوج متعین ہی اُسپر وہی جابر و قاہر ہوتی ہی۔ ڈاکودن کے غول علاقون کو
غارت کرتے ہین آئین و عدل کا نام و نشان نہین ہتھیار بند حکمرانہ جنگی اور خونریزی
رات دن رہتی ہی اور کسی جگہ لحظہ بھر حفاظت جان و مال کی مطلق نہین ہے۔

اب وہ وقت آیا کہ سرکار انگریز بہادر اُن بُرائیون اور خرابیون کی زیادہ متحمل نہین ہوسکتی جنکو سرکار کے عہدنامۂ مذکور کو اختیار کرنے کی وجہ سے مضبوطی حاصل ہوتی ہی اور سرکار اُس قدر خبرگیری والیان ملک اودھ کی جس کے باعث وہ اقتدار جس سے یہ خرابیان پیدا ہوتی ہین بحال و برقرار رہے رکھ سکتی ہے۔ پچاس برس کے تجربے سے بخوبی ثابت ہوا کہ عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ع سے رعایاے اودھ کے لیے کوئی رفاہ و خیریت پیدا نہوئی۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ رعایاے ملک اودھ کی حفاظت اس تعدی عظیم سے جو کہ مدت سے لاحق ہے کسی صورت سے ممکن الوقوع نہین ہی بجز اِسکے کہ ملک اودھ کا تمام انتظام ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی انگریز بہادر کے سپرد ہو۔

اِس غرض سے حسب الحکم خاص و استرضاے آنرایبل کورٹ آف ڈائرکٹرز کے یہ بات ٹھہری کہ عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ع جس سے ہر ایک والی اودھ نے انحراف و تجاوز کیا ہے آج کی تاریخ سے تمامہ ناجائز و ساقط ہی چنانچہ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کو ایک نئے عہدنامے کے مقرر کرنے کے لیے نصیحت کی گئی جسکی وجہ سے ہمیشہ کے لیے ملک اودھ کا انتظام بلا اشتراک غیر سرکار انگریز بہادر کے سپرد کیا جائے اور ضروری مراتب شاہ اور اُن کے اقربا کی منزلت و دولت اور توقیر کے بحال و برقرار رکھنے کے لیے ظہور مین آئین مگر شاہ موصوف نے ایسے دوستانہ عہدنامے کے انعقاد سے انکار۔

شاہ اودھ واجد علی شاہ جملہ والیان سابق ملک اودھ کی نسبت عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ع کی تعمیل مین منکر یا سہل انکار یا غافل ہوئے جسکی وجہ سے اصرار ایسے بندوبست کا ملک اودھ مین جو رعایا کی رفاہ اور خیریت کا موجب ہو لازم کیا گیا۔

اور عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ء کو جس سے یون ہی انحراف ہوا ناجائز و ساقط گردانا گیا اور
چونکہ شاہ موصوف عہدنامۂ جدید کے انعقاد سے جو عہدنامۂ سابق کی جگہہ منظور تھا
انکار کر گئے اور عہدنامۂ سابق کی شرائط جبکہ بحال تھین بسبب عدم مداخلت بالیان
کمپنی انگریز بہادر کے ملک اودھ مین نافع نہوئین اور بدون ایسی مداخلت کے شایستہ
بندوبست کا جاری ہونا اس ملک مین ممکن نہین ان وجوہات سے تمام عالم کو ظاہر ہی
کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر کو دو صورتون کے سوا اور کوئی چارہ نہین یا تو ملک اودھ کی
رعایا کو ترک کرے اور اُنکے ہاتھ پاؤن باندھ کے معرض ظلم و تعدی مین ڈالدے
یا سرکار اپنے اقتدار عظیم کو اُن لوگون کے حق مین نفاذ کرے جنکی رفاہیت کے واسطے
پچاس برس کے عرصے سے دست اندازی کا وعدہ کیا تھا۔ اور اودھ کے بندوبست
کا تمام و کمال نظم و نسق ہمیشہ کے واسطے اپنے اختیار مین کرلے۔ اِن دونون صورتون
مین سے سرکار کمپنی انگریز بہادر نے بلا تامل دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔
اسلیے اشتہار دیا جاتا ہی کہ آج کے دن سے ملک اودھ کا نظم و نسق بلا شرکت غیر
ہمیشہ کے لیے کمپنی انگریز بہادر کے قبضۂ اختیار مین آگیا ہی۔ سب عامل و ناظم و چکلہ دار
و جملہ نوکران دربار اور سب اہلکاران مالی و ملکی دیوانی و فوجی و سب سپاہیان دربار
اور جملہ ساکنانِ اودھ کو لازم ہی کہ آئندہ کمپنی انگریز بہادر کے اہلکارون کی اطاعت
اور فرمان برداری کلّی کرتے رہین اگر کوئی اہلکار دربار یا جاگیردار یا زمیندار یا کوئی
دوسرا شخص ایسی اطاعت و فرمانبرداری سے اغماض کریگا یا کوئی مالگذاری دینے مین
عذر کریگا یا اور کسی طرح سرکار کمپنی انگریز بہادر کی حکومت مین تعرض و مزاحمت
پہونچائیگا تو شخص مذکور مفسد گنا جائیگا۔ اور قید بھی کیا جائیگا اور جاگیر یا اراضی اُسکی

ضبط سرکار کی جائیگی۔ اور وہ لوگ جو فوراً بلا عذر سرکار کمپنی انگریز بہادر کی تابعداری قبول کرینگے عامل ہوں یا اہالیان دربار یا جاگیردار یا زمیندار یا سکناے اودھ سب سے وعدہ کیا جاتا ہی کہ وہ حفاظت ولحاظ والتفات اہالیان کمپنی انگریز بہادر کا پائیں گے یا پاتے رہین گے۔ تعداد مالگذاری کا تعین انصاف اور بندوبست واجبی کے ساتھ عمل مین آئیگا اور ملک اودھ کی آبادی وآراستگی کے باب مین تدریج کوشش برابر ہوتی رہیگی۔ ہر کسی کی بلا طرفداری کسی کے عدل گستری ہوتی رہیگی۔ جان و مال کی حفاظت کی جائیگی۔ اور ہر ایک شخص اپنے حقوق واجبی پر بے اندیشہ اور بغیر کسی کی دست اندازی کے قابض ومتصرف رہیگا فقط

الحاق کی پالیسی پر قدرت کی طرف سے صلہ

اس طرح پر جیسا کہ بیان ہوا ملک اودھ بلا تعرض قلمرو سرکار انگلشیہ مین ملحق کر لیا گیا مگر لارڈ ڈائل ہوزی کے عہد کا یہ فعل جسکی راستی پر وہ ہمیشہ نازان رہے رعایا کو بہت شاق گذرا۔ اور علی نقی خان وزیر کے سر پر یہ بدنامی مشہور عام رہی کہ اُسنے انگریزون سے سازش کر کے اپنے ذاتی فائدے کے لئے ملک اودھ بے اُنگلی ہلائے چھنوا دیا اور خود بھی اس نمک حرامی کا کوئی مفید صلہ نہ پایا۔ اور آجتک اُسکا نام نمک حرام کا مرادف سمجھا جاتا ہی اور اُسکے نام کے ساتھ حقارت پیش نظر ہو جاتی ہی آثار محشر مین لکھا ہی درین ایام برزبان ہر کہ ومہ انواع کلمات تذلیل وزیر ہے بود آخر الامر حسب الحکم بادشاہ وزیر را بہ قیام در محلہاے سلطانی ہم مناسب ندانستہ بایماے صاحب ایجنٹ و رسیدن حکم بادشاہ ممانعت گردید لہذا مدار الدولہ از محل

سلطانی برآمده چپراسیان وسواران اردلی صاحب کلان ہمراہ گرفتہ بہ اماکن خود که گویا بہشت شدادی بکنار گومتی مع باغ رضوان داغ بود آمده مقیم شد در اثناے راه کہ فاصلہ دو کروہے باشد درویشان بے نوا آزاد مشرب ولوطیان عادی تریاک وتنب بہ انداختن گلوبند نعلین بوسیده وریختن ہاوندہاے پر نجاست بر سواری وزیر اقسام تمسخر وتضحیک وطعن وتشنیع ولعنت وملامت بکار بردند کہ زبان قلم بہ تحریرش قاصر ست پس صحبت وزیر با کفار ساحران وبنگالیان وسحر پردازان وفقراے کاذب وملایان سیفی خوان اسماء اللہ دان گرم گشتہ ہزار دو ہزار بصرف آمدن گرفت وبجہت نداے سلطانی ہزاران روپیہ رشوت کارسازی فرستاده می شدند مدعا ازین اصراف آنکہ مہربانی بادشاہ بدستور مبذول حال وزیر باشد ودر تصفیہ مزاجش تفاوت نیاید ویا دو زیر از خاطر نرود۔

واجد علی شاہ کا معزولی کے بعد کلکتے مین سکونت اختیار کرنا

خم خانۂ جاوید مین ہو کہ واجد علی شاہ کے اُس ملک پر جسکی آمدنی دو کروڑ روپے سالانہ سے کم نہ تھی انگریزون نے قابض ومتصرف ہو کر صرف پندرہ لاکھ روپے سالانہ اُنکے اخراجات کے لیے مقرر کیے اُنھون نے بے بسی کی حالت مین سواے اطاعت کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا تاہم اُنھون نے اپنا تخت سے اُتار دیا جانا قرین انصاف تسلیم نکیا اور اپنے کج فہم مشیرون کی صلاح سے اِس بات پر آمادہ ہوے کہ خود بدولت لندن تشریف لیجا کر شہنشاہ ہند وانگلینڈ سے دادخواہی کرین چنانچہ ۵۔رجب ۱۲۷۳ہجری مطابق ۳۔مارچ ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بہ رات گئے

اپنے پھوپھا نواب حسام الدولہ بہادر کو لکھنؤ مین اپنا مختار مقرر فرما کر راہی کانپور ہوئے
اُسوقت جو حالت اقربا و متوسلین شاہی کی ہوئی اُسکے تصور سے کلیجہ مُنھ کو آتا ہی۔
جناب عالیہ ملکہ کشور۔ نواب خاص محل صاحبہ۔ معشوق محل۔ جنرل مرزا سکندر حشمت
برادر حقیقی۔ مرزا ولی عہد۔ جنرل فریدون قدر۔ اور نواب منور الدولہ وزیر زمان امجد علی شاہ
ہمرکاب تھے۔ انکے علاوہ کم وبیش تین سو متوسلان بارگاہ نے بھی رفاقت کرکے حق نمک ادا کیا۔
لیکن رزیڈنٹ کی ممانعت کی وجہ سے منشی خانے اور بیت الانشا کا کوئی آدمی بادشاہ
کے ساتھ نہ گیا۔ جب بادشاہ کانپور کی طرف چلے تھے تو وزیر کی بیوی اظہار خصوصیت
کے لیے بادشاہ کے کارخانون کے ساتھ روانہ ہوئی نوکرون نے بادشاہ سے یہ حال
عرض کیا بادشاہ نے بڑی بے التفاتی کے ساتھ واپس کردیا۔ سامان درست
کرنے کے بعد بادشاہ ۷ اپریل کو کانپور سے روانہ ہوکر ۱۶ اپریل کو بنارس پہونچے۔
لکھنؤ سے بنارس تک دو گھوڑونکی گاڑی مین سفر کیا۔ کیونکہ ابتک ریل نہین بنی تھی۔
ان ایام مین گرمی کی بڑی شدت تھی چنانچہ سفر مین از حد تکالیف شاقہ اُٹھائین
خاصکر اُس مقام پر جہان دریاے گنگا و گھاگرہ کا اتصال ہی بہت تکلیف پہونچی
بادشاہ نے کانپور مین ایک ماہ تک قیام کرکے مسہل لیا اور اپنے ساتھیون مین سے
بعض کو خشکی کی راہ سڑک سڑک کلکتے کو بھیجا اور اکثر کو کشتیون مین بٹھا کر ہمراہ لیا
بنارس کے راجہ نے اخلاص مندی کا اظہار کیا اسلیے بادشاہ اُنکی دارالحکومت تک بجرے مین بیٹھکر گئے
یہان ہر طرح کا آرام ملا مہاراجہ ایسری پرشاد نراین سنگھ نے مراسم مہمانی اس شان
وشوکت و فراخ دلی سے ادا کیے کہ خود بادشاہ باوجود آلام روحانی کے انکی حسن خدمات
سے خوش و سپاس گذار ہوے دس روز وہان قیام کرکے دُخانی جہاز پر سوار ہوکر راہی کلکتہ ہوئے

۱۳ مئی سنہ ۱۸۵۶ء کو مٹیا برج مہاراجہ بردوان کی کوٹھی مین جو مولوی مسیح الدین خان سفیر شاہی نے پہلے سے کرایہ تجویز کر رکھی تھی رونق افروز ہوئے جب کلکتہ مین بادشاہ کے ورود کا حال معلوم ہوا تو قلعہ فورٹ ولیم سے ۲۱۔ توپونکی سلامی سر ہوئی۔ لیکن آثار محشر مین یون لکھا ہو کہ چونکہ بادشاہ کا ورود کلکتے مین استغاثے کی غرض سے ہوا تھا اسلیے گورنر جنرل نے نہ اُنکا استقبال کیا نہ سلامی کی توپین سر ہوئین نہ مہمانداری کے لوازم ادا کئے اِسی زمانے مین مہاراجہ گوالیار بھی وہان گئے ہوئے تھے اُن کا استقبال اعلی پیمانے پر ہوا اور گورنمنٹ ہوس کے قریب ایک پر تکلف کوٹھی مین مہمان کئے گئے۔ چند ہفتے کے انتظار کے بعد منور الدولہ کے مشورے سے ایک خط بادشاہ کی طرف سے دوستانہ شکایت مین گورنر جنرل کو بھیجا گیا چند روز تک قاصد اور خط کی گورنر جنرل کے حضور تک رسائی نہو سکی آخر منور الدولہ کا رفیق منشی باقر علی اِس کام مین کوشش کرنے لگا اور گورنر جنرل کے عملے کو کچھ دیکر وہ خط گورنر جنرل کو پہونچایا ایک ہفتے کے بعد اُنھون نے یہ جواب بھیجا کہ حضرت کے تشریف لانے کی خبر ہمکو نہ ہوئی ورنہ رسم استقبال اور سلامی توپخانہ عمل مین آتی اور حضرت کے استغاثے کی درستی یہان سے مشکل ہو اسلیے کہ ہمکو ولایت سے یہ حکم ہے کہ جو کچھ لارڈ ڈائل ہوزی گورنر جنرل سابق ملک اودھ کی نسبت تجویز کر گئے ہین اُسی کے مطابق عمل کرین اُس کام مین کمی و بیشی نہو اِس صورت مین حضرت کو اختیار ہے کہ اپنے معاملے مین رجوع لندن مین اصالتہً یا وکالتہً ملکہ معظمہ کے حضور مین اور صاحبان پارلیمنٹ سے کرین۔ لکھنؤ مین غرضمندون نے جس قدر شاہی محلات مین سامان پایا اُسکو تصرف دوستانہ مین لانے مین کمی نہین کی یہانتک کہ تمام سامان شاہی بن بن

برباد گیا۔ جو کچھ تھوڑا سا سامان ساتھ تھا اُس مین سے کچھ تو سفر انگلستان کے مصارف مین خرچ ہوا اور کچھ کلکتے کی اقامت کے لیے اسباب ضروری تیار کرنے مین خرچ ہو گیا اور کچھ خائن مصاحبون نے اڑا یا۔ حالانکہ انگریزون نے بادشاہ کو لکھنؤ چھوڑنے پر مجبور نہین کیا تھا مگر خود غرضون نے مال مارنے کے لیے اِس بہانے سے وہانسے اکھیڑا۔ اِدھر چیف کمشنر نے جائزہ جملہ کارخانجات سلطانی اور ملازمین شاہی کا لیا فوج پیادہ ورسالہ ملا کر مجموع ستاسی ہزار ملازم ہر فرقہ و پیشہ بموجب فرد دفتر شاہی برآمد ہوئے سبکو حکم برطرفی سُنا دیا سات ہزار چوپایہ دو سو ہاتھی دو ہزار گھوڑے ۷۰۰ اشیر دو لاکھ کبوتر اور بیشمار اسباب سرکار شاہی مین موجود پایا جنکا کوٹھی دلارام مین دو ماہ تک نیلام ہوتا رہا اسی طرح اور اسباب کمیاب کوڑیون پر نیلام ہوا کروڑون روپے کا سامان جو دو سو برس کے قریب زمانۂ وزارت و شاہی مین مہیّا ہوا تھا چشم زدن مین برباد ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے سب کارخانۂ شاہی درہم برہم ہو گیا۔

بہت عہد اقبال مین زر لٹا ۔۔۔ مگر جب زوال آگیا گھر لٹا

شاہی سفارت کا دادخواہی کے لیے لندن جانا ہندوستان مین شورش غدر پیش آنے سے خود بادشاہ کا فورٹ ولیم مین نظربندی کے صدمات اُٹھانا اور سفارت کے مقاصد کا بھی بیکار ہو جانا۔

کلکتے مین پہونچنے کے بعد خیال ہوا کہ شاید شدائد سفر اور غم وہم و رنج و فکر سے پھر نہ کہین مرض خفقان و مراق عود کر آئے اسلیے اطبا کی یہ رائے ہوئی کہ خود بادشاہ

سفر انگلستان اختیار نہ کرین اس وجہ سے بادشاہ نے کلکتے سے آگے کو سفر ملتوی کیا۔ والدۂ بادشاہ۔ مرزا محمد حامد علی بہادر ولی عہد اور سکندر حشمت بادشاہ کے بھائی کو ہمراہ لیکر اس سفر کے لیے آمادہ ہوئین اور بادشاہ کی طرف سے اُنھون نے وکالت کا قصد کیا اور مولوی مسیح الدین خان اُن کے ساتھ ہوئے اور ۱۸ جون ۱۸۵۶ء کو بوقت شب سوار ہو کر راہی منزل مقصود ہوئے اس قافلۂ شاہی غریب الدیار مین ۱۱۰ زن و مرد تھے بادشاہ نے تحائف گران بہا و نایاب برائے نذر جناب ملکۂ کوئن وکٹوریہ اور دو برس کا زاد راہ دیکر رخصت کیا انھین پریشانیون مین ایک برس مشکل سے گذرا تھا خبر آئی کہ میرٹھ اور دہلی مین فوج برگشتہ ہوگئی اور فوج باغی نے مرزا برجیس قدر کو لکھنؤ مین مسند حکومت پر بٹھایا۔ بادشاہ کا کلکتے مین اطباے ہمراہی معالجہ کرتے تھے تھوڑے دن مین صورت صحت نمایان ہوئی تھی جس دن جشن صحت قرار پایا تھا کہ گورنر جنرل نے بنظر حفظ ما تقدم دوربینی و مصلحت اندیشی سے یہ تجویز قرار دی کہ واجد علی شاہ چندے اندرون قلعہ ولیم فورٹ قیام فرمائین اور گورنر کے حکم سے ہنگام شب جشن سکرٹری اعظم آئے اور بادشاہ سے واسطے تشریف بری قلعہ کے گفتگو کی بادشاہ نے بنظر رفع تکلیف فرمایا کہ حالت علالت مین جو تکالیف مقدر تھیں اُٹھائین قلعہ مین تنہائی کا عالم ہوگا شدت تکلیف ہوگی اگر گورنر جنرل کے دل مین کسی طرح کا شک ہو تو جس طرح کی حفظ و نگرانی مناسب راے عالی ہو اس جگہ کر لی جائے چونکہ مقام پذیراے عذر نہ تھا سکرٹری اعظم نے کچھ نہ سنا اور بادشاہ کو سات آٹھ مصاحبون اور چند دوسرے رفقا کے ساتھ ماہ شوال ۱۲۷۳ھ ہجری مین تلی دروازے کی راہ سے داخل قلعہ کیا اور اشخاص ذیل ہمراہ گئے۔

(۱) مجاہد الدولہ مرزا زین العابدین خان۔ (۲) دیانت الدولہ متدین الملک محمد معتمد علی خان امانت جنگ خواجہ سرا۔

(۳) ذوالفقار الدولہ سید محمد سجاد علی خان بہادر رسالہ دار رسالہ میمنہ شاہی۔ (۴) فتح الدولہ برق بخشی الملک رسالہ دار رسالہ میسرۂ شاہی۔

(۵) طبیب الدولہ بہادر۔ (۶) مہتمم الدولہ برادر خورد فتح الدولہ کپتان پلٹن جعفری۔

(۷) مصاحب الدولہ رفیق۔ (۸) ناظم علی سوار۔

(۹) باقر علی چوبدار۔ (۱۰) محمد خان چوبدار۔

(۱۱) حیدر خان گول بردار۔ (۱۲) جمال الدین چپراسی۔

(۱۳) شیخ امام علی حقہ بردار۔ (۱۴) امیر بیگ خواص۔

(۱۵) ولی محمد بولدان بردار۔ (۱۶) شیر خان گولہ انداز۔

(۱۷) عبدالرزاق آرام کوش۔ (۱۸) کریم بخش سقہ۔

(۱۹) قادر بخش کہار انگشت بردار۔ (۲۰) امامی گاڑی پوچھ۔

(۲۱) مسماۃ کربلائی آبدار۔ (۲۲) مسماۃ راحت السلطان خاصہ بردار

(۲۳) بی حسینی پان بردار مخاطب بہ طلبگار سلطان (۲۴) محمدی خانم پوشاک بردار۔

بادشاہ مع ہمراہیان ایک مکان مختصر مین قریب قلی دروازہ قیام پذیر ہوئے۔ نواب خاص محل۔ تاج النسا بیگم۔ دلدار محل۔ بڑی بیگم مخاطب بہ عاشق السلطان مختار عالم قیصر بیگم۔ خجستہ محل۔ اور دیگر لواحقان مع جملہ کارخانجات مٹیا برج مین چھوٹے۔ بادشاہ کو مفارقت اعزہ کا صدمہ ہوا۔ جان نثار لوگ بھی دولت محرومی طالع سے نالان رہنے لگے ایک ہفتہ اُس مکان تنگ مین قیام رہا۔ آٹھوین دن ایک کوٹھی قلعہ مین

تجویز ہوئی اُس مین بادشاہ رونق افروز ہوئے آمد وشد مردم کا باب کلیتہً مسدود تھا ہروقت گوردن کے پہرے متعین رہتے۔ تحریر کسی کی بادشاہ تک پہونچنے نہ پاتی نہ پیام زبانی کسی ذریعہ سے گوش زد ہوسکتا تھا ایک عالم سکوت تھا حیرت رفیق۔ کلفت مصاحب حال تھی چارناچار مثل مرغ بے پر اُسی قفس کوٹھی کے اندر تڑپتے رہے۔ ۲۸۔صفر ۱۲۷۴ھ ہجری کو فتح الدولہ برق نے بحالت تپ انتقال کیا بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا اُستاد بلکہ جان نثار تھے۔

ہر ایک امر کی آخر کچھ انتہا بھی ہی شب مصیبت ختم کے قریب پہونچی سحر عشرت کے آثار نمایاں ہوچلے لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل بعد روانگی لارڈ ڈلہوزی کے کلکتے مین وارد ہوئے اُنکا محبت نامہ خریطۂ زربفت مین رکھا ہوا اس عبارت سے بادشاہ کے پاس پہونچا کہ بوجہ بغاوت باغیان ناہنجار ارباب کونسل نے آپ کے قیام کی تجویز قلعہ مین فرمائی ہے جب فساد رفع ہوگا پھر مٹیا برج آپ کے قدوم سے زینت پائیگا اور ابتک کوئی کج ادائی منجانب متوسلان سرکار انگریزی آپ کی خدمت مین نہین ہوئی شان وشوکت شاہانہ و پاس ولحاظ جیسا کہ سابق سے تھا بدستور رہا حکم ضروری کی تعمیل ضرور تھی خاطر جمع فرمایئے بادشاہ نے اسکے جواب مین بعد اداے شکریہ تحریر فرمایا کہ یہ مجبور نہ باغی ہے نہ شریک باغیان نہ بھائی سے مطلب نہ بیٹے سے سروکار ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہی یہان نہ مفسدے کی خبر ہی نہ مفسدہ پردازون کی اطلاع اس حالت مین تکلیف شاقہ گذرتی ہی ہنوز کثرت ضعف بیماری نے رفاقت نہین چھوڑی اگر خاطر دریا مقاطر پسند کرے تو اہل وعیال مین بسر کرون اسکا جواب کچھ نہ ملا اور اُسی حالت مین تن تقدیر بسر کرتے رہے۔ ایک روز ایک سارجنٹ ہمراہ روند قریب قیام گاہ آیا اور اُسنے بحالت نشہ

وغضبناکی یہ کہا کہ انھین کے ہم جنسون نے ہماری میم اور بابا لوگون کو قتل کیا ہے یہ لوگ قابل قصاص ہین ہم انکو تباہ کرینگے یہ کلمہ نہایت ناگوار طبع ہمایون ہوا

مصرعہ جس جگہہ بس نہ چلے ہائے وہان کیا کیجے

خون جگر پکھا کر چپ رہے علی الصباح کرنیل صاحب سے شکایت کی اور آمد ورفت روند اُس طرف سے مسدود ہوگئی۔ باقر علی چوبدار نے گفتگوے باہمی ہین بحالت غیظ محمد شیر خان گولہ انداز کی ناک دانت سے کاٹ لی کہ وہ موقوف ہوا اور اُسی حالت مین بادشاہ نے مجاہد الدولہ کے مشورے سے علی نقی خان کے نام یہ تحریر ارسال کی کہ بلا حکم نواب صاحب کسی طرح کا خرچ نہو اور چوبدار نے یہ کاغذ سپاہی متعینہ پہرہ کو دیا یہ تحریر تو مکتوب الیہ تک نہ پہونچی مگر شدائد نگرانی زیادہ ہوگئی کریم بخش سقہ بوجہ بیماری آزاد کیا گیا۔ اس طرح سات آدمی بلطائف الحیل مقام قیام سے نکل گئے خاصہ بادشاہ کے لئے محلات سے آتا تھا پہرے والے بعد معائنہ پہونچادیتے کسی طرح کا نامہ وپیام بادشاہ تک نہ پہونچنے پاتا ہان لندن سے جو خطوط آتے تھے وہ محصلان متعینہ براہ راست پہونچا دیا کرتے تھے۔ اُدھر بادشاہ کی والدہ حج اور زیارت کے ارادے سے لندن سے روانہ ہوکر ۱۸۵۸ء مین فرانس کے دارالحکومت مین پہونچکر رہگراے ملک آخرت ہوئین اور بعد ایک ماہ کے مرزا اسکندر حشمت نے بھی انتقال کیا اُن کی وفات کی تاریخ یہ ہی۔

جناب عالیہ رشک مریم وبلقیس	بہم سکندر حشمت بہادر ذی جاہ
چو ارتحال نمودند در سواد فرنگ	دو چند گشت بعالم ظہور حسرت وآہ
دو بارہ مصرعۂ تاریخ سال باید خواند	دو پارہ قلب ہمہ از دو صدمۂ جانکاہ

دیگر

ملکہ کشور آن جناب عالیۂ فلک قباب — مادر خسرو اودھ مہر کلاہ دمہ رکاب
کرد سفر ازین جہان آہ ملول وخستہ جان — وزہمہ خلق ناگہان و بہ نہفت در حجاب
بود بشوق کعبہ خوش در رہ صبر جبرکش — داد خدای منعمش اجر وجزای بیحساب
خامۂ سینہ چاک من باہمہ حسرت ومحن — سال وصال او نوشت ملکہ مغفرت مآب

دیگر

سکندر حشمت آن جنرل بہادر — کہ از دارا فزون بودہ جلالش
بجود وہمت وخلق ومروت — ندیدہ دیدۂ عالم مثالش
دریغا کز غم جان کاہ مادر — پس از ماہے زروز انتقالش
بصد حسرت ازین عالم سفر کرد — جہان شد تیرہ زاندوہ وملالش
بران یک غم غمش چون دیگر افزود — غم دیگر شدہ تاریخ سالش

مرزا حامد علی بہادر لندن کو لوٹ گئے اور کچھ دنون وہان بے سروسامانی کے ساتھ بسر کئے اِسی عرصے مین ایک تحریر لندن سے واضح ہوا کہ ۲۲۔جمادی الاخری ۱۲۷۴ ہجری کو جناب والدہ بادشاہ اور ۱۰۔رجب سنہ مذکور کو مرزا صاحب عالم سکندر حشمت بہادر برادر اور رافت آرا بیگم دختر مرزا ولی عہد بہادر کا انتقال ہوا اس سانحۂ جان گزا اور واقعۂ ہوش ربا سے طبع مقدس ملول ہوئی ملک فرانس جناب عالیہ اور جرنیل صاحب کا مدفن ہوا دیکھیے قدرت قادر کہان لکھنؤ کی ولادت اور کہان فرانس کی موت یہ سامان ظاہر صرف اِس واسطے پیش آیا تھا کہ خاک اجسام مذکورین خاک فرانس مین مل جائے جہان یہ خبر جان گداز ہو چکی تھی

کہ یہ مژدۂ راحت افزا ابھی گوش گذار ہوا کہ بطن نواب اختر محل منکوحۂ دوم سے بعمر ۲۳-سال نور دیدۂ اقبال روشنی بخش کاشانہ ہوا اور نام مرزا حسین اور عرف چھوٹے مرزا مقرر ہوا۔

بعد چندے ایک عرضداشت میر واجد علی داروغہ مقام لکھنؤ کی طرف سے پہونچی کہ باغی مغلوب ہوئے انتظام سرکار کما حقہ ہو گیا ہین نے جو کوشش واہتمام حفاظت متعلقان سرکار انگریزی ہین کی خدا جانتا ہی صاحب کمشنر نے میم صاحبات اور بچون کو میری حراست سے اپنے پاس بلا لیا اور آٹھ محل مبارک اس حفاظت مین میرے شریک حال رہے سلطان جہان محل۔ شہنشاہ محل۔ امیر محل۔ نجز محل مع شاہزادۂ قمر قدر۔ اختر محل۔ امراؤ محل۔ سیدہ محل وغیرہ صاحب کمشنر نے محلات متذکرۂ بالا کی آبادی کا حکم دیدیا ہی۔ باقی محلات بحالت تباہ و پریشان دربدر سرگردان و حیران ہین نہ پوشاک ہی نہ سامان خوراک اور یہ سب بے قصور ہین اگر کوئی تحریر حضرت اقدس کی صاحب کمشنر کے پاس پہونچے تو محلات کی صورت آبادی ظہور مین آئے اور تا اجرائے تنخواہ پچاس پچاس روپیہ ماہوار بطور گذراوقات مقرر فرمایا جائے اسباب جہانتک باقی تھا کوتوالی مین اٹھ گیا مگر میری مہر لگی ہوئی ہی اور سرکار نے وعدہ واپسی فرمایا ہی بادشاہ نے گورنر جنرل کو لکھا وہان سے صورت طمانیت حاصل ہوئی اور بادشاہ نے واجد علی داروغہ کو حکم دیا کہ ایک جگہ تمام محلات کو آباد کیا جائے آخر کار خدا خدا کر کے بعد فرو ہونے ہنگامۂ غدر کے کامل ۲۶-ماہ کی کڑیان جھیل کر حکم رہائی ملا چنانچہ ۹- جولائی روز شنبہ ۱۸۵۹ع کو حضرت سلطان عالم مع رفقائے خاص داخل مٹیا برج ہوئے اُس دن جملہ محلات مین شکر الٰہی اور سلامتی ادا ہوا

اور دو لاکھ روپے سرکار انگریزی سے ملے۔ ۲۹ستمبر ۱۸۵۹ء کو مرزا ولی عہد بھی سفر ولایت سے بے نیل مرام واپس آگئے کم وبیش دو کروڑ روپے کی زیر باری اس سفر مین ہوئی اور نتیجہ جو نکلا ظاہر ہے۔

مرزا محمد ہزبر علی فریدون قدر جرنیل صاحب نے بوجوہ چند در چند بادشاہ پر نالش کرکے حصہ ماہواری اپنا مع والدہ معشوق محل کے جُدا کرالیا۔

واجد علی شاہ کی وفات

تذکرۂ خم خانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ اگرچہ شاہ اودھ کی ظاہری حالت اور انتزاع سلطنت کو دیکھکر عبرت پسندونکا خیال تھا کہ اب وہ طمطراق وشاہانہ عیش ونشاط اِس مٹیابرج مین کہان مگر نہین اپنی آنکھون سے دیکھنے والے اور حقیقت حال سے آگاہ اشخاص بخوبی جانتے ہین کہ اِس فلاکت اور گئی گذری حالت مین بھی اِس باوضع بادشاہ نے تادم مرگ اپنی کسی عادت اور کسی شاہانہ عیش پرستی وشغل مین فرق نہ آنے دیا اور اس شعر کا مصداق بنارہا۔

تند بادِ قہر نے کشتی کو توڑا پر یہان   زمزمہ لب پر وہی ہی ہر چہ بادا باد کا

اِس غریب الوطنی مین بھی بیس ہزار قدیم متوسلین حضرت کے ہمرکاب رہے اور سب کے ساتھ حتی الوسع وہی سلوک وہی برتاؤ قائم رہا جو زمانۂ سلطنت مین برتا جاتا تھا۔ جسنے مٹیابرج کی اُس زمانہ مین سیر کی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اِس مٹی ہوئی حالت مین بھی اُسے باغ ارم بناکر راجہ اندر کا اکھاڑہ کر رکھا تھا اسپر محلات وایوان دلکشا کی وہی شان سامان واسباب آرائش کی وہی

افراط جو ہر شخص کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے غرض وہ کونسی شوکت و شان تھی جو وہان نمایان نہ تھی ہر قسم کے جانورون کا دلی شوق تھا چنانچہ آپ کا چڑیا خانہ ایسا نادر اور بے مثل تھا کہ اکثر یورپ کے سیاح اُسے دیکھنے آتے تھے اور آپ کے مذاق اور تلاش کو سراہتے تھے خفیف علالت کے بعد ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء مطابق ۲۰ محرم ۱۳۰۵ھ ہجری کو نو گھڑی رات گئے انتقال کیا اور سرفراز علی خان نامی ایک شخص کے خط سے جو وہین موجود تھا اُن کا انتقال کرنا ۲ محرم کو ثابت ہوتا ہے۔ انتقال سے تیسرے دن اپنے تیار کردہ امام باڑہ سبطین آباد ہین پیوند زمین ہوئے جو مٹیابرج مین واقع ہے۔

تذکرہ مرزا برجیس قدر رمضان علی خان اور حالات غدر

یہ شاہزادہ حضرت محل کے بطن سے ہے جب اِسکو کچھ ہوش آیا تو مولوی غلام حضرت بنابر تعلیم علوم و فنون و آداب خاندانی کے مامور ہوئے ممو خان اِس محل کا داروغہ اور ٹھاکر پرشاد دیوان تھا ۱۸۵۶ء مین جب انقلاب زمانہ پیش ہوا اور سریر سلطنت شاہ اودھ سے منتزع ہوکر ملک اودھ کارپردازان انگلشیہ کے زیر اہتمام آیا اور واجد علی شاہ کلکتے کو چلے گئے۔ املاک قیصر باغ و دیگر مکانات سکونت محلات و اسباب دولت خانہ حسام الدولہ کے اہتمام مین چھوڑا حضرت محل مثل اکثر دوسرے محلون کے بادشاہ کے ساتھ کلکتے نہ گئی تھی اور بدستور اپنے مکان سکونت مین قیام پذیر تھی سرکار شاہی سے مصارف معینہ عطا ہوتے تھے۔ ضروریات معرفت حسام الدولہ بہادر رفع ہوتین

کو انتزاع سلطنت سے شان وشوکت شاہانہ مین فرق آیا تھا مگر خزائن و دفائن
سابقہ سے ایسی عسرت وتنگی نہ تھی کہ باعث شکایت ہوتی انگریزون کا تسلط
ملک پر بخوبی ہوگیا تھا رعایا اور حکام سب مطمئن تھے۔ بادشاہ اور دوسرے متوسلان
شاہی کے کان ہر وقت اس خبر کے منتظر تھے کہ صدائے واپسی ملک عنقریب
فرحت بخش ہوگی۔ گو یہ آرزو تو دل کی دل ہی مین رہی لیکن فلک شعبدہ باز نے
ایک شعبدہ تازہ برپا کیا اور بلائے آسمانی خطۂ دوآبہ و اودھ پر نازل کی کہ ۱۸۵۷ء
مین سپاہ انگریزی کا دل ایسا منقلب ہوا کہ تمام خیر خواہی جاتی رہی نئے
کارتوس جو ولایت سے آئے تھے فوج متعینۂ دمدمہ کو جو قریب کلکتہ ہے
تقسیم ہوئے انکے خیال ناقص مین یہ سودائے خام سمایا کہ ان کارتوسون پر چربی
گائے اور سور کی لگی ہوئی ہے پس سپاہیان ہنود ومسلمان نے ایک دوسرے
کے مشورے سے یہ قرار دیا کہ یہ کارتوس اس قابل نہین کہ دانتون سے کاٹے
جائین حُکّام کے سامنے اُن کے کاٹنے سے انکار کیا اور بذریعۂ نامۂ وپیام خفیہ
اکثر مقامات اور چھاونیون مین جہان جہان فوج مقیم تھی اطلاع کی اور انکو
آمادۂ عدول حکمی کیا افسرون نے اُن کو ہر طرح سے سمجھایا کہ سرکار کو کسی کے
دین وایمان کی خرابی وبربادی سے کچھ غرض نہین اور کارتوسون مین کوئی شے
خلاف ملت ومشرب ہنود واسلام نہین ملائی گئی مگر سپاہ کے ذہن مین کچھ نہ آیا
اور عدول حکمی سے باز نہ آئے اب حاکم ومحکوم دونون کی طرف سے اطمینان خصت
ہوا اور تلنگون کی بعض پلٹنین اسی عدول حکمی کے قصور مین اُس اطراف مین
موقوف کی گئین اور مقام بارکپور سے ماہ مارچ مین بعد لینے ہتیمار کے اس پار دریا

افراط جو ہر شخص کے وہم و گمان مین بھی نہ آئے غرض وہ کونسی شوکت و شان تھی جو وہان نمایان نہ تھی ہر قسم کے جانورون کا دلی شوق تھا چنانچہ آپ کا چڑیا خانہ ایسا نادر اور بے مثل تھا کہ اکثر یورپ کے سیاح اُسے دیکھنے آتے تھے اور آپ کے مذاق اور تلاش کو سراہتے تھے خفیف علالت کے بعد ۱۲ ستمبر ۱۸۸۷ء مطابق ۲۰ محرم ۱۳۰۵ہجری کو نو گھڑی رات گئے انتقال کیا اور سرفراز علی خان نامی ایک شخص کے خط سے جو وہین موجود تھا اُن کا انتقال کرنا محرم کو ثابت ہوتا ہی۔ انتقال سے تیسرے دن اپنے تیار کردہ امام باڑہ سبطین آباد مین پیوند زمین ہوئے جو مٹیابرج مین واقع ہے۔

تذکرہ مرزا برجیس قدر رمضان علی خان و حالات غدر

یہ شاہزادہ حضرت محل کے بطن سے ہی جب اِسکو کچھ ہوش آیا تو مولوی غلام حضرت بنابر تعلیم علوم و فنون و آداب خاندانی کے مامور ہوئے ممو خان اِس محل کا داروغہ اور ٹھاکر پرشاد دیوان تھا ۱۸۵۶ء مین جب انقلاب زمانہ پیش ہوا اور سریر سلطنت شاہ اودھ سے منتزع ہوکر ملک اودھ کارپردازان انگلشیہ کے زیر اہتمام آیا اور واجد علی شاہ کلکتے کو چلے گئے۔ املاک قیصر باغ و دیگر مکانات سکونت محلات و اسباب دولت خانہ حسام الدولہ کے اہتمام مین چھوڑا حضرت محل مثل اکثر دوسرے محلون کے بادشاہ کے ساتھ کلکتے نہ گئی تھی اور بدستور اپنے مکان سکونت مین قیام پذیر تھی سرکار شاہی سے مصارف معینہ عطا ہوتے تھے۔ ضروریات معرفت حسام الدولہ بہادر رفع ہوتین

اِنتزاع سلطنت سے شان وشوکت شاہانہ مین فرق آیا تھا مگر خزائن ودفائن سابقہ سے ایسی عسرت وتنگی نہ تھی کہ باعث شکایت ہوتی انگریزون کا تسلط ملک پر بخوبی ہوگیا تھا رعایا اور حکام سب مطمئن تھے۔ بادشاہ اور دوسرے متوسلان شاہی کے کان ہروقت اِس خبر کے منتظر تھے کہ صدائے واپسی ملک عنقریب فرحت بخش ہوگی۔ گویہ آرزو تو دل کی دل ہی مین رہی لیکن فلک شعبدہ باز نے ایک شعبدہ تازہ برپا کیا اور بلائے آسمانی خطۂ دوآبہ واودھ پر نازل کی کہ ۱۸۵۷ء مین سپاہ انگریزی کا دل ایسا منقلب ہوا کہ تمام خیر خواہی جاتی رہی نئے کارتوس جو ولایت سے آئے تھے فوج متعینۂ دمدمہ کو جو قریب کلکتہ ہے تقسیم ہوئے اُنکے خیال ناقص مین یہ سودائے خام سمایا کہ اِن کارتوسون پر چربی گائے اور سور کی لگی ہوئی ہے پس سپاہیان ہنود ومسلمان نے ایک دوسرے کے مشورے سے یہ قرار دیا کہ یہ کارتوس اِس قابل نہین کہ دانتون سے کاٹے جائین حُکّام کے سامنے اُن کے کاٹنے سے انکار کیا اور بذریعۂ نامہ وپیام خفیہ اکثر مقامات اور چھاونیون مین جہان جہان فوج مقیم تھی اطلاع کی اور اُنکو آمادۂ عدول حکمی کیا افسرون نے اُن کو ہر طرح سے سمجھایا کہ سرکار کو کسی کے دین وایمان کی خرابی وبربادی سے کچھ غرض نہین اور کارتوسون مین کوئی شے خلاف ملت ومشرب ہنود واسلام نہین ملائی گئی مگر سپاہ کے ذہن مین کچھ نہ آیا اور عدول حکمی سے باز نہ آئے اب حاکم ومحکوم دونون کی طرف سے اطمینان رخصت ہوا اور تلنگون کی بعض پلٹنین اِسی عدول حکمی کے قصور مین اُس اطراف مین موقوف کی گئین اور مقام بارکپور سے ماہ مارچ مین بعد لینے ہتھیار کے اِس پار دریا

کے اُتار دی گئین یہ تلنگے جہان پہونچے پیادگان فوج سرکاری کو اپنی چرب زبانی
سے منحرف کرتے گئے غرضکہ یہ ہنگامہ ترقی پذیر ہوا فوج کے ہاتھ سے حکام انگریزی
پر صدمۂ جان وبال پہونچا ہوتے ہوتے یہ سموم فساد گلستان ملک اودھ مین پہونچی
یعنی ۲۳ - جون ۱۸۵۷ء کو فوج باغی قریب لکھنؤ پہونچی صاحب کمشنر سپاہ باغی کی
آمد کے انسداد کے لیئے گئے چونکہ اُن کا مجمع کثیر تھا واپس آئے اور مقام بیلی گارد مین
جسکو حصن حصین پہلے سے بنا رکھا تھا داخل ہوئے فوج باغی تعاقب کنان آئی
اور محاصرہ قلعہ مچھی بھون و بیلی گارد کا کرلیا دوسری جولائی تک لوٹ مار کا بازار
شہر مین خوب گرم رہا ہزارون رئیسون کا خان ومان و دولت تباہ ہوا صدہا مستورات
عصمت کوش بیوہ و برباد ہوگئین ایک آفت ناگہانی برپا تھی تیسری جولائی ۱۸۵۷ء
کو فوج کی منادی ہوئی اور افسران سپاہ معرفت راجہ جے لال سنگھ پسر راجہ
درشن سنگھ ملازم سرکار شاہی کے حضرت محل کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور مرزا برجیس قدر
نابالغ کی مسند نشینی کی اِستدعا کی حضرت محل اِس امر کے سننے سے نہایت مضطرب
اور حیران ہوئی اور دل مین خیال کیا کہ یہ فوج بداندیش جسنے اپنے آقاے قدیم
کے متعلقین کو بیرحمی و بیدردی سے ایذاے سخت پہونچائی ہمارے ساتھ کیا
سلوک کریگی یہ لڑکا ابھی نہایت صغیر سن ہے نیک و بد کی تمیز نہین ایسے معارک
جان ستان مین کیا کرے گا ساکت رہی اور ممو خان داروغہ اور حسام الدولہ
سے مشورہ جو ہوئی یہ لوگ بمقتضاے عاقبت بینی اِس کار قبیح کے نتائج
سمجھانے لگے جب سپاہ بے سر نے لیت ولعل دیکھا اُسکی نیت فتنے کی طرف
مائل ہونے لگی آخرکار یہ مشورہ قرار پایا کہ درخواست نہ قبول کرنے کی صورت مین

جس امر کا آئندہ کو اندیشہ ہی اُسیوقت ظہور مین آجائیگا فوج باغی خاندان و متوسلان شاہی کو برباد اور قتل کرڈالے گی پس حق بہ تقدیر جو ہو سو ہو سر دست تو جان بچانی واجب ہی۔

الغرض افسران فوج باغی نے ۱۲۔ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ ہجری کو مرزا برجیس قدر کو مسند ریاست اودھ پر بٹھایا اور عہد و پیمان جیسا منظور ہوا کیا اور کرالیا نذر مسند نشینی کے مراسم ادا ہوئے منادی ہوئی کارگذاران شاہی جو بخوف جان و مال گوشۂ اختفا مین چھپے ہوئے تھے تلاش ہو ہو کر حاضر کیے گئے اور ہر ایک کو عہدہ جات سابقہ تفویض ہوئے افسر لوگ ہر روز ڈیوڑھی مرزا برجیس قدر پر دربار کرتے اور مشورہ کرکے جو امر اُنکے مزاج مین آتا عمل مین لاتے مموخان کو نائب ریاست بنایا اور ناصر الدولہ خطاب دیا اور خدمت فراہمی اسباب جنگ و زر نقد مرزا برجیس قدر کی جانب سے اُس کے متعلق کی اور مطابق احکام فوج کاروبار ملکی و جنگی جاری ہونے لگے مرزا برجیس قدر کی عمر اُسوقت مین گیارہ سال کی تھی کنار مادر سے جب کنارہ کش ہوئے دولت سرائے شاہی مین مشغول لہو و لعب رہا کیے گھر سے قدم باہر نہین نکالا جب انگریز تسلط کرتے ہوئے داخل لکھنؤ ہوئے تو سپاہ باغی نے اپنی حفاظت مین حضرت محل اور برجیس قدر کو محمود آباد کی راہ سے دریائے گھاگرا عبور کرا کے مقام بونڈی مین پہونچایا جب بونڈی مین بھی فوج انگریزی کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا تو دونون مان بیٹے روانہ نیپال ہوئے اس واقعہ کی تاریخ یہ ہے۔

مرزا رمضان علی ناکام ۔۔۔ شد جانب کوہ چون تُبک تازہ

تاریخ روانگی چو جستم نیپال شتافت آمد آواز ۱۲۷۴
اور وہین رہنے لگے۔ اپریل ۱۸۷۹ء مین حضرت محل نے نیپال مین انتقال کیا۔
دیکھئے لکھنؤ مین پیدا ہوئی اور رجبت ہمایون نے وہ یاوری کی کہ شاہ اودھ کی
زوجیت کا شرف نمایان حاصل کیا ثروت و عیش و عشرت مین بسر کرتی رہی
یہ کیا جانتی تھی کہ بادشاہ کلکتے چلے جائین گے۔ فوج باغی کی بدولت اُسکو
سنگستان نیپال مین سر ٹکرانا پڑیگا لیکن پیکر کا خمیر اُسی آب و گل سے تھا
کسی نہ کسی بہانے سے وہان پہونچا دیا۔ جہان کی مٹی تھی وہین مل گئی۔
مرزا برجیس قدر شعر بھی کہتے تھے یہ اُنکی غزل ہے ؎

فرقت نصیب رہتا ہے جس نازنین سے دور
یارب نکیجیو مجھے اُس مہ جبین سے دور
رکھا نصیب نے مجھے کس نازنین سے دور
بھاگے ہے ہر حسین جہان جبین حسین سے دور
بلبل تو ہون پر ایک گل یاسمین سے دور
برجیس ہون مگر ہے زہرہ جبین سے دور
ہوتا نہین اثر ترے دل مین تو سنگدل
یان تیر آہ گذرا ہے عرش برین سے دور
ہے شکر کردگار عقوبات سے بچے
خالق نے کر دیا مجھے تاج و نگین سے دور
یارب وہ دن ہون پھر کہ پری بے نقاب ہو
رکھون حجاب کو رخ پردہ نشین سے دور

فرشِ زمین پہ چرخ برین کا جواب ہے
افشان جو ہوگئی ہے تمھاری جبین سے دور
تکرار ایسے لفظ کی بوسے کے وقت آہ
مثدآپ رکھین زبان کو نہین سے دور
یون خال روے یار ہے رُخ سے علحدہ
رہتا ہے جیسے ملک حبش شاہ چین سے دور
مین اپنا سر کرونگا قدم پر ترے نثار
اے شہسوار ہو تو ذرا قاش زین سے دور
تن خاک تیری راہ مین سر بھر نذر ہے
کس طرح جاؤن جان تری سرزمین سے دور
مٹی خراب ہوگئی نیپال مین مری
رہتا ہے کیون مزار امام مبین سے دور
مل لون شب وصال مین دل کھول کر
یارب تو کر حجاب بتِ شرمگین سے دور

گورنمنٹ برٹش کا غدر کے بعد ملک کی اصلاح کرنا

غدر کے فرو ہونے کے بعد جب ملک اودھ مین سرکار انگریزی کا بالکل تسلط ہوگیا تو لارڈ کیننگ نے اپنی راے اور فرہنگ سے اودھ کا جو انتظام کیا وہ نہایت مفید اور عجیب وغریب تھا جناب ممدوح نے اپنی فطرت بلند اور

عقل ارجمند کے زور سے وہ اصلاح اور ترمیم گورنمنٹ کا بحر زخار بہایا کہ تمام سرکشون کے سرچشمے جو اپنے پرانے ڈگر مین چلکر بہ رہے تھے اُنکا پانی اُبل کر بھر گیا یہ انتظام بالکل گورنمنٹ ہند نے ایجاد کیا تھا اور اُسوقت تک اُسمین ایسی کامیابی ہوئی کہ کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے ہم بیان کرتے ہین مالک اودھ مین جو نئے مالک ہوئے اُنھون نے اُسکے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا اِس فیاضی سے ہماری غرض یہ نہین ہے کہ خیرخواہان سرکار کو بڑے بڑے انعام عطا فرمائے اور سرکشون کو سزائے خفیف دی۔ بلکہ یہ مطلب ہی کہ نظم ونسق ملکی مین جتنے امور اہم ہوتے ہین اُن مین روشن ضمیری اور دوراندیشی سے کام کیا گیا۔ زمین پر زر مالگذاری نہایت فیاضی سے گورنمنٹ نے مقرر کیا اور اُس مین اعلیٰ درجے کے زمیندارون کے ساتھ نہایت مروت اور فتوت برتی جیسا گورنمنٹ نے اُن اعلیٰ درجے کے ساتھ نیک سلوک کیا ویسا ہی اُن سے ادنیٰ درجے کے آدمیون کے ساتھ سلوک کرایا اور اِس خوبصورتی سے اِس کام کو سرانجام دلایا کہ اُسمین لوکل گورنمنٹ کو وہ مداخلت نہین کرنی پڑی جو اعلیٰ درجے کے آدمیون کو تلخ اور ناگوار گذرتی اُنکو گورنمنٹ نے خود عمل کرکے یہ سمجھایا کہ اعلیٰ حاکم اپنی ادنیٰ رعیت کی بہبود کے لیے ہوا کرتے ہین رعیت حکام کی بہبود کے لیے نہین کہ وہ سارے دن اپنا خون پانی ایک کرکے چار پیسے کمائے اور اُنکو حاکم بیہودہ اپنے آرام وعیش مین اُڑائے۔

اس تمام کامیابی مین ہم کو صرف ایک لفظ رعب وداب کا یاد رکھنا چاہیے جسنے یہ سب عمدہ کام کردیا ہے اس رعب وداب کے یہ معنے ہین کہ ایک انگریزی

صداقت اور عدالت و عزم جزم کی قوت کا اثر اُن لوگو نپر ہوا جنکے توسل ور موافقت سے انگریز اپنا کام بنانا چاہتے تھے اور جنکی مخالفت سے اُنکے تمام بھلے کام بُرے معلوم ہوتے تھے تمام اُنکی نیک نیتی بدنیتی سے بدتر سمجھی جاتی ساری اُنکی مہربانی کی کوشش اور سعیان بے اثر ہوتین ساری گرمجوشی۔ اور دلچسپی اگرچہ بالکل اکارت نہوتی تھی مگر بہت سا حصہ اُسکا بے مصرف رہتا۔ ہر افسر نے یہ سمجھا کہ جسقدر میری قدرت بھلائی کرنے کی رعایا کو معلوم ہوگی اُسی قدر مین گورنمنٹ کا عمدہ کارروا اہلکار سمجھا جاؤنگا مجھے اپنے پاس سب کو آنے دینا چاہیے اور جو مجھسے کوئی امداد کی استدعا کرے اُسکی استعانت کرنی چاہیے کہ جن سے غریبون کا کام نکلے اور خود غریب اور امیر کے درمیان اس طرح سپر بننا چاہیے کہ امیر کا ظلم غریب تک نہ پہونچے اور غریب کوئی گزند امیر کو نہ پہونچا سکے اپنے رعب و داب مین اس خوبی سے کام لینا چاہیے کہ جس سے سب کے مصائب دور ہون فقط حکومت جتانے سے کام نہین لینا چاہیے۔

جب ۱۸۵۶ء مین ملک اودھ ضبط ہوکر انگریزی عملداری مین شامل ہوا تو چیف کمشنر کو گورنمنٹ کی طرف سے یہ ہدایتین کی گئین کہ بندوبست اراضی گانؤن گانؤن کا جدا جدا کیا جائے اور اُن لوگون کے نام پر کیا جائے جو حقیقت مین اراضی پر قبضہ رکھتے ہین مگر کوئی حق مالکانہ اُنکا نہ سمجھا گورنمنٹ کی یہ ہرگز نیت نہین ہے کہ اپنے اور کاشتکارون کے درمیان تعلقدارونکو بیچ کا واسطہ بنائے اگر تعلقہ دارونکا کوئی حق ہوگا تو وہ اُسکو آیندہ عدالتین تحقیقات کرکے پائینگے ۱۸۵۶ء مین جو بندوبست ہوا اُسکی اور واجد علی شاہ کے عہد کی آمدنی کا مقابلہ کرکے ہت پرشاد متوطن آگرہ کی تاریخ اودھ سے دکھاتا ہون یہ تاریخ سلیمن صاحب رزیڈنٹ کے کہنے سے لکھی ہے یہ شخص رزیڈنٹ کے ساتھ رہتا تھا اور اخبار نویسی کا عہدہ رکھتا تھا

قسمت	ضلع	مالگذاری عہد سلطنت	مالگذاری عہد انگریزی بندوبست خام	مالگذاری انگریزی بندوبست پختہ	جمع بندوبست ۱۲۱	تعداد و تعلقہ جات و جمع مالگذاری: تعداد تعلقہ جات	جمع
لکھنؤ	خاص لکھنؤ	۹۹۸۶۸۱	۹۲۱۰۸۷	۱۷۱۳۸۹	۱۱۳۳۶	۵۷	۳۰۷۶۳۴
	دریاباد	۱۳۶۸۷۲۶	۹۹۷۳۳۵	۲۷۷۲۷	۱۸۸۵۱	۶۹	۵۲۰۳۴۹
	اُناؤ	۱۱۵۳۶۴	۱۱۲۳۷۹۸	۱۷۶۶۳	۴۴۴۹	۴۴	۳۱۷۲۰۵
فیض آباد	سلطانپور	۱۱۶۱۹۵۷	۹۵۷۴۶	۶۸۲۳۳	۱۲۵۶۳	۲۷	۵۱۹۹۸۹
	خاص فیض آباد	۱۱۰۳۹۴	۱۱۲۷۳۹۷	۳۹۲۲۹	۶۳۰۳	۲۸	۷۶۱۸۱۴
	پرتاب گڑھ	۲۴۳۶۰۶	۱۱۳۷۹۴۰	۵۶۲۵	۱۶۵۷۷	۳۴	۱۰۳۹۷۲۴
سیتاپور	ہردوئی	۱۴۶۱۳۶۱	۱۱۹۶۵۶۴	۲۷۳۹۴	۳۱۴۱	۶۴	۴۷۷۱۲۸
	سیتاپور	۱۳۵۸۵۷۴	۹۴۱۹۸۷	۳۱۵۶۰	۳۲۸۰	۱۷۱	۷۱۷۳۴۵
	لکھیم پور	۵۰۰۰۰	۴۲۱۱۶۰			۶۲	۱۱۵۶۱۷
بہرائچ	خاص بہرائچ	۸۹۸۹۵۱	۵۸۹۶۱۶	۱۹۳۱۷	۳۶۶۱	۴۲	۵۶۸۵۳۹
	گونڈہ	۱۷۷۸۷۹	۹۴۷۳۵۰	۱۰۱۶۰	۱۹۳۹۵	۵۲	۵۵۰۰۷۰
	ملانوان	۳۶۳۳۳۰	۲۵۷۳۸۰	۹۰۲۵۰	۱۸۰۰	۳۶	۲۹۰۰۲۰

ان اضلاع کا شروع بندوبست پنجسالہ موافق قانون پنجاب کے کیا گیا تھا۔

گورنمنٹ انگریزی کی افتاد ایسی پڑی تھی کہ وہ ہمیشہ ایسے کامون کے واسطے قانون جلد بنادیتی ہے اور فقط اپنے خیالات اور قیاسات ہی کو لباس قانونی پہنا دیتی ہے اُسکی تاریخ ایسی مثالون سے بھری پڑی ہی کہ اُسنے قوانین بے تامل ایسے جاری کردیے کہ جس سے بہت سی بُرائیان پیدا ہوئین ابھی ملک اودھ کو اپنی عملداری مین زبردستی شامل کیا تھا اور اُسکی سمجھ مین نہ آیا تھا کہ تعلقہ دار کیا چیز ہین فقط اُنکو یہ سمجھ کر کہ وہ کاشتکار اور گورنمنٹ کے درمیان ایسے آدمی ہین کہ دونون کے لوٹنے والے اور حق تلف کرنے والے ہین۔ حالانکہ اسٹرچی صاحب نے یہ لکھا کہ یہ تعلقہ دار حقیت مالکانہ اور استحقاق حاکمانہ تمام اراضی پر قدیم سے رکھتے ہین اور اِس مین کچھ شک وشبہ کو جگہ نہین۔

اِس غلطی فاحش کی اصل دریافت کرنا کچھ اُن صاحب دماغون پر دشوار نہین ہی جو گورنمنٹ ہند کے انتظام اندرونی کو خوب سمجھتے ہین۔

جو انگریز عہدہ دار ہندوستان مین رہتے ہین وہ بہت مشابہ ہندوستانیون سے ہوجاتے ہین اور اُن کو علم اِس اپنے تغیر حال پر نہین ہوتا اس مشابہت سے ہمارا مطلب یہ نہین ہی کہ وہ ہندوستانیون کے رسوم عادات اور طرز معاشرت اختیار کرلیتے ہین اور دھوتی پہنکر چوکا برتن کرنے لگتے ہین یا غرارہ دار پائجامہ پہنکر سر پر منڈاسا باندھتے ہین۔ نہین اِن باتون مین اُنکی بہت کم فرق آتا ہے۔ بڑا فرق یہ ہوجاتا ہے کہ اِس ملک کی آب وہوا اُنکے دماغ کو ایسی لگتی ہے کہ اپنے طرز خیالات کو بھول جاتے ہین اور دماغ اُنکا اور ہی خیالات کا مخزن ہوجاتا ہے

وہ واقعات اور مقدمات پر اُس طرز سے خیال ہی نہین کرتے جو انگریزون کے
ساتھ مخصوص ہین ۔جس صیغے اور سر رشتے مین وہ عہدے پاتے ہین اُس مین جو
رائین اور روایتین پہلے سے چلی آتی ہین اُن کو وہ اپنا ایمان بناتے ہین جیسے
ہندو مسلمان اپنے بزرگون کی روایات کے ماننے کے شیدا ہوتے ہین اُسی طرح
یہ عہدہ دار پہلی رایون اور روایتون کے مقلد ہو جاتے ہین۔ آزادانہ خیالات
اور تحقیقات کے میدان مین جوان مردانہ قدم نہین دھرتے اور تقلید کے گڑھے
سے نہین نکلتے آنکھین کھولکر رستہ نہین چلتے ۔کولھو کے بیل کی طرح آنکھون پر پٹی
باندھے ایک دائرے مین چکّر کھاتے ہین ۔ رات دن پھرتے ہین مگر جب دیکھو
وہین کے وہین ہین ایک نئی بات کے پیدا کرنے کو بدعت جانتے ہین غرض پہلے
جو کچھ اِس صیغے مین تحقیقات کر گئے ہین اُنھین پر صبر کئے بیٹھے رہتے ہین اور یہ
نہین سمجھتے کہ بالفعل جو معاملات کی صورت ہے اُس مین خود تفتیش کرنی چاہیے
اگر اُنھون نے دیکھ لیا کہ پہلے سے کوئی لکھ گیا ہے کہ تعلقہ دار ایک بیچ کا واسطہ دار
رعایا اور گورنمنٹ کے درمیان ہے تو اب وہ اِس تفحص مین تکلیف اپنے اوپر
گوارا نہین کرتے کہ پہلے افسر کا تجربہ ایک خاص ضلع کے ساتھ مخصوص تھا اُس وقت
سلطنت کو وسعت ایسی نہ تھی کہ اُسمین تجربے کے لیے میدان دوڑنے کے لیے آگے ہوتا
اس کو دیکھیے کہ سر جان شور کے زمانہ ۱۷۸۸ء مین بعد تحقیقات کے یہ امر متحقق
ہوا کہ تعلقہ دار کا درجہ کاشتکار سے کم ہے مگر اُس کے خاص حقوق یہ ہین کہ وہ
اپنا زر مالگذاری خود ہی خالصہ یعنی گورنمنٹ کے خزانہ مین داخل کرتا ہی جب ملک
اودھ سرکاری عملداری مین شامل ہوا تو بھی تعلقہ دار کے یہی معنی سمجھے گئے

اور اِس بات پر کچھ خیال نہین کیا کہ یہان تعلقہ دار دو تہائی زمین کے مالک
ہین پہلے ہی سال کے بندوبست سرسری کا یہ نتیجہ تھا کہ جب ملک انگریزی
علداری مین آیا تو سال اول مین ۶۶ لاکھ روپیہ تعلقہ دارون نے خزانۂ
سرکار مین داخل کیا تھا اور ۲۳۵۰۰ گانون اُنکے پاس تھے اور سنہ ۱۸۵۶و۵۷ء
کے بندوبست مین نصف زمین اُن کے قبضے سے نکل گئی۔ بعض صورتون مین
نصف سے بھی زیادہ جائداد سے بے دخل ہوئے۔ راجہ مان سنگھ کے پاس
۵۷۷ گانون تھے اور دو لاکھ روپے مالگذاری کے وہ دیتے تھے۔ بندوبست
سنہ ۱۸۵۶و۵۷ء مین اُن کے پاس چھ گانون رہ گئے اور صرف ۲۹۰۰ روپے
کے مالگذار ہوگئے کیا دو لاکھ روپے سال کی آمدنی تھی یا تین ہزار روپے کے
قریب رہ گئی۔ اسٹریچی صاحب لکھتے ہین کہ اگرچہ سچ ہے کہ راجہ مان سنگھ اودھ
کے پُرانے خاندانی رئیسون مین کا نہ تھا مگر بہت قدیمی خاندان بھی اِس آفت
سے نہین بچے۔ ایک خاندان کے پاس ۳۷۸ مواضع تھے ۲۶۶ چھن گئے
ایک دوسرے خاندان کے پاس ۲۰۴ دہات تھے اُن مین سے ۱۵۵ لے لئے گئے
راجہ ہنوت سنگھ کے پاس ۲۲۳ گانون تھے ستر اسّی ہزار روپیہ
مالگذاری کا دیتے تھے وہ بھی دو سو دہات سے بے دخل ہوئے۔
پشت ہا پشت سے یہ دہات اُن کے قبضے مین چلے آتے تھے جب غدر ہوا تو
افسران بندوبست اُنھین کے مکانون مین پناہ گزین ہوئے۔ اُنھون نے
بچشم خود دیکھا کہ وہی کاشتکار جنکے ساتھ بندوبست کیا گیا تھا راجہ کے
ہاتھ پاؤن پڑنے آتے تھے۔ وہ بندوبست اراضی جسنے قدیمی حقوق کو اپنے

ظلم سے برباد کیا تھا خود ۱۸۵۷ء کے طوفان میں اُڑ گیا۔
لکھنؤ مارچ ۱۸۵۸ء میں فتح ہوا اور لارڈ کیننگ کا مشہور اشتہار مشتہر ہوا اگرچہ وہ مارچ ۱۸۵۸ء میں مشتہر ہوا مگر اپریل ۱۸۵۹ء کے گزٹ میں منطبع ہوا اُسکا خلاصہ یہ تھا کہ سوائے درگ بجے سنگھ بلرام پور اور کلونت سنگھ راجہ پدھانہ اور راجہ ہردیو بخش تعلقہ دار کوٹھار اور کاشی پرشاد ٹھاکر سیہندی اور زبر سنگھ زمیندار گوپال کھیر کے علاقون کے تمام زمین ملک اودھ کی ضبط ہوئی اور کسی کا حق و استحقاق اراضی باقی نہین رہا جو تعلقہ دار چیف کمشنر کو ہتھیار اپنے دیدینگے اور سرکشی کو چھوڑ دینگے اُن کا قصور بشرطیکہ کسی انگریز کو قتل نہ کیا ہو معاف کیا جائیگا اور اُنکی عزت و آبرو باقی رکھی جائے گی۔

سر رابرٹ مونٹ گومری چیف کمشنر نے جون ۱۸۵۸ء مین تعلقہ داران اودھ کو لکھنؤ مین بلایا اور اُن کو وہ شرائط بتلادین جن سے کہ وہ اُس اراضی پر قبضہ پا سکتے تھے جو عملداری انگریزی سے پہلے اُنکے پاس تھین۔ بڑا عمدہ اثر اِس اشتہار کا یہ تھا کہ بندوبست ۱۸۵۶ء کو اُسنے باطل اور فسخ کر دیا اِس اشتہار کی نسبت اسٹریچی صاحب لکھتے ہین کہ جب وہ جاری ہوا تو اسمین شک نہین کہ اُس سے غرض یہ تھی کہ سرکش تعلقہ دارون کو سزا دیجائے مارچ ۱۸۵۸ء مین ہرگز یہ امید نہین ہوتی تھی کہ تعلقہ دار اُسکو ایک سند عظیم اپنے حقوق کی سمجھین گے ایام غدر مین تو ایک تعلقہ دار نے اور اُن شخصون نے جن سے وہ متعلق تھا پڑھا تک بھی نہین اسلیے وہ تھوڑے دنون تک ردی سمجھا گیا۔

جب اِس اشتہار کی نقل بورڈ کنٹرول کے پاس پہونچی تو وہانسے ہدایت

ہوئی کہ قرقی عام کا اشتہار سوا ے چھ آدمیون کی جائداد کے نامناسب معلوم ہوتا ہے ملک اودھ کی جنگ کو بغاوت مین شمار کرنا نہین چاہیے بہتر ہوگا کہ اِس قرقی اراضی کے باب مین جس قدر سختی کم ہوسکے کم کی جائے اور نرمی اختیار کی جائے۔ ملک اودھ کو ایسا سمجھا جائے جیسا کہ کوئی غیر ملک فتح ہوتا ہے غرضکہ اِس اشتہار کا آخر کو یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ دو تہائی تعلقہ دار سرکار انگریزی کے تابع ہوگئے جو باون لاکھ روپے کے مالگذار تھے گویا نصف ملک کی آمدنی اُنھین کے ہاتھون گورنمنٹ کے خزانے مین داخل ہونے لگی اور اِن تعلقہ دارون کے ساتھ مدارات وہ کی گئی جو مبارزین کے ساتھ ہوتی ہے باغیونکی سی سزائین اُن کو نہین دی گئین۔ اِس عرصے مین سر روبرٹ مونٹ گومری پنجاب کے لفٹنٹ گورنر ہوگئے اور سر چارلز نگ فیلڈ اُنکی جگہ چیف کمشنر مقرر ہوئے۔

سوال کا انتظام اِس ملک مین بالکل پنجاب کا سا کیا گیا کہ ایک چیف کمشنر مقرر کیا گیا اور اُسکے ماتحت کمشنر اور ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ مقرر ہوئے اور اِن سب کو دیوانی فوجداری اور مال کے اختیارات دئے گئے ایک حاکم تینون عدالتون کا کام کرتا سوا ے اِسکے اور بہت سے کامونکی خبرگیری اُسکے ذمے کی گئی فقط اِن حاکمون کا اقتدار اور اختیار اِن عدالتون کے ہاتھ مین ہونے سے نہ تھا بلکہ ایک جنگی پولیس اُن کے ماتحت کیا گیا پندرہ رجمنٹین جن مین سے ہر رجمنٹ مین آٹھ سو جوان تھے پولیس مین بھرتی ہوئین اگر اِس رعایا پر جو ابھی تلوار کے زور سے مغلوب ہوئی تھی مگر رسّی جلی تھی بل اُسکا نہ گیا تھا دہی برقنداز قدیمی چپڑاس کا پٹا گلے مین ڈالے ہوئے

حفاظت کے واسطے مقرر ہوتے تو ضرور وہ اُنپر حملہ آور ہوتی اور اُن سے کسی طرح نہین دبتی مگران جنگی پولیس کے جوانون پر جو وردی اور ہتھیارون سے اپنی سپاہیانہ شان دکھاتے تھے اُنکا حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ دست درازی کرین اودھ کی رعایا مین اکثر آدمی ہتھیار بند تھے اور اُنکو ہتھیار عزیز تھے یہ اِس پولیس ہی کا کام تھا کہ ایک سال کے اندر رعایائے اودھ سے بہ تفصیل ذیل ہتھیار چھینے گئے اور ۱۵۶۹ قلعے اور گڑھیان مسمار کی گئین۔

توپین	۷۲۰
آتشی ہتھیار	۱۹۲۳۰۷
تلوارین	۵۷۹۵۵۴
اور مختلف ہتھیار	۶۰۹۴۰۶۰

اور معلوم نہین کو نسا حصہ ان ہتھیارون کا کنوون گڑھون اور تالابون مین پھینکا گیا اور زمین مین دفن ہوا ہوگا۔ اِن ہتھیارون کے دِلانے مین تعلقہ دارون نے نہایت امداد اور اعانت کی۔ نہایت دانشمندی اور حکمت سے گورنمنٹ نے تعلقہ دارون اور رعایا مین ایک نیا علاقہ قائم کیا۔ پہلے تعلقہ دار تو اکثر اُس شخص کو کہتے تھے کہ وہ ہر شخص کا مخالف ہو اور ہر شخص اُسکا دشمن ہو۔ بادشاہی عاملون کا دشمن جانی ہو اپنے ہمسایون سے پرخاش رکھتا ہو اور اُنکے لوٹنے اور قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اپنی رعایا پر ظلم وستم کرتا ہو مگر اب تعلقہ دار اُسے کہتے ہین جو پانچہزار روپے یا اُس سے زیادہ کا مالگذار سرکار ہو اور تمام حقوق اپنی رعایا کے ادا کرتا ہو اور نہ کسی پر

ظلم کرتا ہوا ایسے تعلقہ داروں کی تعداد تین سو کے قریب ملک اودھ مین ہے۔ اُن مین سے ۱۷۷ تعلقہ دار اُس دربار مین کہ گورنر جنرل نے منعقد کیا تھا موجود ہوئے تھے اُس وقت تک اُن کو دربار شاہی مین جانا ایسا اجنبی معلوم ہوتا تھا کہ اُنکو یہ اندیشہ تھا کہ کہین اُنکو گولیون سے اکٹھا کرکے نہ اُڑا دین مگر جس وقت ۲۶۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ء کو یہ سب دربار مین حاضر ہوئے اور دربار شاہانہ کی شان دیکھی تو اُن کو حیرت تھی۔ بعض رئیسون کو خود گورنر جنرل نے فرمان ریاست عطا فرمائے۔ سر روبرٹ مونٹ گومری صاحب چیف کمشنر ملک اودھ نے یہ تحریک کی کہ بڑے بڑے تعلقہ دارون کو تھوڑے سے اختیارات مجسٹریٹی بھی دینے چاہیین اور اس مین اِن کے مابعد کے چیف کمشنر ونگ فیلڈ صاحب نے اور بھی زور لگایا کہ بعض عظیم الشان تعلقہ دارونکو اسسٹنٹ مجسٹریٹ اور کلکٹر کے اختیارات دینے چاہیین۔ ایسے اختیارات پر تھوڑے دنون تک چنان وچنین ہوتی رہی۔ آخرکار گورنمنٹ نے اِس درخواست کو منظور کرلیا اور چیف کمشنر نے تعلقہ دارون کے ایک دربار عالی شان مین چھ تعلقہ دارون کو اختیارات مجسٹریٹی عطا فرمائے اور اِس امر مین ایسی کامیابی ہوئی کہ اودھ کی ریس سے مغربی وشمالی (منجملہ ممالک متحدہ) مین بھی آنزیری مجسٹریٹ مقرر کیے گئے۔

پولیس کا انتظام تو ہوا ہی تھا چوکیداری کا بھی انتظام ہوگیا ابتک یہ چوکیدار گاؤن کے ملازم ہوا کرتے تھے اور نہایت بُرے حال رہتے تھے مگر اب وہ گورنمنٹ کے ملازم ہوگئے اُنکی عزت وآبرو بڑھ گئی۔

اور سررشتۂ آبکاری کا بھی خوب انتظام ہوا مقام صدر مین شراب

بنیے کا دستور لکھنؤ سے شروع ہوا۔

غرض اودھ مین یہ اصول گورنمنٹ کا قرار پایا کہ ہندوستان مین سب سے اعلیٰ درجے کی حکومت سرکار انگریزی کو بے شبہ حاصل ہے اُسکو کوئی خوف بیرونی حملون کا نہین ہے اگر خوف ہے تو یہین کے باشندون سے اِسلیے ضرور ہے کہ گورنمنٹ رعایا کے دلون مین اپنی محبت اور اخلاص پیدا کرے جو گورنمنٹ کے بوجھون کو ہلکا کرے اور ضرورت کے وقت سب طرح اُسکی مدد کرسکے۔

بصیرت و عبرت اور اودھ مین گورنمنٹ انگریزی کی متابعت و حکومت کی برکت

ہندوستان مین صوبۂ اودھ نہایت مرفہ الحال اور سرسبز و شاداب تھا مگر جب سے کہ اُس کے نوابون نے سرکار انگریزی کی سعادت متابعت حاصل کی تھی تو اُس مین وہ نحوست پھیلی کہ رعایا کو دیکھیے تو نہ پیٹ کو روٹی نہ بدن کو کپڑا نہ رزق نہ موت زمین کی پیداوار کو دیکھیے تو خاک جہان سومن غلہ پیدا ہوتا تھا سو سیر بھی پیدا ہونا موقوف ہوا۔ اب سوال نہایت توجہ کے قابل یہ ہے کہ کیون سعادت متابعت انگریزی سے ملک اور اہلِ ملک پر یہ شامت اور نحوست آگئی یہ آثار بد کیون اُن مین پیدا ہوئے اِس کا جواب دینا مشکل نہین ہے۔ ہندوستانی سرکارین ہمیشہ ضعیف ہوتی ہین اِس لیے اُن کا ظلم و ستم بھی ضعیف ہوتا ہے مگر جب انگریزون کے قوت بازو نے اُن کی تقویت کی تو اُن کے ظلم و ستم مین بھی جان آگئی اور

وہ ایسا زبردست ہوگیا کہ کوئی چیز اُسکے مقابلے مین سوائے سرکشی اور بغاوت
رعایا کے نرہی ایشیا کی تمام سلطنتون مین رعایا کی سرکشی عجیب اثر رکھتی ہے
اور وہ حکمرانون کے انقلابات زیادہ کرتی رہتی ہے۔ جب مصیبتون اور آفتون
کے سبب سے رعایا ناراض ہوتی ہے اور پھر ناراضی بڑھکر بلندی پر پہونچتی ہے
تو سب اُسوقت کے منتظر سرکشی کے لئے آمادہ بیٹھے رہتے ہین جب ظلم سے ملک کی
آمدنی مین تزلزل پیدا ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی آمدنی متزلزل ہونے سے رعایا
روپیہ نہین دیتی اور جب روپیہ نہین ملتا تو سپاہ کی تنخواہ نہین بٹتی۔ سپاہ اول
بہت غل مچاتی ہے اور دھرنا دیتی ہے اور آخر کو بغاوت اختیار کرتی ہے پھر
ساری رعایا اِس سپاہ کے ساتھ ہوتی ہے اِس سے انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے
کوئی دل چلا دلاور صاحب تدبیر پیدا ہوتا ہے اور رعایا اور سپاہ کے سر پر
ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ آؤ میرے ساتھ مین حاکم ظالم کے گریبان کو پاداشِ
مظالم کے ہاتھ سے پھاڑتا ہون پھر وہ سب اُس کے ساتھ ہوتے ہین
وہ حاکم کو معزول کرتا ہے۔ اور خود جلدی جلدی منازل حکومت طے کرکے
معراج سلطنت پر پہونچتا ہے اور جو یون حکمران بنتے ہین اُن کے خاندان
مین بھی دو تین نسل تک فرمانروائی ہوتی رہتی ہے اور پھر اُنکا بھی وہی
حال ہوتا ہے جو اور فرمانروایون کا ہوچکا ہے۔ ہندوستان چھوٹی چھوٹی
ریاستون مین منقسم ہے بدانتظامی سے ضعف سلطنت ہوتا ہے اور یہ ضعف
سلطنت اور دشمنون کو اُسکے فتح کرنے کی رغبت دلاتا ہے پس اودھ کی بدنظمی
نے مرہٹون کو دست اندازی پہ مستعد کیا خانہ خراب نواب کبھی کے خاک مین ملجاتے

اگر سرکار انگریزی اُن کی سرپرستی نکرتی ۔ ایشیا اور یورپ مین تمام سلطنتون مین ظلم ہونے کا ایک ہی سبب ہی کہ حکومت کرنے کی اُجرت رعایا سے روز بروز زیادہ لی جائے جب ان ضعیف نوابون کی انگریزون نے مدد کی تو اُسکے عوض مین زر کثیر مانگا اور جب روپیہ مانگا تو اِن نوابون کو اپنی رعایا سے زیادہ خراج لینا پڑا تو اِس سے رعایا ناراض ہوئی اور ناخوشی سے وہ سرکشی کرکے اپنے دل کا غبار نکالنے لگی مگر قوت انگریزی اُسکی سرکشی کا سر دبائے ہوئے تھی وہ کب اُٹھنے دیتی تھی پس اِس سبب سے کچھ اور رعایا کو نہ بنا سوائے اسکے کہ دُکھ بھرتی اور روپیہ دیتی اور دل مین کوستی اِس ظلم وستم کی اصلاح انگریزون کے دل مین جب ہی آتی کہ وہ دیکھتے کہ ہمارے زر موعود کے ادا کرنے مین کچھ خلل آنے والا ہے ۔ سنہ ۱۸۰۱ع سے انگریزون نے تو بہت سا ملک کاٹکر اِس جھگڑے کی طرف سے اپنا اطمینان کرلیا ۔ مگر یہان کے حکمرانون کی عادت مین غفلت ۔ کاہلی ۔ زیادہ ستانی ۔ فوج کی طرف سے بے پروائی وغیرہ وغیرہ ملک کو بربادی بخشنے والی باتین پڑگئین اور متوارث ہوکر طبیعت ثانی بنگئین اور پھر اُسپر شیعہ وسنی کی تفریق نے کاروبار سلطنت کی مٹی پلید کر رکھی تھی ۔ اودھ مین یہ حالت تھی کہ جب کوئی بادشاہ تخت نشین ہوا اُسنے پہلے چُن چُن کر سنیون کو نکالدیا ۔ اودھ مین اب بھی چھوٹے چھوٹے تعلقہ دارون کا یہ حال ہے کہ جو شیعہ ہین وہ کسی سُنّی کو نوکر نہین رکھتے حالانکہ مذہب کو کاروبار مین دخل نہین دینا چاہیئے عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود مطلب کام سے ہے کہ رعایا کی بہتری وبہبودی ہو عیسائی کرے یا یہودی شیعہ یا سُنّی ۔

آخری دور کے والیان اودھ ایسے سادہ مزاج اور عقل کے دشمن ہوے کہ سلطنت کو تزلزل پہونچانے کے لیے جو کام اُنھون نے کئے وہ دشمن بھی نہین کرسکتا کہ نہایت کمینہ مزاج اوباش اور بدچلن عورتون اور خود غرض غیر ہمدرد اہلکارون کے لئے بیش قرار وثائق مقرر کر کے سرکار کمپنی کو اُنکا مددگار بنایا اِن اہل وثائق کی بدولت بھی سلطنت نے بہت کچھ نیچا دیکھا کیا یہ وثیقہ مقرر کرنے والے اپنے جانشینون کو اتنا ناہنجار سمجھتے تھے جو اپنے دوستون کی پرورش اغیار کے ہاتھون مین بیچاتے تھے اور اپنے عزیز جانشینون سے کسی سلوک کی توقع نہین رکھتے تھے یا درخت سلطنت کی جڑ کو کمزور جانتے تھے۔ زوال سلطنت کے لیے یہ بھی ایک سامان تھا۔ بس اِن باتون نے اودھ کو وہ ویران اور تباہ کیا کہ کوئی قطعۂ ہند کیا کوئی قطعۂ دنیا بھی ایسا نہ تھا کہ جس مین رعایا کی یہ خستہ حالی اور ملک کی یہ لاثانی ویرانی ہو کہ سیکڑون گانٔون مین چراغ بھی ٹم ٹماتا نظر نہ آئے چکی کی آواز کی جگہہ اُلّو کی آواز کان مین آئے۔

اگرچہ واجد علی شاہ کے تاج ریاست سر سے اُتر جانیکی وجہ سے بعض خاص خاص آدمی جنکی خود مختاری چھن گئی اور تیغ سیاست سر پر لٹکنے لگی اُنکے لیے تو یہ انقلاب ایک بلائے عظیم تھا۔ مگر رعایا اور لاکھون بندگان خدا کے لحاظ سے اِس انقلاب کو ایک رحمتِ الٰہی سمجھا گیا۔ جب تک اودھ مین سلطنت قائم رہی پھر دیکھ لو کہ خلق خدا پر کیا ظلم ہوئے اور اُنکی کیا نوبت پہونچی۔ انسانون کی حالت جانورون سے بدتر ہو گئی۔ بدنظمی اور فتنہ پردازی وہ پھیلی کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کے حاکمون کو قابلیت ہی نہین کہ وہ ملک کو سنبھال سکین اور امن وامان اور

انتظام نظم ونسق جاری کرسکین پس یہان انگریزی قبضہ ایک ضروری اور لازمی امر تھا اگر انگریز یہان کے بندگان خدا کی خبر نہ لیتے تو کون لیتا۔ یہ سچ ہے کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ بیگانون کی حکومت سے یگانون کے زور وظلم کو اچھا سمجھتا ہے قومی اعزاز اور افتخار کا کیا مقتضٰی یہ ہوتا ہے کہ اجنبی قوم کو اپنے اوپر حاکم بنائے اور اُسکے آگے سر جھکائے اِس سے وہ ہزار درجہ بہتر اپنی ہی قوم کے ظلم وستم کو اپنے اوپر گوارا کرتا ہے۔

پاے در زنجیر پیش دوستان — بہ کہ با بیگانگان در بوستان

مگر اسمین شک نہین کہ اس عملداری سے اودھ کی رعایا کو بہت فائدے حاصل ہوئے ملک مین جو ظلم وستم ہو رہے تھے اُنکی جگہہ امن وامان چین وآرام ہوگیا اور ایک ایسی زبردست سلطنت قائم ہوگئی جو سرکشون کے ظلم وستم روک سکتی تھی۔ اُسنے سارے ملک کی رعایا کے مزاج اور طبیعت سے جنگ جوئی اور پرخاش خوئی کو نکالکر غریبی ومسکینی پیدا کر دی۔ ہزارہا آدمی جو تلوار کی آنچ سے اپنا توا گرم کرتے تھے اور اُن کے نیچے بنی نوع انسان کی ہڈیان جلاتے تھے وہ محنت ومشقت سے روٹی کمانے لگے جس لوہے کی پیکان تیر مین اور پھل تلوار مین اور بھالین نیزون مین لگائی جاتی تھین اُسکے آلات زراعت وصنعت بننے لگے اور جن کندھون پر تلوارین رہتی تھین اُنپر ہل رہتے ہین۔ غرض لوگ مردم شکاری کی مشق چھوڑکر اپنے جائز کام مین پڑگئے۔ انگریزون نے رعایا کی بہبودی کی محافظت کی ان کے مفاد و نگہداشت کے لیے خزانے کو عزیز نہین رکھا اور تعلیم وتجارت اور زراعت اور اسباب حفظ صحت وراحت کو ایسی ترقی دی کہ دنیا مین اُسکی نظیر نہین پائی جاتی فقط۔